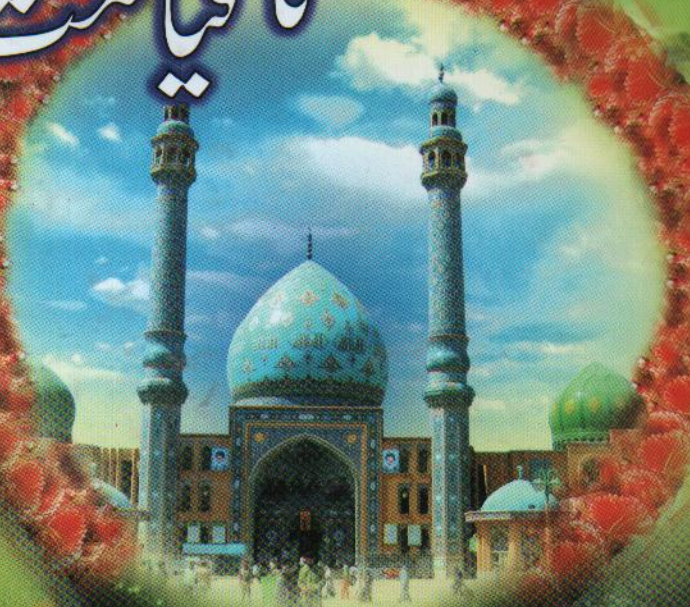
انوارِ امامت تا قیامت



اردو ترجمہ حدیقۃ الشیعہ

تالیف

احمد بن محمد المعروف مقدسؒ اردبیلی

جو مر گیا اور اُس نے اپنے امام زمانہؑ کو نہ پہچانا، وہ کُفر کی مَوت مَرا۔ (فرمان رسول)

اَنوارِ امامت

ترجمہ

حدیقۃ الشیعہ

تالیف

فقیہ محقّقِ ربّانی دانشمند بزرگ احمد بن محمد

المعروف

مقدّس اردبیلی

مترجم

مولانا السیّد علی حسن اخترؔ صاحب امروہوی (مرحوم)

ترتیب وتدوین

اے ایچ رضوی

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی
محفوظ MBA

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

مومنین حضرات جن کو مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے اس کتاب کی ضرورت ہو وہ صرف ادارۂ محفوظ بک ایجنسی سے باکفایت طلب فرمائیں

نام کتاب .... انوارِ امامت

ناشر .... محفوظ بک ایجنسی

مولف .... مقدس اردبیلیؒ

تاریخ اشاعت بارِ اوّل .... یکم محرم ۱۴۰۲ھ

تاریخ اشاعت بار دوم .... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

تاریخ اشاعت بار سوم .... فروری ۲۰۰۷ء۔

کمپوزنگ .... احمد گرافکس

مترجم .... مولانا سیّد علی حسن اختر امروہوی

ترتیب و تدوین .... اے ایچ رضوی

مصحح .... سیّد فیضیاب علی رضوی

ہدیہ .... -/۲۰۰ روپے

ناشر

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

محفوظ MBA

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے بچوں کیلئے scan کیا
سید نذر عباس

قطعہ تاریخ ترجمہ

کرلو حاصل پہلے عرفانِ امامؑ　　موت گر چاہو جہالت کی نہ ہو
مِل نہیں سکتی ہے جنّت، جسکو یاں　　معرفت اوّل امامت کی نہ ہو

۱۴۰۰ھ

(اختر امروہوی)

قطعہ تاریخ اشاعت

(کتابِ ہٰذا)

اِسلام کا حاصل ہے، یہ دین کی قیادت ہے
عرفانِ اِمامت پر موقوف عبادت ہے
دُنیا اَبھی قائم ہے اِس نور کے صدقہ میں
اَنوارِ اِمامت کی کیا کم یہ عنایت ہے

۱۴۰۲ھ

فہرست

پیش لفظ

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جو بڑی گراں بہا اور قیمتی ہیں، خدا کی کتاب اور میری عترت اگر تم نے ان دونوں کی پیروی کی تو میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ تم کبھی قیامت تک گمراہ نہ ہوگے۔''

یہ اُس رسولؐ کا قول ہے جو سوائے ''وحی'' کے اپنی خواہشِ نفس سے بات ہی نہیں کرتا۔ حکم رسولؐ کی متابعت، فریضۂ اسلام ہے اور ذریعۂ نجات۔ اِس نجات کے حاصل ہوجانے کے بعد اگر پیَروانِ رسولؐ، سنّتِ رسولؐ سمجھ کر اپنی زندگی میں قبل رخصت کوئی کتاب جس میں ذکرِ قران ہو اور کوئی اولاد جو پیروکلِ ایمان ہو چھوڑ جائیں تو پھر راہِ نجات آسان سے آسان تر نظر آئے گی۔

بنا بریں ہم نے حسبِ استطاعت چند کتابیں۔ ''فاطمہؑ کا چاند، ذکرِ معصوم، خطباتِ راشدہ، حدیثِ کسآء منظوم، ترجمہ خروجِ مختارؒ اپنے جویائے حق، ذہین طلباء اور طالبات کے لیے پیش کر کے اپنے اور اپنے حق پسند نوجوانوں کے لیے نجات کا ایک راستہ نکالا تھا کہ ایک کتاب ''علم کا باب'' نظر سے گزری۔ حدیقۃ الشیعہ حصّہ دوم۔ یہ کتاب اُس عابد و زاہد، عالمِ جلیل کی تالیفات سے ہے جس کے تقدس اور تقویٰ نے ان کو ''مُقدّس اردبیلی'' بنا دیا۔

بے اختیار دِل چاہا کہ اس کا ترجمہ کر کے اپنے اُردوداں طبقہ کو ان جواہراتِ علمی سے روشناس کرایا جائے، مگر مضمحل ہوگئے قویٰ غالب۔ اب عناصر میں اعتدال کہاں۔ نہ ہاتھ میں قوّت، نہ آنکھ میں روشنی۔ چوراسی سال کی عمر کے حوصلہ شکن تصور نے بڑھ کر

پُکارا۔ ''ایں خیال است و محال است و جنوں'' مگر ایمانی جنون نے اور سفرِ آخرت کی قربت کے خیال نے معزز اَحباب کے اِصرار نے، بالخصوص مجسّمۂ ایمانی میرے کرم فرما، خان بہادر حاجی سیّد نیاز احمد صاحب قبلہ کی مسلسل ہمّت اَفزائی نے ہمّت بڑھائی۔ اور بحمدللہ ترجمہ کتاب مذکور دُو تین ماہ میں تکمیل پا گیا۔

مولفِ کتاب مقدّس اردبیلی کی سوانحِ حیات دیباچۂ کتاب میں جو حَیران کُن تحریر ہے اُس کا اِقتباساً چند جملوں کا ترجمہ کیا گیا ہے جس سے موصوف کے تقدّس کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ اِس کتاب میں صرف امامت کا بیان ہے۔ کتاب تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم نے تقریباً پانچ سو صفحات کو جن میں معاندینِ الِ محمدؐ کے مطاعن، تصوّف کے طویل مباحث اور مخالفین کے فرسودہ اعتراضات اور اِن کے دَندان شکن جوابات ہیں۔ بہ نظر رواداری نظر انداز کر کے ترجمہ مناظرانہ رنگ سے پاک رکھا ہے۔ تا کہ ہر مکتبِ فکر و خیال کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہو سکے۔

اِس کتاب کے دو حصّہ ہیں، ایک بَیان مقصود لفظِ امام، دوسرا اِحتیاجِ وجودِ امام—

اِمَام کے معنی عربی زبان میں پیشوا، سردار یا مقدّم کے ہیں لہٰذا پیش نماز کو ''اِمام'' کہا جاتا ہے۔ لیکن فرقۂ ناجیہ (اِثناءعشریہ) کی اصطلاح میں اس شخصیت کو کہتے ہیں جو خدا کی جانب سے نیابت و خلافت رسولؐ کے واسطے مُقرر کیا گیا ہو کیونکہ اِن کے اِعتقاد میں بعدِ رسولؐ، نائبِ رسولؐ کا تعیّن خدا پر واجب ہے، خلافت و نیابتِ رسولؐ درحقیقت نیابتِ خدا ہے زمین پر۔ لہٰذا جو بجائے پیغمبر کے اُس کی جگہ پر آئے وہ بھی اُس کے ہی حکم سے آنا چاہیے۔ فرق صرف اِس قدر ہے کہ نبی یا رَسول بلا واسطہ آدمی براہِ راست خدا کے حکم سے مقرّر کیا جاتا ہے لیکن نائب بذریعہ آدمی یعنی بَواسطہ رسول خدا کے حکم سے مقرر ہوتا ہے۔ نائب کے لیے تمام تر اُن صفات کا ہونا ضروری ہے جو نبی یا رسول میں ہیں۔ ورنہ وہ حقِ نیابت ہرگز اَدا نہیں کر سکتا۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ہوتا ہے اور یہ امام۔

مترجم (اگر یقین نہ آئے تو کسی دِن وکیل کے بجائے حلوائی کو اَپنے مُقدِمہ کی پیروی

کے لیے بھیج کر دیکھ لیجیے) اِسی لیے ضروری قرار دیا کہ ہر شخص اپنے اِمام کو پہچانے۔ چنانچہ یہ حدیث کتبِ طرفین میں موجود ہیں اور سب کو یقین ہے کہ پیغمبرِ خدا نے فرمایا کہ:

مَن مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهليّة ط

یعنی جو شخص مر گیا اور اپنے امامِ زمانہ کو نہ پہچانا وہ جاہلیّت کی موت مَرا۔

اِس ترجمہ میں حقیقتِ امامؑ، ضرورتِ وَجودِ امامؑ اور امامِ اوّل سے تا آخر الزمان اور تقریباً ستّر آیاتِ قرانی، اتنی ہی احادیث، ائمہ اثناءعشر کی سوانح حیات، اور اُن کے مختصر معجزات کا جس قدر بھی ذکر ہُوا ہے وہ سب کا سب علمائے کبار اَہلسنّت اور اُن کی مستند کتابوں سے لیا گیا ہے جو اِس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت ہے۔ خداوندِ عالم اس ناچیز کی اس اَدنیٰ خدمت کو بحقِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام قبول فرمائے آمین۔"

آخر میں قارئینِ کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے فرزندِ اَرجمند سیّد حسن اختر مرحوم، اور میرے والدین کی روح پُر فتوح کو ایک سورۂ فاتحہ کا ثواب بخش کر مجھ پر احسانِ عظیم فرمائیں۔

جزاك الله خير الجزاء

احقر الزمن، علی حسن اختر عفی عنہ

مقدّمہ

(اَز قلم حقیقت رقم آقائے حسین فشاہی)

شیخ جلیل عالم رَبانی احمد بن محمّد اُردبیلی اَلمعروف ''مقدّس اُردبیلی''، فخرِ علماءِ امامیہ اور مقدّس ترین اَولیاء اللہ میں سے ہیں، آپ اَپنے وطن شہر ''اُردبیل'' میں پیدا ہوئے تاریخِ وِلادت معلوم نہیں۔ تاریخ وَفات ماہ صفر ۹۹۳ھ ہے۔ ایوانِ طلائی دربارِ اَمیر المومنینؑ نجف اَشرف میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مقامِ علمی اَظہر من الشّمس ہے، محتاجِ تعارف نہیں۔ تقدس اور پرہیزگاری میں آپ اُس مقام پر ہیں کہ اگر کسی کو تقویٰ اَور پرہیزگاری میں مثال دینی ہو تو آپ سے دی جاتی ہے۔ آپ تقدس و تقویٰ میں اِس طرح مشہور ہیں جس طرح خاتم الانبیاء اخلاق و کرامت میں۔ رُستم، شجاعت میں اور حاتم، سخاوت میں۔

مرحوم علاّمہ مجلسی ''بحار الانوار'' میں لکھتے ہیں کہ مقدّس اُردبیلی جیسا مقدّس متقدّمین اور متاخّرین میں نہ دیکھا گیا، نہ سُنا گیا ہے — آپ ان مقدس ہستیوں میں سے ہیں جن کو بارہا امامِ زمانہ علیہ السّلام سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہُوا ہے۔

آپ کا جب تک کربلائے معلّٰی قیام رَہا، کبھی بَول اور بَراز (پیشاب، پاخانہ) اس سَرزمین پرنہیں کیا، بلکہ چار فَرسخ باہر جا کر رَفعِ حاجت فرماتے تھے۔ آپ اَپنی سَواری کے مخصوص خَچّر کو کبھی مارتے نہ تھے۔ دَورانِ سَفر کبھی سوار، اَور کبھی پیدل چلتے تھے۔ خچّر اگر رَاستہ میں کسی چَراگاہ کی طرف مائل ہوتا تو مَنع نہ فرماتے اَور مار کر کبھی نہ چلاتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب ایران میں مسجدِ شاہِ اِصفہان تیار اور مکمّل ہوگئی تو شاہ عبّاس نے (کیونکہ وہ مقدّس اُردبیلیؒ کے مُعتقدین میں سے تھا) مقدّس اُردبیلی کو اِیران

بُلانے کے لیے شیخ بہائی اور چند علماء ایران کو نجف اشرف بھیجا تا کہ اِس مسجد کا امام جمعہ و جماعت ان کو قرار دیا جائے۔ مقدس اُردبیلی اِن علماء کے اصرار پر رضامند ہو گئے اور اپنے اسی کمزور خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ خچر بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور مقدس اُردبیلیؒ کبھی کبھی خچر سے اُتر کر اُس کو آرام دینے کی نیت سے پیدل بھی چلتے تھے۔ شیخ بہائی نے کہا کہ اِس صورت سے ایران پہنچنا بہت مشکل ہوگا۔ آپ نے فرمایا اِنصاف کی یہی صورت ہے۔ اِتفاقاً راستہ میں ایک چراگاہ کی طرف خچر حسب عادت مائل ہوا اور مقدس اُردبیلی مانع نہ ہوئے تو شیخ بہائی نے خچر کو چلانے کے لیے پیچھے سے ایک تازیانہ خچر کے مار دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خچر کا رُخ نجفِ اشرف کی طرف موڑ دیا اور فرمایا کہ آپ نے میری اجازت کے بغیر میرے خچر کو تنبیہ کی، حالانکہ آپ عالم ہیں۔ پھر وہاں کے عالم لوگ تو بڑے ظالم ہوں گے لہٰذا میرا (ایسے ملک میں) جانا ناممکن ہے اور ''نجف اشرف'' واپس آ گئے۔

صاحبِ روضۃ الحیات نے اپنی کتاب ''انوار النعمانیہ'' میں واقعۂ ذیل تحریر فرمایا ہے کہ مقدس اُردبیلیؒ کے ایک شاگرد جو صحنِ اقدس امیرؑ المومنین کے ایک حُجرہ میں قیام پذیر تھے کہتے ہیں کہ ایک شب مصروف مطالعہ تھا، رات زیادہ گزر گئی تھی۔ احساس خستگی حُجرہ سے باہر لائی، تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حرم اقدس امیرؑ المومنین کی طرف جارہا ہے میں اس خیال سے کہ شاید چور ہے حرم سے قندیلِ نہ چُرالے، دَبے پاؤں پیچھے ہولیا، جب وہ دَرِ حرم پر پہنچا تو میں نے دیکھا حرم کے دروازے کا قُفل کُھل کر نیچے گرا، دروازہ خود بہ خود کُھل گیا یہ شخص آگے بڑھا ضریح اقدس کے قریب پہنچ کر سلام کیا، اور ضریح سے جوابِ سلام آیا۔ اَب آواز سے میں نے پہچانا کہ یہ تو اُستاد (مقدس اُردبیلی) ہیں۔ پھر ایسا معلوم ہُوا جیسے دو شخص باہم ہمکلام ہوں۔ پھر اس کے بعد مقدس اُردبیلی، حرم سے نکلے اور مسجدِ کوفہ کا رُخ کیا، میں بھی ان کی تنہائی کا خیال کر کے اُن کے پیچھے چل پڑا۔ مقدس اُردبیلی مسجدِ کوفہ پہنچے اور قریب محراب کھڑے ہو کر پھر کسی سے باتیں کرنے لگے اور پھر واپس آئے جب قریب نجف اشرف پہنچے تو میں نے اَپنے آپ کو ظاہر

کردیا اور قریب پہنچ کر درخواست کی کہ نجف اور کوفہ میں جس سے آپ گفتگو فرما رہے تھے برائے کرم و برائے خدا مجھ پر آپ ظاہر فرما دیں۔ مقدس اُردبیلی نے میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا، میر فیض الدین تفرسی اگر تم وعدہ کرو کہ میری زندگی تک یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرو گے تو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ میں نے وعدہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، ایک مسئلہ میں میں متفکر تھا، پہلے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر جواب چاہا۔ مولائے کائنات نے فرمایا، مقدس! تمہیں معلوم نہیں آج امامؑ زمانہ کا دن کوفہ کی مسجد میں آمد کا مخصوص ہے لہٰذا وہاں جاؤ چنانچہ وہاں پہنچا اور بعد اِستفسارِ مسئلہ مطمئن لوٹا۔

ایک سال کوفہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ مقدس اُردبیلی نے اپنا تمام آزوقہ فقراء اور غرباء میں تقسیم کردیا اور اپنے واسطے صرف ایک وقت کے کھانے کے بقدر باقی رکھا، زوجہ سخت ناراض ہوئیں کہ بچے اب کل بھیک مانگ کر کھائیں گے، اب بتلاؤ کل کیا ہوگا؟ مقدس اُردبیلی خاموشی سے درمسجدِ کوفہ اِعتکاف میں جا بیٹھے۔ اِتنے میں ایک شخص مقدس کے گھر کے دروازے پر آیا۔ صاحبِ خانہ کو آواز دی اور پھر نہایت صاف ستھرے گندم، کچھ پاک آٹا دے کر کہا یہ مسجدِ کوفہ میں اِعتکاف میں بیٹھنے والے نے بھیجا ہے۔ زوجہ نے خوشی خوشی کھانا تیار کیا جب مقدس اُردبیلی مسجد سے واپس آئے تو اِن کے سامنے لاکر رکھا، آپ نے زوجہ سے پوچھا کہ یہ آٹا کہاں سے آیا۔ زوجہ نے حال بتلایا آپ نے شکرِ خدا ادا کیا اور کہا یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ یہ واقعہ جنابِ ابراہیمؑ کے واقعہ سے بہت مشابہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ صحن نجفِ اشرف کے کنویں میں پانی کے لیے آپ نے ڈول ڈالا، جب اُسے نکالا تو دیکھا کہ ڈول میں پانی کے بجائے اشرفی اور دینار بھرے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے ڈول کو کنویں میں اُلٹ دیا اور کہا، پالنے والے! اُردبیلی کو پانی کی ضرورت ہے نہ کہ اشرفی و دینار کی اور دوبارہ ڈول کنویں میں ڈال کر پانی حاصل کرلیا۔

مقدس اُردبیلی کا خود بیان ہے کہ ایک روز میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے رسولؐ خدا سے (میری طرف

اِشارہ کر کے) دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تم خود دَریافت کرلو۔ جناب موسیٰؑ نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے کہا، میرا نام ''اَحمد'' ہے۔ باپ کا نام ''محمد'' وطن اُردبیل ہے۔ فلاں محلّہ فلاں مکان میں رہتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، میں نے تم سے صرف تمہارا نام دَریافت کیا تھا۔ اِس لمبی چوڑی تفصیل کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے کہا، خداوند عالم نے آپ سے دریافت کیا تھا، کہ موسیٰؑ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے اُس وقت کیوں اِس قدر لمبا چوڑا تفصیلی جواب دیا کہ ''یہ عَصا ہے، اِس پر میں تکیہ کرتا ہوں، بھیڑیں چَراتا ہوں، اور اِس سے اِن کے واسطے درختوں سے پتّے بھی جھاڑتا ہوں ــــ یہ آپ ہی کا سکھلایا ہوا سبق تھا جس کو میں نے دُہرا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ سُن کر رسولؐ سے فرمایا، یا رسولؐ اللہ! آپ نے سچ فرمایا ہے کہ میری اُمّت کے علما، بنی اسرائیل کے انبیؑا سے اَفضل ہیں۔

مقدّس اُردبیلی کے اس تقویٰ اور پرہیزگاری کے باوجود بیان کیا جاتا ہے کہ اِن کے ایک دوست نے اِن کے اِنتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ نہایت زَرق بَرق لباس میں مقدّس اُردبیلی دَروازۂ حرم اَمیر المومنینؑ سے باہر نکل رہے ہیں۔ پوچھا کہ مقدّس اُردبیلی وہ کیا چیز تھی جس نے تم کو اس مقام پر پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اعمال اس مقام کے لائق ہرگز نہیں تھے مگر صرف (اِشارہ قبر اَمیر المومنینؑ کی طرف کر کے) اِس صاحبِ قبر کی محبّت نے اس درجہ پہ پہنچایا ہے۔ مقدّس اُردبیلیؒ کے شاگردوں میں اکثر مجتہد اَور صاحبِ فتویٰ ہوئے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے کچھ کتابیں یہ ہیں۔

(۱) حاشیہ شرح تجرید قوشچی۔ (۲) حاشیہ شرح مختصر الاصول عضدی۔ (۳) استیناسِ عربی دَرعلمِ کلام۔ (۴) اِثباتِ واجب و اَصولِ دین۔ (۵) زبدۃ البیان۔ (۶) الخراجیہ۔ (۷) مجمع الفائدہ وَالبرہان۔ (۸) کتاب حدیقۃ الشیعہ۔

ترجمہ ''مقدمہ'' بہ خوفِ طوالت ختم کیا جاتا ہے۔ وصلّی اللّٰہ علیٰ نبیّنا محمّد و اٰلہ الطاھرین○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسمائے کتبِ اہل سنت

بے شمار اور لامتناہی حمد اُس خالقِ یگانہ اَور صانع فرزانہ کی جس نے حدیقۂ صنعت کے ہر ورق میں اور گلزارِ عالم کی ہر پتّی میں اپنی صفتِ جلیل اور اپنی وحدت کی دلیل کو اس طرح سمو دیا ہے کہ عقلاء کی بصیرت و باصرہ اس کی حقیقت میں حیران اور اقرار وحدت پر بدل پُر ایمان ہیں اور ہزاروں درود اس کے برگزیدہ رسولؐ اور ان کی آلؑ پاک پر صلوٰۃ الی یوم القیامہ امابعد:

کیوں کہ کتاب حدیقۃ الشیعہ (حصہ اوّل) میں اپنے آباؤ اجداد کے مختصر ذکر کے بعد سرورِ کائنات، فخرِ موجودات کا تذکرہ تھا۔ جو اِختتام تک پہنچا، لہٰذا حدیقۃ الشیعہ (حصہ دوم) کو ہم ذکرِ امامت سے شروع کرتے ہیں۔ کیونکہ حصہ اوّل میں ہم نے اس کا خیال رکھا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل زیادہ تر کُتبِ اَہلسنّت سے ہو۔ تاکہ وجہ اِختلاف باقی نہ رہے۔ اِسی طرح حصہ دُوم میں بھی اکثر و بیشتر مسائل کے دلائل انہی کی کتابوں سے ہوں گے جن کے نام درج ذیل ہیں۔ صحیح مُسلم، صحیح بُخاری، جمع بین الصحیحین، مشکوٰۃ الابرار، مسند احمد حنبل، کتاب اخطب الخطباء، کتاب فصول المہمہ فی معرفتہ الائمہ تصنیف نور الدین علی بن محمد بن احمد مالکی، کتاب کشف الغمہ از تصانیف وزیر سعید علی بن عیسیٰ از بلی، احیاء العلوم جو علماء اَہلسنّت کی بہترین تصنیفات سے ہے۔ تفسیر کشاف زمخشری، تفسیر نیشاپوری، تفسیر کبیر فخر رازی اور جو کتبِ شیعہ سے نقل کیا ہے وہ سب احادیث ہیں جو مسلّمہ بین الفریقین ہیں۔ ہمارا مقصد اس کتاب کی تحریر سے صرف فضائل و مناقب امیر المومنین علیہ السّلام ہے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

حدیثِ فضیلتِ علیؑ

کتاب مناقب ائمہؑ طاہرین میں تحریر ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ان اللّٰہ تعالیٰ جعل لاخی علی بن ابی طالب فضائل لاتحصی، کثرۃ فمن ذکر فضیلتاً من فضائلہ مقراً بھا غفر اللّٰہ لہ ماتقدّم من ذنبہ وما تاخرہ ومن کتب فضیلتہ من فضائلہ لم تنزل الملائکۃ تستغفرلہ مابقی لتلک الکتابۃ اثر و رسم ط ومن استمع فضیلۃ من فضائلہٖ غفر اللّٰہ لہ الذّنوب الّتی اکتسبھا بالنّظر ط

ترجمہ:

فرمایا جناب ختمیؐ مرتبت نے کہ خدائے تعالیٰ نے میرے برادر علیؑ بن اَبی طالب کو وہ فضائل اور کمالات عطا فرمائے جن کا تمام اِنسان مل کر شمار نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص ذکر کرے کسی مجلس میں آپ کے فضائل میں سے ایک کا بھی اِعتقاد رکھتے ہوئے تو خداوند عالم بخش دے گا اس کے گناہ اور کوئی شخص آپؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت لکھ دے تو جب تک اُس کا اَثر اَور نشان باقی رہے گا، ملائکہ اس کے لیے طلب آمرزش کرتے رہیں گے اور آپؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت بھی بہ رغبت سُن لے تو خدائے تعالیٰ بخش دے گا۔ اُس کے گناہ، جو سُننے کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں اور اگر نظر کرے آپؑ کے فضائل کی کتاب پر، تو خدا بخش دے گا وہ تمام گناہ جن کا سبب آنکھیں ہوتی ہیں۔

میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمیّد وار ہوں کہ اس کتاب کے لکھنے والے، پڑھنے والے اور سننے والے کے گناہوں کو اپنے فضل و کرم سے بخش دے بہ حقِ محمد و آلِ محمد۔

ضرورت وجودِ امام

جس طرح رحمتِ لامتناہی الٰہیہ نے نبیؑ اور رسولؐ کو اپنے بندوں کی اِصلاح کی غرض سے دُنیا میں بھیجا کہ اُن کو اُن کے نفع اور نقصان سے آگاہ کریں اور اَوامر ونواہی میں اپنی اِصلاح کے لیے پیغمبروں سے رجوع کر کے مفاسد سے محفوظ رہیں بعینہ یہی مقصد اورغرض بعدِ رحلتِ پیغمبرؐ بھی بحال خود باقی ہے اور ہر پیغمبرؑ کے لیے بعدِ رحلت اپنا نائب و جانشین بحکمِ خدا چھوڑ جانا ضروری ہے تاکہ وہ نائب احکامِ شریعت کی پاسبانی کرے اور اس میں کمی وبیشی نہ ہونے دے اور شیاطین، جن و اِنس جو کمیں گاہوں میں رَہروانِ شریعت کی راہوں میں بھٹکانے کے لیے بیٹھے ہیں کسی کو گمراہ نہ کرسکیں اور جس طرح نبی اور رسول کے واسطے ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو یعنی ہر گناہ ظاہری و باطنی سے مُبّراء ہو اُسی طرح بعدِ رحلت پیغمبرؐ اکرم (کیونکہ ابھی تمام ضروریات باقی ہیں اُس کے لیے) نائب کا ہونا اور اُس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اِحکام خداوندی کو بے غرضانہ اور بے کم وکاست بندوں تک ارشادِ الٰہی کے مطابق پہنچا سکے اُور بعدِ پیغمبر تحفّظِ شریعت کا صحیح اہل ہو۔

دلیلِ حصر:

اگر امام معصوم نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ غیر معصوم ہوگا اُور جب غیر معصوم ہوگا تو اِس کے کسی حکم میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ جب غلطی کا اِحتمال ہے تو یہ کون بتلائے کہ کہاں اور کس حکم میں غلطی ہوئی یا ہوسکتی ہے۔ لہٰذا غیر معصوم کے تمام احکامات مشکوک ہوئے اور اَیسے مشکوک اِحکامات کی تعمیل بھی خالی اَز شک نہیں۔

بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ احکام الٰہی بعد رحلت رسولؐ قران سے حاصل کیے جاسکتے ہیں

اور امام کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً غلط ہے۔ اگر صرف قران کافی ہوتا تو آج قران کی بدولت سب مسلمان ایک مرکز پر ہوتے اور کوئی اختلاف نہ ہوتا اور بہتر (۷۲) تہتر (۷۳) فرقے جو نظر آرہے ہیں اور سب قران کے ماننے والے ہیں نہ ہوتے، لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح زمانۂ رسولؐ میں معلمِ قران کی ضرورت تھی جس کو رسولؐ نے پورا کیا۔ وہی ضرورت معلمِ قران کی آج بھی ہے تاکہ ایک معلمِ قران کی صحیح تعلیم، قران کے اصل اور صحیح منشاء سے سب کو باخبر کردے اور جس طرح نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے کیونکہ نائب کو بھی وہی کام انجام دینا ہے اس لیے امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ہو گیا اور معصوم کو کوئی نہیں پہچان سکتا کہ یہ معصوم ہے۔ سوائے اس عالم الغیب خدا کے۔ لہٰذا خدا کی طرف سے اس کا مقرر ہونا ضروری اور لازمی ہوا۔

ضرورتِ وجودِ امام پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو گی کہ خود خالقِ موجودات اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی (سورہ القیامہ، آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ: کیا اِنسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو بے سردار چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس و خواہش کے مطابق جو چاہے کرے۔

ایسا نہیں انسان ذرا اپنی ساخت اور خلقت پر نظر ڈالے۔ جیسا کہ مولائے کائنات حضرت اَمیر المومنینؑ کا اِرشاد ہے

''اے اِنسان کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں ایک چھوٹا سا جسم ہوں حالانکہ تجھ میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے''

تو معلوم ہو جائے گا کہ بدن انسان کے تمام حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی کو یونہی مطلق العنان نہیں چھوڑا بلکہ اِن کے لیے ایک سردار مقرر کیا ہے جس کو ہم دِل کہتے ہیں کہ اگر حواسِ انسانی سے غلطی ہو تو دِل جو کہ سردار ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ تو پھر اس اتنے بڑے عالم کو وہ حکیم مطلق کس طرح ہو سکتا ہے کہ اپنی مخلوق کو تا مدّت دراز بغیر سردار کے

چھوڑ دے۔

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السّلام
نے اگر دُنیا میں کوئی باقی نہ رہے سوائے دُو آدمیوں کے تو ایک اُن میں سے امام ہوگا
اور دوسرا ماموم۔

ضرورتِ امام نہ صرف فرقہٴ اثناء عشری کے نزدیک بلکہ اہلسنّت کے نزدیک بھی ضروری ہے اور اہل سنت کے نزدیک تو رسولؐ کی تجہیز و تکفین سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ فرقہٴ اثناء عشری کہتا ہے کہ خدا و رسولؐ اسلام کے زیادہ ہمدرد ہیں اس ضرورت کو اُن کو محسوس کرنا چاہیے تھا چنانچہ محسوس کیا اور امام کا تقرر رسولؐ اللہ بحکم خدا فرما گئے۔ اہلسنّت کا خیال ہے کہ اس جھگڑے میں رسولؐ خدا نے پڑنا نہیں چاہا، بلکہ اُمّت کے سپرد کر گئے کہ تم اپنی سابقہ عادت کے مطابق جس کو چاہو اپنا سردار بنالو۔

در بیان نسب امیر المومنینؑ

یہ واضح ہونے کے بعد کہ امام کی ضرورت ہے اور اُس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ارشادِ جناب ختمیؐ مرتبت کے مطابق علیؑ سے زیادہ کوئی عالم، شجاع، عابد و زاہد، طاہر و عادل، نہیں۔ لہٰذا ایسے کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا انتخاب ترجیح بلا مرجح ہوگا۔ دنیائے اِسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حضرت علیؑ بن ابی طالب کے فضائل کا مُنکر ہو۔ چنانچہ ابن ابی حدید ''شرح نہج البلاغہ'' میں اور ملا سعید الدین ''شرح مقاصد'' میں اور ملا علی قوشجی ''شرح تجرید'' میں لکھتے ہیں کہ کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ علیؑ بعد رسولؐ عالم، اشجع، اور زاہد ترین انسان تھے لیکن ہمارے فقہاء نے جو راستہ اختیار کیا ہم کو بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ شاید خدا کی نظر میں اُن کا درجہ بھی سب سے بُلند ہو۔ ہم اِس موقع پر اَصل ونسب اَمیر المومنین مختصراً بیان کر رہے ہیں ہر چند کہ ذاتِ علی محتاج تعارف نہیں۔

نسب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ:

آپ کا نام نامی اسم گرامی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ابنِ عبدالمطلبؑ ہے۔ ابوطالبؑ کے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اس لیے ''ابوطالب'' کی کُنیّت سے مشہور ہوئے ورنہ اصل نام بہ تحقیق شیخ مفید علیہ الرحمہ اور دیگر علماء ''عمران'' تھا۔ حضرت ابوطالب کے تین پسر اور تھے (عقیلؓ، جعفرؓ، علیؑ) حضرت علیؑ کی مادرِ گرامی فاطمہؓ بنتِ اَسَد ابنِ ہاشم بنِ مناف تھیں۔ فاطمہ بنتِ اَسَدؓ والدۂ امیر المومنینؑ نے رسولؐ خدا کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور وہیں رحمتِ حق سے جا ملیں۔ رسولؐ اللہ نے اَپنے دستِ مبارک سے لحد تیّار کی اور اپنے پیرہن کا کفن

دیا۔ لہٰذا حضرت علیؑ مرتضٰی بہ اِعتبار نسب اوّل ہاشمی ہیں جو دُو ہاشمی کے پسر ہیں اَور آپؑ کا نام ''علیؑ'' خدا کا منتخب کردہ نام ہے۔ چنانچہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

کہ میں مقام ''قاب قوسین'' تک پہنچا تو خطاب رَبّ الارباب ہوا۔

اَے محمدؐ! علیؑ کو ہماری جانب سے سلام پہنچا دو اور کہو کہ اُس (علیؑ) کو دوست رکھتا ہوں اور جو اُس کو دوست رکھتا ہے اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ اُس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے میں ''علیّ عظیم'' ہوں وہ ''علیؑ'' اور میں ''محمود'' ہوں، تم ''محمدؐ'' ہو۔

ایک نام آپ کا حیدر ہے چنانچہ روزِ فتح خیبر، مرحب کے مقابل میں آپؑ نے فرمایا:۔

سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَراً یعنی میرا نام میری ماں نے ''حیدر'' رکھا ہے۔

اور ایک نام آپ کا ''اسد اللہ الغالب'' ہے جس کو اکثر فریقین نے ذکر کیا ہے۔

القاب و کُنیت امیر المومنینؑ:

ابوالحسن، ابوالحسین، پیغمبرؐ اطہر آپ کو ابوریحانتین فرماتے تھے اور خوارزمی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کا لقب ''امیر المومنین'' تھا کہ رُوزِ غدیر خُم، ربّ جلیل نے جبرئیلؑ کے ذریعہ اس لقب سے ملقب فرمایا اور رسولؐ کریم نے فرمایا: سَلِّمُو عَلیٰ عَلِیٍ بِاَمِیْرِ الْمُومِنِیْنَ

اے مسلمانو! علی کو ''امیر المومنین'' کہہ کر سلام کرو۔ سب سے پہلے جس نے ''امیر المومنین'' کہہ کر سلام کیا وہ حضرت عمر ابنِ الخطاب تھے، آپ نے کہا:

بَخٍ بَخٍ لَکَ یاعلی صرت مولای و مولا کل مومن و مومنة

مبارک ہو اے امیر المومنین، آپ میرے اور کل مومنین و مومنات کے مولا اور پیشوا ہوگئے۔ بعض مجتہدین کا خیال ہے کہ ''اَمیر المومنین'' سوائے حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور ائمہ معصومین کے اور کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

کتاب کافی میں محمد ابنِ یعقوب کُلینی لکھتے ہیں کہ اَمیر المومنین کا لفظ مخصوص حضرت علیؑ ہی کے واسطے ہے۔ دوسرے ائمہ کو اَمیر المومنین کہنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے

ایک روایت عمر ابنِ اَزہر سے نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ قائم آلِ محمدؑ کو اَمیر المومنین کہہ کر سلام کر سکتے ہیں، امامؑ نے فرمایا: نہیں۔ یہ لفظ ''غدیر'' کے موقع پر رسولؐ خدا نے مخصوص علیؑ بن اَبی طالب کو عطا فرمایا تھا۔ یہ لفظ نہ پہلے کسی کے واسطے استعمال ہوا اور نہ بعد کو ہوسکتا ہے بلکہ کسی غیر کے واسطے اس کا استعمال کُفر ہے۔

امیر المومنینؑ کی ایک کُنیت ''ابوتراب'' ہے جو کہ مخصوص رسولؐ اکرم کی عطا کردہ ہے۔ حضرت علیؑ ایک رُوز مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے تھے جسم مطہر خاک آلود ہوگیا تھا، رسولؐ اللہ نے آپ کو اس طرح بیدار کیا کہ خاک صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ ''قم یا اَبوتراب'' اَے خاک کے باپ بیدار ہو۔ اَمیر المومنین کو اِس سے زیادہ عزیز اور کوئی کُنیت نہ تھی۔ ایک کُنیت آپؑ کی ابومحمد تھی اور آپ کو ابوالسبطین اور ابوالشہداء بھی کہتے تھے۔

حضرتؑ کے اَلقاب، صاحبِ کشف الغمہ۔ فصول المہمہ خوارزمی وغیرہ نے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں: یعسوب الدّین وَالمسلمین۔ مبین الشرک و المشرکین۔ قاتل الناکثین و القاسطین و المارقین، مولی المومنین، شبیہ ہارون، المرتضیٰ، نَفسِ رسولؐ، اَخی خاتم المرسلین، زوجِ بتول، سیف اللہ، امیر البررۃ، قاتل الفجرۃ، قسیم الجنۃ وَالنّار، صاحب اللّواء، سیّد العرب، خاصف النّعل، کشاف الکروب، صدّیقِ اکبر، فاروق اعظم، باب مدینۃ العلم وغیرہم اور یہی القاب احمد بن حنبل کے اصحاب ابنِ خشاب اور ابنِ وضاع نے بھی نقل کیے ہیں۔

حضرتؑ کے القاب تقریباً پانچ سَو نقل کیے گئے ہیں اگر کوئی چاہے تو کتاب کافی اور کشف الغمہ میں دیکھ سکتا ہے۔ اِختصار کے پیشِ نظر ہم اِسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ولادتِ امیر المومنینؑ:

ولادتِ امیر المومنینؑ، خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ اِسے مخالف اور موافق سب نے مانا ہے۔ یہ مرتبہ انبیاء میں بھی کسی کو نہ پہلے اور نہ بعد میں حاصل ہوا۔ کتاب کشف الغمہ کے مصنّف

فرماتے ہیں کہ کتاب بشارت المصطفیٰ میں تحریر ہے کہ یزید ابنِ قعنب بیان کرتے ہیں کہ عبّاس بن عبدالمطلب اور چند قریشی ہم سب کعبہ میں بیٹھے تھے کہ فاطمہ بنت اسد آئیں اور طوافِ کعبہ میں مشغول ہوگئیں اسی حالت میں آثارِ وضع حمل اِن پر ظاہر ہوئے اور خانۂ کعبہ کے باہر نہ جاسکتی تھیں پس انہوں نے روئے نیاز ملک بے نیاز کی طرف کرکے اِلتجا کی کہ اَے صاحبِ خانہ، اَے معبودِ یگانہ میں تجھ پر اَور اَنبیاءؑ و مُرسلین پر ایمان رکھتی ہوں اور اَپنے جدّ ابراہیمؑ خلیل کی پیرو ہوں۔ تجھے واسطہ اس گھر کا اَور بانیٔ خانہ کا وَاسطہ، اس فرزند کا واسطہ جو میرے شکم میں امانت ہے کہ تو اِس ولادت کو میرے واسطے آسان بنادے۔

یزید ابنِ قعنب کہتے ہیں کہ اُدھر دُعائے فاطمہؑ بنتِ اَسد ختم ہوئی، اَور ہم نے دیکھا دیوارِ کعبہ شق ہوئی۔ فاطمہؑ اندر داخل ہوئیں اور پھر دیوار اِس طرح مل گئی کہ اَثر بھی باقی نہ رَہا۔ اِس عجیب واقعہ کو دیکھ کر ہم نے کوشش کی کہ دروازۂ کعبہ کو کھولا جائے مگر وہ نہ کھل سکا تو سمجھ میں آیا کہ یہ کوئی راز ہے اَسرارِ الٰہیہ میں سے تین رُوز گزر گئے تو چوتھے دِن ہم نے دیکھا کہ فاطمہ بنتِ اَسَد بچّہ کو لیے خانۂ کعبہ سے یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ میں دُنیا کی تمام عورتوں سے اَفضل ہوں مجھے خدا نے اَپنے گھر میں جگہ دی۔ تین روز طعام جنّت سے نوازا اور جب یہ بچّہ پیدا ہوا تو ہاتفِ غیبی نے نِدا دی اور میں نے لاریب سُنا کہ اَے فاطمہ! اِس رفیع القدر بچّہ کا نام علیؑ رکھنا، اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

آپؑ کی ولادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمرِ مبارک تقریباً تیس سال تھی۔ راوی حدیث یزید ابنِ قعنب کہتے ہیں کہ رسولِ خدا، ولادتِ علیؑ سے بہت مسرور ہوئے۔ اِن کا گھوارہ اپنی خواب گاہ ہی میں رکھتے، گھوارہ ہلا ہلا کر لوریاں دیتے، شیر و شربت خود پلاتے۔ سینہ اور کاندھوں پر بٹھاتے خود تربیت فرماتے، اور ساتھ ہی فرماتے۔ یہ میرا بَرادر، وَلی، ناصر کے علاوہ میرا وَصی، خلیفہ نیز میری کریمہ کا شوہر بھی ہے۔ اَپنے دوشِ مبارک پر بٹھا کر مکّہ کے کوچوں میں گھماتے تھے۔ صَلَوٰةُ اللّٰهِ عَلَی الحامِلِ والمحمولِ ط

باب اوّل

بیان حقیقتِ امام وریاست وغیرہ امیرالمومنینؑ اور دیگر ائمہ معصومینؑ میں بارہ فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

اِمامت ریاستِ عامہ: اِمامت جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہوا کہ ریاستِ عامّہ ہے اور امام وہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے بواسطہ پیغمبرؐ مقرر کیا جائے۔ فرقۂ اِمامیہ شیعہ کا اِعتقاد ہے کہ امامت ایک لُطفِ خداوندی ہے بندوں کے حق میں تاکہ بندوں کو حکمِ خدا کے مطابق عبادت اور اطاعتِ الٰہی کی طرف رغبت دِلائے معصیت اور گناہ سے روکے تاکہ شریعت تبدّل وتغیّر، زیادتی اور کمی سے محفوظ رہے۔ ظلم وتعدّی سے منع کرے۔ مشکلات اور قضایا کو حل کرے۔ جب نصبِ امام بندوں پر لطف خداوندی ہوا تو واجب ہوا کہ خدا اپنے بندوں کو اپنے لُطف سے محروم نہ رکھے۔ لہٰذا نصبِ امام واجب ہُوا (اِس سلسلہ میں فرقۂ اہلسنّت نے جو اعتراضات کیے ہیں اور مصنّف کتابِ ہٰذا نے اس کے شافی اور کافی جوابات دیے ہیں ان کو مُتلاشیانِ حق، اَصل کتاب ''حدیقۃ الشیعہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصل دُوم

افضلیت امام: امام کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ رعیّت سے افضل ہو۔ فرقہ اِمامیہ کا اِس پر ایمان و ایقان ہے کہ امام جملہ صفاتِ عالیہ یعنی علم و عمل، زُہد و اِتقاء، کرم وجود، شجاعت وہمّت، عصمت و عِفّت اور حَسب ونسب وغیرہ میں پیغمبرؐ خدا کی طرح افضل واکمل ہو۔ اگر امام رعیّت سے افضل نہ ہوگا تو تفضیل مفضول علیٰ فاضل لازم آئے گی اور اگر مساوی ہوگا تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ خداوند عالم، قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا حق طرف ہدایت کرنے کے لیے عالم بحق بہتر ہے یا وہ جو کہ خود محتاجِ ہدایت ہو۔

کیوں ہے محتاجِ ہدایت سے ہدایت کی طلب
ہاتھ پھیلاتا ہے کب کوئی گدا کے سامنے

لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے، یہ کیسے فیصلے کرتے ہو اور ایک دوسرے مقام پر اُن لوگوں کی مذمّت میں فرماتا ہے جو کہ کچھ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے۔

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (سورۂ البقر، آیت نمبر ۱۷)

اگر امام کے لیے افضلیت کی ضرورت نہ ہو اور منجانب خدا و رسولؐ معین نہ ہو۔ تو ایک بڑی قباحت یہ پیدا ہوگی کہ ایک ہی وقت میں بلکہ ایک ہی شہر میں بہت سے امام ہوسکتے ہیں۔ جس کا جس کو جی چاہے اس کی بیعت کرسکتا ہے اور کثرتِ ائمہ سے ایک فتنہ عظیم بَرپا ہوسکتا ہے۔ حالانکہ امام کی ضرورت صرف اس لیے ہے کہ دافع فِتنہ فساد ہو۔

فصل سُوم

طریقۂ تعیّنِ اِمام: قولِ رسولؐ: من مات...... الخ سے سابقاً یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر زمانہ میں امام ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی اُسے معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ چونکہ معصوم کو کوئی نہیں جان اور پہچان سکتا سوائے علّام الغیوب کے لہٰذا ضروری ہوا کہ اُس کا تعیّن من جانب خدا یا رسولؐ ہو۔ کیونکہ وہ بھی تعیّن منجانب خدا ہی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ خدا اور اس کا رسول، بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں۔ چنانچہ رسولؐ خدا نے بندوں کو جُزوی امور میں بھی اِن کی سہولت اور آسانی کے لیے راہ دکھلائی ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، بلکہ قضائے حاجت اور اِستنجا تک کے اِحکامات بتلا کر بندوں پر احسان فرمایا۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ کام جو سب سے ضروری تھا اور اتنا ضروری جس کو خود جاہل بندوں نے بھی اِس قدر ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین رسولؐ کی پرواہ بھی نہ کی اور اس کام کو انجام دیا۔ بھلا اس کو خدا و رسولؐ، ماں باپ سے زیادہ شفیق بھول سکتے تھے۔ خدا کے لیے سوچو اور غور کرو کہ اِتنی معمولی باتیں بُول و بَراز تک کے طریقے تو بتلا دیے اور اِامامت جیسی ضروری کو بتلائے بغیر ہی کہہ دیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۳):

یہ بات کیا کسی صاحبِ عقل کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

ایک مرتبہ امام حسن عسکری علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا: یا بن رسولؐ اللہ اگر اُمّت پیغمبرؐ برائے نظم و نسق کسی کو اُمّت میں ہی سے پیشوا بنالے تو کیا ہرج ہے؟

امامؑ نے اپنے فرزند ارجمند امام محمد مہدیؑ (جو بہت ہی کمسن تھے) سے فرمایا:

اس شخص کے سوال کا جواب دو۔ اُس کمسن بچّے نے اس شخص سے پوچھا: کہ جس کو اُمّت اپنا پیشوا بنائے کیا اُس کا عالِم و فاضل ہونا ضروری ہے؟

اُس شخص نے کہا: بے شک ضروری ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: کہ یہ کیا ممکن ہے کہ جس کو اہل علم و فضل سمجھ کر منتخب کیا ہو وہ ویسا ہو اور بعد میں یہ بھی معلوم ہو کہ یہ اہلِ فساد میں سے ہے۔

اُس شخص نے کہا: یہ بھی ممکن ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: اِسی وجہ سے اُمّت کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے کسی کو منتخب کر کے اِس کے اہل علم و فضل ہونے کا ٹھیکا لے لیں۔

نوٹ: نماز کا واقعہ جس کو ''امامت'' کی دلیل میں پیش کیا گیا ہے اُس کا جواب کتاب حدیقۃ الشیعہ میں صفحہ ۲۸ پر مفصّل ملاحظہ کیجیے اور ''واقعۂ فِدک، انہدامِ دَروازہ بنتِ رسولؐ، طلبِ بیعت از علیؑ، شہادتِ حضرت محسن، یہ تمام واقعات بالوضاحت صفحہ مذکور پر دیکھیے۔ اِس ترجمہ میں ہم نے اِس مبحث کا ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔ حالانکہ یہ سارے واقعات ''اہلسنّت'' کی معتبر کتب سے نقل کیے گئے ہیں۔

فصل چہارم

امام برحق: اُمتِ مسلمہ کے ہر فرقہ کے نزدیک خواہ ''امامیہ'' ہو یا ''زیدیہ''۔ ''اسماعیلیہ'' ہو یا ''اہلسنّت''۔ امام برحق علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اہلسنّت چوتھا امام مانتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے امام برحق بلافصل ہونے کی عقلی اور نقلی دلائل بے شمار ہیں۔ ہم اِس وقت بہ نظر اختصار صرف بارہ دلائل تحریر کر رہے ہیں۔

(۱) دلیل: واجب ہے کہ امام معصوم ہو جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ سوائے آپ کے اور کوئی شخص کسی کے نزدیک بھی معصوم نہیں تھا، لہٰذا آپ ہی صرف امام تھے۔

(۲) دلیل: اِمام کے لیے ضروری ہے کہ خدا یا خدا کے رسولؐ کی جانب سے مقرّر کیا ہوا ہو۔ اور ایسا کوئی اِمام نہیں جس کے متعلّق یہ کہا گیا ہو کہ یہ منجانب اللہ ہے۔ مگر صرف علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام۔

(۳) دلیل: امام کے لیے واجب ہے کہ وہ عوام النّاس (رَعیّت) سے اَفضل ہو اَور ہر وہ چیز جس کی عوام النّاس (رعیّت) کو اِحتیاج ہو اِس کا عالم ہو اور اگر ایسا نہ ہوگا، تو وہ بھی کسی دوسرے امام کا محتاج ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السّلام ہی کی ذات والا صِفات وہ تھی جس نے کسی سوال کے متعلق کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں فرمایا۔ تاریخ شاہد ہے۔

(۴) دلیل: اِمام کے واسطے ضروری ہے کہ کُفر نے اس کو مَس بھی نہ کیا ہو۔ چنانچہ کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے بعد اُس کا خلیفہ وہ ہوا ہو جس نے ایک لمحہ کے لیے بھی کُفر کی زندگی بسر کی ہو۔ چہ جائے کہ چہل (۴۰) سال عمر عزیز گزشت، والا

مضمون ہو۔ بعدِ رسولؐ، سوائے علی علیہ السّلام، کوئی ایسا نہیں جس نے پیشانی بتوں کے سامنے نہ جھکائی ہو۔ لہٰذا افضل الرّسل خاتم الانبیاء کا خلیفہ وہ کیسے ہوسکتا ہے جس کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھک چکی ہو۔

(۵) دلیل: اِمامت چونکہ ریاست عامّہ ہے اور کوئی اس ریاست کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ مگر وہ جس میں کہ صفتِ زُہد، عِلم، عبادت، شجاعت اور ایمان بدرجہ اَتم موجود ہو۔ لہٰذا ایسا کامل الصّفات سِوائے علیؑ ابنِ ابی طالب کوئی اور نہ تھا جس کا ذکرِ مفصّل آئندہ آرہا ہے۔

(٦) دلیل: کوئی رسول، اَز آدمؑ تا آخری نبی دُنیا سے نہیں گیا جب تک اَپنا خلیفہ اور جانشین اَپنی ہی ذرّیت اور اقرباء میں سے نہ بنا گیا ہو چنانچہ آدمؑ نے شیثؑ کو اور انہوں نے ادریسؑ کو، اور نوحؑ نے اپنے بیٹے سامؑ کو، اِسی طرح ہر نبی نے اپنے بیٹے کو حتیٰ کہ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ واسحاقؑ کو، اسحاقؑ نے یعقوبؑ کو انہوں نے یوسفؑ کو، پھر موسیٰؑ نے ہارونؑ کو اور داؤدؑ نے سلیمانؑ کو، انہوں نے زکریاؑ کو، انہوں نے یحییٰؑ کو اور پھر عیسیٰؑ نے اپنے خالہ زاد بھائی شمعونؑ کو۔ لہٰذا ہمارے رسولؐ پر بھی بربناء حکم خداوندی کہ: سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۷) ترجمہ: اَے رسولؐ تم بھی سنّتِ اَنبیاء پر چلو۔

لازم تھا کہ وہ اپنی ذرّیت ہی میں سے اَفضل ترین انسان کو اپنی حیات ہی میں منتخب کرکے جائیں۔

(۷) دلیل: بہتّر (۷۲) یا تہتّر (۷۳) فرقوں میں سے کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جو علیؑ کا مدّاح اور ثناء خواں نہ ہو اور اُن کو خلیفہ نہ مانتا ہو البتہ بِلا فصل اور بالفصل میں اِختلاف ہے لہٰذا آپؑ کی خلافت پر اجماعِ امّت ہے اَلبتہ اَوروں کے لیے اِختلاف ہے۔ لہٰذا متفق علیہ کی اقتداء مختلف فیہ کی بہ نسبت اولیٰ ہے۔

(۸) دلیل: ہر ملّت اور ہر مذہب کو اس پر اِتفاق ہے کہ علیؑ جمیع صفاتِ کمال،

زُہد و ورع، تقویٰ، سخاوت، شجاعت، علمِ وقرابت رسولؐ، عدالت اور عصمت کے حامل تھے اَوروں کے متعلق تمام مذاہب متفق ہیں کہ وہ معصوم نہ تھے بلکہ عرصہ دراز کے بعد اِسلام لائے۔ عدالت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔

(۹) دلیل: حضرت علیؑ منتخب کردہ رسولؐ تھے جس کے اِنتخاب میں غلطی کا اِمکان نہیں اور لوگ، عوام کے منتخب کردہ تھے جس میں غلطی کا اِمکان ہے جو خود منبر پر کہتے تھے کہ ہم اس کے اہل نہیں، اَور علیؑ منبر پر فرماتے تھے: سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی پوچھو مجھ سے جو چاہو قبل اِس کے کہ تم مجھے کھودو۔

(۱۰) دلیل: کہا جاتا ہے کہ رسولؐ نے بغیر تعیّنِ جانشین رحلت فرمائی اور کوئی وصیّت نہیں کی۔ لہٰذا وصیّت باطل ہوئی۔

(۱۱) دلیل: چونکہ اُمّت محتاج اِمام معصوم ہے اور امام کا معصوم ہونا اُمّت کے حق میں امام غیر معصوم ہونے سے کہیں بہتر ہے اور خدا اُس پر قادر تھا کہ وہ امام معصوم مقرر فرمائے لہٰذا اُس کو ہم پر واجب تھا کہ وہ اپنی مخلوق کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے کی وجہ سے امام معصوم مقرر فرمائے۔

(۱۲) دلیل: جب مہاجرین اور اَنصار میں تعیّن خلافت پر نزاع بڑھا تو مہاجرین کی اِس دَلیل پر کہ خلیفہ قریش سے ہونا چاہیے اَور وہ جس کو رسولؐ خدا سے قرابت ہو۔ لہٰذا اِس دلیل کے مطابق حضرت علیؑ، اَخِیِ رسولؐ زیادہ مستحق تھے۔

خلافت حضرت علیؑ پر ۵۷ آیات مع وضاحت

خلافتِ حضرت علیؑ ثابت ہوجانے کے بعد دلائل نقلی جو کہ بے شمار ہیں اُن میں سے چند آیاتِ قرآنی اور چند حدیثیں جن کو مخالف اور موافق سب نے نقل کیا ہے اور کسی کو اُن سے اِنکار نہیں ہے، نقل کی جاتی ہیں:

(۱) آیتِ اوّل:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۵) ترجمہ: تمہارا حاکم نہیں ہے۔ مگر سوائے خدا اور رسولؐ خدا کے اور اُن لوگوں کے جو ایمان لائے، نماز پڑھتے ہیں، اور درمیان نماز حالتِ رکوع میں مستحق کو زکوٰۃ دیتے ہیں۔

تمام ملّتِ محمّدیہؐ کے مفسّرین اِس پر متفق ہیں کہ یہ آیۂ وافی ہدایہ شانِ اَمیر المومنینؑ میں نازل ہوئی ہے کہ حالتِ رکوع میں آپ نے انگشتری سائل کو عطا فرمائی تھی چنانچہ صاحبِ کشاف حنفی و علاّمہ نیشاپوری وشافعی و حافظ اَبونعیم ثعلبی وغیرہم نے نقل کیا ہے اور بہت سے مفسّرین صحاح السّتہ ومسند اَحمد حنبل ومناقب ابنِ مغازی وصحیح نسائی وغیرہم نے لکھا ہے کہ ایک روز رسولِؐ خدا مسجد میں نمازِ ظہر میں مشغول تھے کہ سائلِ مِسکین بصورت فقیر گردِ مسجد سوال کرتا ہُوا نمازیوں کی طرف سے گزرا جب کسی نے کچھ نہ دیا تو اس نے آسمان کی طرف رُخ کرکے بہ مِنّت وزاری درگاہ قاضی الحاجات میں عرض کی:

اَے روزی رسانِ عالم! تو جانتا ہے کہ تیرے پیغمبرؐ کی مسجد سے محروم واپس جارہا ہوں سائل اس وقت حضرت علیؑ کے قریب تھا اور اس کی دِل خراش فریاد آپ نے سنی اور

انگوٹھی والی اُنگلی کو سائل کی طرف بڑھا دیا، سائل نے آپؑ کا مطلب سمجھا اور انگشتری اُتار کر مسجد سے چلا گیا۔ اللہ کا رسولؐ جب نماز سے فارغ ہوا تو فوراً دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بُلند فرمائے اور

عرض کی: الٰہی! جس طرح موسیٰؑ کی دُعا پر تو نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کے بھائی ہارونؑ کو اُن کا وصی (جانشین) بنایا۔ پروردگارا! اُسی طرح میری بھی دُعا قبول فرما اور میرے بھائی علیؑ کو میرا وصی بنا دے۔

راوی کہتا ہے، اَبھی آنحضرتؐ کی دُعا تمام نہ ہوئی تھی کہ جبرئیلِ اَمین منجانب ربِّ جلیل یہ آیۂ وافی ہدایہ لے کر نازل ہوئے، آیت میں چونکہ ''اِنَّمَا'' کلمۂ حصر ہے، لہٰذا معنی یہ ہوئے کہ خدا اَور رسولِؐ خدا اَور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے کے سِوا تمہارا اور کوئی ولی نہیں ہے۔

غزالی جو کہ اہلسنّت میں حجۃ الاسلام کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب ''سِرّ العالمین'' میں رقمطراز ہیں کہ وہ انگشتری حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ نبی کی تھی جو ایک ''جن'' نے تحفتاً حضورؐ کو پیش کی تھی اور رسولؐ کریم نے وہ شاہِ اولیاء حضرت علیؑ کو عطا فرمائی تھی۔

سائل جبریل اَمین تھے جب انگشتری شاہِ اولیاؑ نے سائل کو عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مخالفین نے اِس پر اعتراض کیے ہیں کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ کا ترجمہ یہ ہے کہ جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع بھی کرتے ہیں۔

برین عقل و دانش بباید گریست

جو اَب خطاب مومنین سے ہو رہا ہے وہ کون سا مومن اَیسا ہے جو نماز پڑھتا ہو اَور رکوع نہ کرتا ہو۔ پھر نماز کے بعد رکوع کا اِضافہ بے معنی ہو جائے گا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے متعلّق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے خشوع اور

خضوع کا یہ عالم تھا کہ ایک جنگ میں آپ کے پائے اقدس میں ایک تیر لگ گیا تھا جو حالتِ نماز میں نکال لیا گیا اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ کیسی نماز تھی کہ سائل کی آواز بھی سُن لی، فصلِ کثیر بھی حالتِ نماز میں واقع ہوا اور نماز بھی باقی رہی۔

جواب: امیرالمومنینؑ کا حالتِ نماز میں عالمِ محویت کچھ اس سے بھی زیادہ تھا جو بیان کیا جاتا ہے مگر سائل کی طرف آپ کا اِلتفات بحالتِ نماز یہ نہیں بتلاتا کہ آپؑ غیراللہ کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔ بلکہ برعکس اس کے یہ اِلتفات آپ کا عینِ اِلتفات حق تعالیٰ تھا اور اُنگلی کا صرف ہلانا فعل کثیر اور مبطل نماز نہیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو سب اِس قسم کے اِعتراضات خداوند عالم پر ہیں کہ اُس نے ایک فعل غیرمحمود کے واقع ہونے پر ایک قصیدۂ علیؑ کی شان میں کہہ کر رسولؐ کے پاس بھیج دیا۔

(۲) آیت (آیہ مُباہلہ):

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۶۱)

آیۂ شریفہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ علماء نصاریٰ نے حضرت ختمی مرتبت سے مُباہلہ (مناظرہ) یعنی مُباحثہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے نہ تھے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کا کوئی باپ نہ تھا اس لیے اِن کو خدا کا بیٹا کہنا چاہیے۔ بندۂ خدا کہنا اِن کو بے ادبی ہے۔

پس آیت نازل ہوئی کہ اِن سے کہہ دو کہ عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے جن کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عیسیٰؑ بغیر باپ کے خدا کے بیٹے ہوسکتے ہیں تو پھر آدمؑ کو جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، کیا کہو گے؟ اس معقول جواب کے بعد بھی وہ کج بحثی پر قائم رہے تو خداوند عالم نے آیتِ مذکورہ نازل فرمائی کہ ان سے کہو "ہم اپنے بیٹوں کو لائیں، تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو لائیں، تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لائیں، تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر ہم دونوں لعنت کریں جھوٹوں پر تاکہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر اپنا عذاب نازل کرے۔"

چنانچہ مُباہلہ طے پا گیا اور دوسرے روز ماینطق عن الھوی ،تابع حکم خدا ختمیؑ مرتبت ، حسنؑ وحسینؑ فاطمہؑ اور علیؑ کو لے کر میدان مُباہلہ میں آیت کی تصویر بن کر آئے۔ حُسینؑ آغوش میں، حسنؑ اپنے نانا کی انگشتِ شہادت تھامے ہوئے۔ فاطمہؑ زہرا آپؐ کی پس پشت اور علیؑ مرتضیٰ، فاطمہ زہراؑ کے پیچھے تھے۔

پھر حضورؐ پُر نور نے فرمایا: کہ جب میں ''دُعا'' کروں تو تُم سب ''آمین'' کہنا۔ پس عیسائیوں کا سردار (اُسقف نامی) اپنے لوگوں سے کہنے لگا: کہ میں مسلمانوں کے پیغمبرؐ کے ساتھ کچھ صورتیں اَیسی دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دُعا کردیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ اے گروہِ نصاریٰ (عیسائی) ہرگز ہرگز اِن سے ''مباہلہ'' نہ کرنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے اور قوم نجران روئے زمین پر حرفِ غلط کی طرح مِٹ جائے گی۔ نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ نصاریٰ صلح کرکے واپس ہو گئے۔

یہ آیت، علی مرتضیٰؑ کی امامت پر بجائے خود مستحکم دلیل ہے کیونکہ اِس آیت میں پروردگار عالم نے آپ کو نفسِ رسولؐ فرمایا ہے۔ اور نفسِ رسولؐ کے ہوتے ہوئے دوسرا جانشینِ رسولؐ نہیں ہوسکتا۔ معترضین نے کہا ہے کہ ''نفس'' سے یہاں مراد خود رسولؐ ہیں جو عقلاً ونقلاً بہرصورت غلط ہے۔ اس لیے کہ رسولؐ فرمارہے ہم اپنے ''نفسوں'' کو لائیں اور لانے والا جس کو لائے اُس کے غیر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ''نفس'' سے سوائے علیؑ اور کوئی دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ صاحبِ کشاف اور ابنِ حُجر جو علما اہلسنّت ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اصحابِ کِساء'' کی فضیلت میں اِس سے بہتر دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔ حضرت علیؑ نے مجلسِ شوریٰ میں مُشیروں کے سامنے فرمایا کہ میں تمہیں رسولؐ خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی میرے سوا بھی ''نفس رسولؐ'' ہوسکتا ہے؟ سب خاموش رہے!!

(۳) آیت (آیۂ تطہیر):

یہ بات عقلاً پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ امام صفتِ عصمت سے متصف ہونا چاہیے۔ نیز

یہ کہ وہ ہر گناہ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ سے مُبّرہ و منزّہ ہوتا کہ خلافتِ رسولؐ کا صحیح حقدار ہو سکے۔
چنانچہ خداوند عالم نے عصمتِ اہلبیتؑ کی تصریح فرمائی:
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔
(سورۂ احزاب آیت ۳۳)
سیّد المحدثین میر عطا اللہ حسینی نے کتاب تحفۃ الاحیاء میں تحریر فرمایا ہے جس کو جملہ محدثین نے تسلیم کیا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ خانۂ امِ سلمہؓ میں سو رہے تھے کہ حسنؑ اور حسینؑ آئے اور رسولِ خداؐ کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر فاطمہؑ و علیؑ آئے۔ رسالتمآب جب بیدار ہوئے تو ان لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور سب کو اپنی عبا میں لے لیا۔ پھر درگاہِ خداوندی میں ہاتھ بلند کر کے عرض کی: ''اے پالنے والے ہر نبی کے اہلِ بیت ہوتے ہیں، یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے ہر قسم کی رجس کو دور فرما جو دور کرنے کا حق ہے۔''
فوراً جبریل امینؑ اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ امِ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہی تھی یہ سن کر میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہوں؟......
آنحضرتؐ نے فرمایا: اِنَّكَ عَلَى الْخَيْرِ۔ تم خیر پر ہو مگر میرے صرف یہ اہلِ بیت ہیں جو زیرِ کساء ہیں۔
صحیح مسلم، صحیح ابنِ داؤد، مسند احمد ابن حنبل اور صحاح ستہ کی بقیہ کتب احادیث میں بھی یہ حدیث مختلف طریق سے بیان کی گئی ہے۔ بعض مخالفین نے کہا ہے کہ یہ آیت ازواجِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ تذکرۂ ازواج کے درمیان یہ آیت آئی ہے۔
جواب: آیت مذکورہ میں تمام ترجمہ مذکر کی ضمیریں آئی ہیں جو بتلاتی ہیں اس میں ازواج ہرگز شامل نہیں ہیں۔ رہا یہ کہ اس آیت کو نساء کے سلسلے میں کیوں لکھا گیا؟...... یہ قران جمع کرنے والوں سے پوچھئے۔ پھر تمام راوی متفق ہیں کہ یہ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) آیۂ فی ہدایہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)۔

ترجمہ: کہہ دو اے رسولؐ کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا اجرِ رسالت، مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے مودّت کرو۔

احمد حنبل نے اپنی کتاب مسند میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر صحیحین وغیرہ میں نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے سوال کیا کہ:

یا رسولؐ اللہ من قرابتك الذین وجبت علینا مودّتھم۔

یعنی وہ آپؐ کے قرابت دار کون ہیں۔ جن کی مودّت حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے۔

حضورؐ نے جواب میں فرمایا: علیؑ اور فاطمہؑ اور اُن کے دونوں پسر۔

چونکہ مودّت (۱) اِن کی مطابقِ فرمانِ الٰہی واجب ہے لہٰذا اطاعت اور فرمانبرداری بھی واجب ہے اور رہے گی۔ گویا خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ اَے رسولؐ! تم نے جو اَذیتیں اَمرِ رسالت میں اُٹھائیں اور اِس سلسلہ میں قریش سے عداوت مول لی۔ ترکِ وطن کیا۔ کفّار سے جنگیں لڑیں اور دیگر صعوبتیں برداشت کیں۔ ان سے کہہ دو کہ ہم تم اسے اِس کا اَجر کچھ نہیں چاہتے، مگر صرف اِس کے کہ تم ہمارے اَقرباء سے مودّت کرو۔ گویا تمام تر کار ہائے رسالت کا بدلہ صرف مودّتِ قربیٰ ہے۔ جس میں خود مودّت کرنے والوں ہی کا فائدہ ہے کہ اگر آلِ رسولؐ سے مودّت ومحبّت کی تو صحیح پیغامِ رسولؐ پر عمل ہوتا رہے گا۔

اِس سے یہ بھی واضح ہوا کہ خداوند عالم جس کی مودّت کا حکم دے گا۔ وہ معصوم بھی ضرور ہوگا کیونکہ خدا کبھی جائز الخطا کی مودّت اور اطاعت کا حکم نہیں دے سکتا۔ ایک نکتہ اس میں یہ بھی ہے کہ آلِ محمدؐ سے عداوت رکھنے والے کو رسولِؐ خدا نفرت کی نظر سے دیکھتے

(۱) محبت کا مطلب ہے کسی شے کو اچھا پا کر اسے اپنا لینے کی تمنا کرنا اور مودت کا مطلب ہے کسی شے کو اچھا پا کر اس کے قائم رہنے کی تمنا کرنا۔

تو دُنیا کہتی کہ نبی کریمؐ، مومنوں کو بہ نظرِ نفرت دیکھتے ہیں۔ اِس لیے خداوند عالم نے یہ آیت نازل کر کے اس اِعتراض کا دَفعیہ فرما دیا۔ اب جو کوئی آلِ رسولؐ سے دشمنی رکھے گا، خلافِ حکمِ خدا کام کرے گا اور کافر قرار پائے گا۔ لہٰذا کافر کو پیغمبرِ اَطہر کا نفرت سے دیکھنا قابلِ اِعتراض نہیں۔

نوٹ مترجم: جب رسالت مآبؐ کے جملہ اُمور و پیغامات نماز و روزہ وغیرہ کا اَجر مودّتِ قربیٰ قرار پایا تو اِن احکامات کی ادائیگی بغیر اَجرِ رسالت ادا کئے ہوئے ناجائز اور بے کار ہوگی۔

پہلے کرلو حاجیو اَجرِ رسالت تو ادا
سُنتے ہیں مقروض کو حج پہ نہ جانا چاہیے(۱)

(۵) آیت (ہل اتیٰ):

اکثر مُفسّرین اَہلسنّت مثلاً صاحبِ کشاف بیضاوی و واقدی و فخرالدین رازی و علاّمہ نیشاپوری وغیرہم نے تحریر کیا ہے اور مفسّرین ائمہ نقل کرتے ہیں کہ یہ سورہ اَہلِ بیتِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوا ہے یعنی علیؑ، فاطمہؑ اور حسنین علیہم السّلام۔ شان نزول سورہ وافی ہدایہ کی یہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہوئے، تو حضرت علیؑ و فاطمہ الزہراؑ، اور کنیز فضہ نے نذر مانی کی بعد صحتِ مسلسل تین روزے بطور شکرانہ باری تعالیٰ رکھیں گے۔

جب اِس شافیِ مطلق نے حسنینؑ کو شفا بخشی تو سب نے ایفاءِ نذر کا اِرادہ کیا لیکن گھر میں کچھ نہ تھا۔ حضرت اَمیر المومنینؑ نے ایک یہودی سے تین صاع شعیر (جَو) بطور قرض لیے۔ فاطمۃ الزہراؑ نے پہلے روز ایک صاع جَو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کیں، جب اَمیر المومنینؑ نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر گھر آئے تو جناب فاطمہؑ نے روٹیاں سامنے رکھ دیں تا کہ روزہ افطار کیا جائے۔ اِسی اثناء میں ایک سائل نے دروازہ پر آکر صدا دی کہ

(۱) یہ شاعر کی عقیدت کا انداز ہے ورنہ فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ قرض لے کر بھی حج کیا جاسکتا ہے۔

اَے اہلبیتِ نبیؐ، میں مسکین ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو تمہیں اللہ تعالیٰ طعامِ جنّت سے نوازے۔ حضرت علیؑ نے اپنی روٹی مسکین کو دے دی۔ یہ دیکھ کر جناب فاطمہؑ و حسنینؑ اور فِضّہ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں اُس کو دے دیں۔ روزہ پانی سے اَفطار ہوا۔

دوسرے دِن پھر ایک صاع کی پانچ روٹیاں تیار ہوئیں اور وقتِ اَفطار ایک یتیم نے آواز دی اور اس صدا کو سُن کر سب نے اپنی روٹیاں اُس یتیم کو دے دیں اور پانی سے روزہ اَفطار ہوا۔ تیسرے روز پھر حسبِ سابق پانچ روٹیاں تیار کیں اور آج ایک اَسیر نے اُسی طرح سوال کیا۔ سب نے آج بھی اپنی اپنی ساری روٹیاں اُس اَسیر سوالی کو دے دیں۔

بعض مفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے اِن مخصوص بندوں کے اِیثار و کرم کے دِکھلانے کے لیے ہر روز ایک فرشتہ بھیجا تھا۔ القصہ چوتھے دِن آنحضرتؐ خانۂ جنابِ سیّدہؑ میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سب کے چہرے بھوک سے نڈھال ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے فوراً دُعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور کہا، بارِ خدا! تیرے رسولؐ کے اہل بیت بھوک سے بیتاب ہیں۔ دُعا ابھی تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ جبرئیل امین منجانبِ ربِّ جلیل نازل ہوئے اور کہا میں ایک سورہ لایا ہوں، جس میں ربّ العزّت نے مُبارکباد دِی ہے۔ پھر پڑھ کر سُنایا، حضرت ختمیؐ مرتبت اس عطیۂ عظمیٰ پر شکرِ الٰہی بجا لائے۔

صاحبِ کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ اِس میں کسی فرقے کو اِختلاف نہیں کہ یہ سورہ شانِ اہلبیتِ نبیؐ میں نازل ہوا ہے۔ ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب طرائف میں فرماتے ہیں کہ ثعلبی جو ایک معتبر مفسّر اہلسنّت سے ہیں اپنی کتاب میں بحوالہ محمد بن علی مغازلی لکھتے ہیں کہ بعدِ اِیثارِ اہلبیت اور بعدِ نزولِ ہل اتیٰ (سورۃ الدہر، آیت نمبر ۸ و ۹) واہب العطایا نے اہلبیت کے واسطے طعامِ جنّت بھیجا۔ جو سات روز تک اہلبیتِ رسولؐ کھاتے رہے۔

محمد بن یوسف شافعی نے اپنی کتاب کفایت الطّالب میں یہ پورا واقعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ رسولؐ خدا نے اپنے اہلبیت کی گرسنگی دیکھ کر دستِ دعا بلند کیے اور کہا، اے اللہ!

نازل فرما محمدؐ پر طعام جس طرح نازل فرمایا تو نے مریمؑ بنتِ عمران پر۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سب کو رسولؐ خدا ایک حُجرہ میں لے گئے جہاں ایک جواہرات کے کاسہ میں نہایت خوشبودار مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ اہلبیت رسولؐ سات روز تک کھاتے رہے لیکن ایک ماشہ بھی کم نہ ہوا۔ آٹھویں دِن صبح کو ہمسایہ کی یہودی عورت نے امام حسنؑ کے ہاتھ میں اُس مُرغ کے گوشت کی ہڈی دیکھی اور کہا کہ یہ اِتنی خوشبودار کہاں سے آئی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا، عالِم الغیب نے عطا فرمائی ہے۔ یہودیہ نے چاہا کہ وہ ہڈی اِن سے میں لے لوں، اِتنے ہی میں وہ ہڈی غائب ہوگئی اور وہ کاسہ بھی۔۔۔ رسولؐ اللہ نے جب سُنا تو فرمایا اس کا اظہار نہ ہوتا تو وہ کاسہ تا رُوزِ قیامت خانۂ اہلبیت میں باقی رہتا۔

بعض حضرات یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ تین روز تک متواتر حالتِ گرسنگی میں روزے رکھنا کس طرح ممکن ہے۔ حالانکہ آستانۂ رسولؐ سے منسلک ہونے والے صوفیوں کے چالیس چالیس روز کے چلّوں پر جو گرسنگی کی حالت میں رہتے ہیں کوئی اِعتراض اور اِستعجاب نہیں۔ (عرض مترجم) ایک مشہور معترض نے جنابِ امیرالمومنینؑ کو سائل کے سوال سے زیادہ عطا کرتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ اے علیؑ: لَا خَیرَ فِی الْاَسْرَافِ

یعنی اَسراف میں خَیر نہیں ہے۔

علیؑ ابنِ ابی طالب نے فوراً جواب دیا۔ لاَ اَسْرَافَ فِی الْخَیْرِ یعنی خیر میں اَسراف نہیں۔ (سُبحان اللہ)۔

(۶) آیت (آیۂ کریمہ):

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

(سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۰۷)

ترجمہ: کچھ لوگ فروخت کر دیتے ہیں اپنے نفس کو رضائے خدا کے بدلے۔

مفسّرین اہلسنّت مثلاً ثعلبی، فخر الدین رازی، نظام الدّین نیشاپوری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت علی المرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب خدا کے رسولؐ کو مشرکینِ مکہ

نے بہت ستایا تو آپؐ نے مدینہ ہجرت کرنے کا اِرادہ فرمایا، کیونکہ مدینہ میں بعض لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ لہٰذا پہلے مسلمانانِ مکّہ کو حکم ہوا کہ وہ بتدریج مدینہ روانہ ہو جائیں۔

یہ بعثتِ رسولؐ کا تیرھواں سال تھا۔ کفارِ قریش اس خبر سے ڈرے کہ اگر یہ مدینہ پہنچ گئے تو پھر اِن کی قوّت بڑھ جائے گی اور مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک سردار لیا جائے اور پھر سب مِل کر حضرتؐ کو قتل کر دیں تا کہ بنی عبد مناف تمام قبائل سے اِنتقام نہ لے سکیں۔ چنانچہ جبریلؑ امین نے سرورؐ کونین کو کُفّار کے اس منصوبہ سے آگاہ کیا اور پیغامِ ربّ العزّت پہنچایا کہ جب رات ہو جائے تو علیؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر گھر سے مدینہ کی طرف نکل جاؤ۔

حضورؐ نے علیؑ المرتضٰی کو بُلایا اور قصدِ کفار اور اَمرِ ربی ؔ سے مطلّع فرمایا۔ امیر المومنینؑ نے رسولِ خداؐ سے سوال کیا کہ اگر میں آپؐ کے بستر پر سو جاؤں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ حضرتؐ نے فرمایا، بے شک! علیؑ مسکرائے اور سجدۂ شکر بجا لائے۔ یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جس کی ابتداء امیر المومنینؑ سے ہوئی۔ جب رات ہوئی امیر المومنینؑ، آنحضرتؐ کی سبز چادر اُوڑھ کر بسترِ رسولؐ پر سو رہے اور نیابتِ رسولؐ بجا لائے۔

مشرکین تمام رات گھر کا محاصرہ کیے رہے تا کہ صبح کو مقررہ منصوبے کو انجام تک پہنچائیں اور تمام بنی ہاشم دیکھ لیں کہ یہ کسی ایک کا کام نہیں تھا بلکہ مکّہ کے تمام تر قبائل اس کام میں شریک تھے۔ جب صبح ہوئی تو شیرِ خدا علی مرتضٰیؑ کو رسولؐ کے بستر پر دیکھا، شیر خداؑ سے پوچھا محمد کہاں ہیں۔ امیر المومنینؑ نے جواب دیا (فی حفظ اللہ تعالٰی) خدائے تعالٰی کی حفاظت میں۔ سردارانِ مشرکین، حضرت علیؑ کی طرف بڑھے مگر ابولہب نے کہا پہلے محمد کی جستجو کرو ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے نکل جائیں، چنانچہ نشانِ قدم کی رہبری میں غارِ ثور تک پہنچے، دیکھا کہ غار پر مکڑی کا جالا ہے اور اس پر کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں۔ مایوس ہو کر لوٹے۔ اللہ نے اپنے ولی کی ثناء میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب طرائف میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر سرورِ اَولیاء بسترِ رسالتؐ

پر نہ سوتے تو مہم ہجرت اور تبلیغِ رسالتؐ کی ہرگز تکمیل نہ ہوتی۔ یہ واقعہ واقعہ حضرت خلیلؑ خدا سے بھی زیادہ عجیب ہے وہاں حضرت اسماعیلؑ جان دینے کو راضی ہو گئے تھے۔ مگر دِل میں شاید یہ بھی خیال ہو کہ باپ ہے ممکن ہے رحم آ جائے لیکن علیؑ مرتضٰی جان دینے پر اس وقت تیار ہوئے جب کہ جانتے تھے کہ سب تلواریں بے رحم جانی دشمنوں کی ہیں۔

فاضل نیشاپوری نے تفسیر سورۂ لقمان میں بہ سلسلہ زکوٰۃ تحریر کیا ہے کہ عوام پر مال کی زکوٰۃ معیّن ہے اور خواص کے لیے کُل مال، مگر اخص الخواص کے واسطے راہِ خدا میں جان دِے دینا زکوٰۃ ہے۔ غزالی نے کتاب اَحیاءُ العلوم میں لکھا ہے کہ جب ملک الموت خلیلِ خدا کی قبضِ روح کو آئے تو اِس بلند مرتبہ کے باوجود انہوں نے مَلکُ الموت سے کہا کہ:

هَلْ رَأَيْتَ خَلِيْلاً يُمِيْتُ خَلِيْلَهُ یعنی کیا تم نے دیکھا ہے کہ دوست اپنے دوست کو مار ڈالے، جواب ملا: هَلْ رَأَيْتَ حَبِيْباً يَّكْرَهُ لِقَآءَ حَبِيْبِهٖ۔

کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی حبیب اپنے حبیب سے ملنے سے کراہت کرے۔ یہ سُن کر خلیلؑ خدا مرنے پر بخوشی راضی ہوگئے اور شاہِ لَافَتٰی بے چون و چرا ملاقات دوست کے لیے آمادہ ہوگئے چنانچہ مکرر آپؑ فرماتے ہیں کہ موت مجھے خدا کی قسم اس سے بھی زیادہ پیاری ہے جس قدر شیر خوار بچّے کو پستان مادر۔ یہی وجہ ہے کہ جب ضربت ابنِ ملجم سے سر شگافتہ ہوگیا تو آپ نے فرمایا:۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

یعنی ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

ثعلبی نے تفسیر آیۂ مذکورہ میں ذِکر کیا ہے کہ جب رسولؐ عازمِ مدینہ ہوئے، تو امیر المومنین (علیؑ) کو حُکم دیا کہ وہ لوگوں کی ''امانتیں'' جو میرے ذمّہ ہیں اُدا کردیں، اور اپنے بستر پر سُلا کر روانہ ہوئے۔ اس وقت جبرئیل امیں نازل ہوئے اور ختمی مرتبت کو پیغامِ الٰہی سُنایا کہ اللہ تعالیٰ، علیؑ کے اِس ایثار کو دیکھ کر فرشتوں پر فخر و مُباہات فرما رہا ہے، اِس کے بعد رسولؐ خدا مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور آیت نازل ہوئی۔

بعض معاندین نے اَز روئے عناد لکھا ہے کہ یہ آیۂ صہیب رومی کی شان میں اُتری

ہے جب کہ اس نے ہجرت کا ارادہ کیا اور کفارِ قریش مانع آئے تو وہ اپنا سب مال و متاع مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ خداوندِ عالم نے اِن کے اس اِیثار کو دیکھ کر یہ آیت نازل فرمائی۔ مگر دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ آیۂ وافی ہدایہ نے جواب دیا کہ مال کا ذِکر نہیں ہے ورنہ ''مَن یَّشرِی مَالَہ'' ہوتا، یہاں تو ''مَن یَّشرِیْ نَفْسَہ'' ہے۔ جان کا ذکر ہے۔ بہرحال بسترِ رسولؐ پر بعد ہجرتِ رسولؐ سونا اس سے زیادہ جانشینیِ رسولؐ کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔

(۷) آیت (آیۂ نجویٰ)

طرح آیۂ وافی ہدایہ: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ۔ سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۷۴۔

علماءِ تفسیر ثعلبی و واقدی وغیرہ تحریر کرتے ہیں کہ صاحبانِ دولت و ثروت، حضورؐ کی خدمت میں آتے اور گھنٹوں فضول باتیں کرتے حتیٰ کہ تہی دست اور فقراء کو حضورؐ اکرم سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔ یہ بات رسولؐ پر گراں گزری۔ خداوند عالم نے یہ آیۂ وافی ہدایہ نازل فرمائی: ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم چاہو کہ رسولؐ سے نجویٰ(۱) کرو تو اس سے پہلے صدقہ دو پھر رسولؐ سے بات کرو اور یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے۔'' (سورۂ المجادلہ، آیت نمبر ۱۲)

یہ آیت نازل ہوئی تو غربا اپنی بے مائگی کی وجہ سے اور دولت مند اپنے بخل کی وجہ دس روز تک رسولؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ امیر المومنینؑ نے اپنی دستار دس دِرم میں فروخت فرمائی اور ہر روز ایک دِرم صدقہ دیا اور خدمت رسولؐ میں برائے نجویٰ حاضر ہوتے رہے۔

صاحبِ کشف الغمّہ تحریر کرتے ہیں کہ کتاب جمع بین الصحاح الستّہ تفسیر ثعلبی میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ نے فخریہ فرمایا کہ کتابِ خدا میں ایک آیت ہے جس پر

(۱) نجویٰ: دھیمے لہجے میں بات، کھسر پھسر۔

مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد عمل کرے گا۔ وہ آیت یہ ہے۔ جس پر عمل پیرا نہ ہونے کا اصحاب نے بھی اظہار افسوس کیا ہے۔ دیکھیے حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۶۴، اور اسی

حافظ ابونعیم نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ کے پاس مال دُنیا سے چار دِرم باقی تھے۔ ایک دِرم دِن کو اور ایک دِرم رات کو، ایک درم پوشیدہ اور ایک دِرم علانیہ آپؑ نے تصدّق فرمایا اور یہ آیت آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ یہ وہ فضیلت ہے جو کسی غیر کو حاصل نہیں ہوئی۔

(۸) آیت دیگر

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔

ترجمہ: آدمؑ نے اپنے ربّ سے کچھ کلمات سیکھے۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۳۷)

جمہور اہلسنّت نے مفسّرینِ امامیہ کی تائید کی ہے اور ابنِ عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ اصحابِ رسولؐ نے پیغمبرؐ اسلام سے سوال کیا کہ وہ کون سے کلمات ہیں جن سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ جناب ختمیؐ مرتبت نے ارشاد فرمایا، آدمؑ نے خدا سے دُعا کی الٰہی بہ حقِ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ، میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی لہٰذا جن متبرک اسماء کے واسطے سے توبۂ آدمؑ قبول ہو اُن کی افضلیّت میں شک کرنا اِس سے زیادہ جہالت اور کیا ہوگی۔

رسالہ ''حاویہ'' جو اہلسنّت بزرگ کی تصنیف ہے تحریر فرماتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ میں کلمات سے مراد یہ ہے۔ ''یا حامد بحقِّ محمدؐ، یا اعلیٰ بحقِّ علیؑ، یا فاطر بحقِّ فاطمہؑ، یا محسن بحقِّ حسن، یا قدیم الاحسان بحقِّ حسینؑ ففغرلی فتاب علیہ۔''

کتبِ احادیث میں مرقوم ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ اگر دریا روشنائی ہوجائیں اور تمام درخت قلم ہوجائیں، آسمان کاغذ بن جائیں اور تمام جنّ و اِنس لکھنے والے ہوجائیں تو قلم گھس جائیں گے، روشنائی ختم ہوجائے گی، کاغذ تمام ہوجائیں گے، لیکن

فضائل امیرؑ المومنین میں سے دسواں حصہ بھی تحریر نہ ہوسکے گا۔ مترجم۔

بن جائیں روشنائی جو دریا تمام تر　　کاغذ بنے زمین و فلک اور قلم شجر

ملکر لکھیں ثنا تری جن و ملک بشر　　لانا پڑے گا پھر بھی یہ مصرعہ زبان پر

بعد از نبیؐ بزرگ توئی قِصّہ مختصر

(۹) آیت (دیگر آیۂ وافی ہدایہ)

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۹)۔

صحاح ستہ اور دیگر تفاسیر اہلسنّت نے تفسیر اِمامیہ کی تائید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ علیؑ ابنِ ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ عبّاس ابنِ عبدالمطلّب اور طلحہ ابنِ شیبہ فخریہ کہہ رہے تھے کہ ہم سے افضل اور کون ہوسکتا ہے۔ عبّاس کہتے تھے کہ سقایتِ حاج اور چاہِ زمزم پر میرا قبضہ ہے۔ طلحہ ابنِ شیبہ کہتے تھے۔ کہ میں خانۂ کعبہ کا کلید بردار ہوں مجھ سے افضل اور کون ہوسکتا ہے۔

حضرت امیرؑ المومنین نے یہ باتیں سُن کر فرمایا کہ میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں اور سب سے پہلے رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھی اور سب سے زیادہ راہِ خدا میں جہاد کیا ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ اس کا فیصلہ آنحضرتؐ سے کرایا جائے۔ سب خدمت رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئے اور خدا نے تصدیق قول امیرؑ المومنین میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: کیا برابر سمجھتے ہو سقایتِ حج اور امارتِ کعبہ کو اس کے مقابل جو ایمان لایا خدائے تعالیٰ اور روزِ آخرت پر اور جہاد کیا راہِ خدا میں

پس جب علیؑ مرتضیٰ بالمقابل عبّاس و طلحہ از روئے قرآن افضل ہوئے تو پھر دوسروں کا کیا ذکر ہے۔ صاحبانِ دانش خوب جانتے ہیں کہ اہلبیت ''بیت'' سے افضل ہوتے ہیں اور پھر وہ جو اس ''بیت'' میں پیدا ہوا ہو اور جس نے جھوٹے خداؤں کو اس ''بیت'' سے نِکال کر مسلمانوں کے لیے قابلِ طواف بنا دیا ہو۔

''بیت کیا ہے اہلبیتِ مصطفٰےؐ کے سامنے''

(۱۰) آیت (دیگر)

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ

(سورۃ النور آیت نمبر ۳۶)

ثعلبی نے انس بن مالک اور بریدہ نے نقل کیا ہے اور دونوں نے متفقہ یہ بیان دیا ہے کہ جب رسولؐ خدا نے یہ آیت لوگوں کے سامنے پڑھی تو ایک شخص اُٹھا اور سوال کیا، یا رسولؐ اللہ یہ کون سے گھر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، خانۂ انبیاءؑ۔ ایک دوسرے شخص نے سوال کیا، کیا خانہ علیؑ و فاطمہؑ اس میں شامل ہیں۔ فرمایا بے شک بلکہ افضل۔ معنی اس آیۂ وافی ہدایہ کے یہ ہیں کہ خدا اِن گھروں کی عظمت و احترام کا حکم دیتا ہے جس میں اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

معترضین نے کہا ہے کہ آیت عام ہے۔ اگر عام بھی ہو تو علیؑ و فاطمہؑ کا گھر پھر بھی خاص ہے جس میں شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز اَدا ہوتی تھی پھر اس گھر کی خود رسالتؐ مآب نے تصدیق فرمادی ہے۔

(۱۱) آیت نمبر (دیگر)

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۰۔

رزین ابنِ معاویہ جمع بین صحاح ستہ میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی جب کہ طلحہ اور عباس باہمی مفاخرت کرتے تھے، نازل ہوئی۔ ترجمہ: یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، جہاد کیا راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں سے اِن کے درجات خدا کے نزدیک عظیم ہیں۔ ظاہر ہے کہ سبقت ایمان، مہاجرت اور جہاد میں امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب سے کسی کو اَفضلیت حاصل نہیں ہے۔

چنانچہ آیۂ وافی ہدایۃ: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۲۴) کے نازل ہونے پر رسولؐ خدا نے فرمایا: کہ امامت مجھ پر اور علیؑ پر ختم ہوگئی کیونکہ میں نے اور علیؑ نے کبھی بتون کے سامنے پیشانی نہیں جھکائی اور جس نے ایک مرتبہ بھی بتوں کے سامنے پیشانی جھکائی وہ ظالمین میں سے ہوگیا۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (سورۂ لقمان، آیت نمبر ۱۳) لہٰذا مشرک امام نہیں ہوسکتا۔

(۱۲) آیت (دیگر)

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (سورۃ الرعد، آیت نمبر ۷)۔

ترجمہ: صرف تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

کتاب ''فردوس'' میں جو کتب اہلسنّت کی ہے۔ حافظ ابونعیم اہلسنّت سے اور ابنِ عباس سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے: میں ڈرانے والا ہوں، عذابِ دوزخ سے، اور علیؑ ہادی و رہنمائے قوم ہیں اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے دستِ مبارک اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا: کہ میں مُنذِر (ڈرانے والا) ہوں اور علیؑ ہادی۔

بعض معترضین نے کہا ہے کہ اگر بہ سلسلہ خلافت اس آیت اور حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو رسولِ خدا کی یہ حدیث بھی ہے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم جس سے خلافتِ ثلاثہ ثابت ہوتی ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ حدیث نہایت ضعیف ہے جس کے راوی کے متعلق قاضی عیاض مالکی مذہب شارح کتاب شفاء نے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ اس کا راوی حارث ابنِ حصّین ہے جو نہایت غیر معروف اور مجہول ہے۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر ہی لیا جائے تو بہت سے اصحاب مرتد و کافر ہوگئے اور

دین سے منحرف ہوگئے۔ ان کی پیروی کر کے راہِ ہدایت کب حاصل ہوسکتی ہے۔ لہٰذا حدیث مذکور ناقابلِ اعتماد ہے۔

(۱۳) آیت (دیگر)

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۱۰، ۱۱ اور ۱۲)

ترجمہ: ایمان و اطاعت اور ہر فضیلت میں سبقت رکھنے والے ہی اللہ کے مقرب جنّتی ہیں۔ حافظ ابن نعیم اہلسنّت اور ابنِ مغازلی شافعی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ سبقت حاصل کی یوشع بن نون نے پیروی موسیٰؑ کر کے اور شمعونؑ نے عیسیٰؑ کی پیروی کر کے اور اِس امّت میں علیؑ نے میری پیروی کر کے سبقت حاصل کی جس سے فضیلت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالب ثابت ہے اور بہ الفاظ دیگر۔

مسلم اوّل شہ مرداں علیؑ

(علامہ اقبالؔ)

(۱۴) آیت (دیگر)

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى (سورۃ النجم آیت ۱ تا ۴)۔

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جو زمین پر نازل ہوا۔ تمہارا پیشوا نہ گمراہ ہوا نہ بھٹکا، اور وہ تو اپنی خواہشِ نفس سے کچھ کہتا ہی نہیں مگر وہ جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ (سورۃ النجم آیت نمبر ۱، ۲)

علّامہ حلّی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب منہاج الکرامہ میں ابنِ مغازلی سے اور انہوں نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ ہم ہاشمی اور کچھ اور لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک سِتارہ بلندی سے نیچے آتا ہوا دِکھائی دیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یہ ستارہ جس گھر میں اُترے گا وہ میرے بعد میرا وصی ہوگا۔ ہر ایک اُس ستارے کی طرف دیکھنے لگا اور ستارہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کے گھر میں اُترا۔ بعض کو از روئے حسد

ناگوار گزرا اور بے اختیار کہہ دیا کہ اے خدا کے رسولؐ، آپ علیؑ کی دوستی میں گمراہ ہوگئے ہیں۔ ابھی یہ الفاظ پورے طور پر ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

لہٰذا بہ مطابق فرمانِ رسولؐ، علیؑ وصّی برحق بعدِ ختمیؐ مرتبت قرار پائے۔ معترضین کے متعلق اَب آپ بتلایئے کہ کیا کہا جائے۔ اسی سلسلۂ وصایت میں سورۂ مبارکہ یعنی ''والعادیات'' ہے۔ کشف الغمّہ اور اکثر تفاسیر میں تحریر ہے کہ وادی الرّمل کے بدّو عرب جمع ہوئے کہ مدینہ پر شبخون ماریں۔ رسولؐ خدا نے ایک کثیر جماعت کو مختلف بہادروں کی سرکردگی میں بھیجا مگر سردھڑ کی بازی لگا کر سر پر پیَر رکھ کر بے سر کیے واپس آئے۔ فرمانِ رسولؐ ہوا کہ علیؑ تم جاؤ۔ حالات کا اندازہ تمہیں ہو ہی چکا ہے جو انتہائی مایوس کُن ہیں مسجدِ اَحزاب تک رسولؐ خود پہنچانے آئے، دُعا فرمائی اور خود مدینہ واپس آگئے۔

حیدرؑ کرّار کے لشکر کو حاسدوں نے بہکایا، دشمن کی طاقت سے ڈرایا۔ سردارِ لشکر کو بھی غلط مشورے دیئے مگر اَمیرالمومنینؑ نے کسی ایک بات کو نہ مانا۔ صبح ابھی نہ ہونے پائی تھی، دشمن خوابِ غفلت میں مدہوش تھے کہ آپ نے دشمن کو جالیا اور حق تعالیٰ نے اپنے ولی کو محمدؐ کے وصی کو فتح و نُصرت عطا فرمائی اور جبرئیل سورۂ ''والعادیات'' لے کر مدینہ پہنچے۔ رسولؐ نے مسلمانوں کو نویدِ ظفر سنائی۔ اُدھر علیؑ بھی فتح کا نشانِ ظفر کا پرچم لہراتے آپہنچے۔ رسولؐ خود وصی کے لینے کو بڑھے، اَصحاب دُورویہ اِستقبال کو کھڑے ہوئے۔

علیؑ، رسولؐ خدا کو دیکھتے ہی احتراماً گھوڑے سے کود پڑے۔ پیغمبر اطہرؐ نے فرمایا، علیؑ! میرا خدا اور میں تم سے راضی اور خوشنود ہوئے۔ اور مزید فرمایا اے علیؑ! اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تمہارے بارے میں بھی لوگ وہی کہنے لگیں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں۔ تو کچھ ایسی باتیں کہتا کہ تم جس طرف سے گزرو تمہارے قدموں کی خاک لوگ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔

حاسدین! پیغمبرؐ خدا کے اِن الفاظ سے پریشان نہ ہوں یہ صاحبِ وحی کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ بلکہ ذرا سکون سے امام شافعی کے یہ اشعار پڑھیں جو بہ لحاظ شہرت

محتاج دلیل نہیں ہیں۔

کفیٰ فی فضل مولانا علّیٍ
وقوع شَکٍّ فیہ انّہ اللّٰہ
ومات الشّافعیُ ولَیس یدری
علّیٌ ربّہ اَم ربّہ اللّٰہ

ترجمہ: مولائے علیؑ کی فضیلت کے واسطے یہ کافی ہے کہ آپؑ کے بارے میں لوگوں کو خدا کا شک ہوا اور شافعی مر گیا مگر نہ سمجھ سکا کہ اس کا رَبّ علیؑ ہے یا اللہ۔

(۱۵) آیت (دیگر)

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ (سورۂ الرحمٰن، آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ: اس نے دو دریا بہائے جو مل جاتے ہیں۔ اِن کے درمیان برزخ ہے۔ تم خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اِن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

اکثر محدّثین اہلسنّت نے انس بن مالک سے۔ بالخصوص ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابونعیم نے ابنِ عبّاس سے نقل کیا ہے کہ بحرین سے مراد فاطمہؑ اور علیؑ، برزخ سے رسولؐ اللہ، اور لؤلؤ و مرجان سے حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ شیخ عزّ الدّین عبدالسّلام نے اپنے رسالہ مدح خلفاء ثلاثہ میں تحریر کیا ہے کہ جب فاطمہؑ زہرا شکمِ مادر میں تھیں اور خدیجہؑ الکبریٰ تنہائی سے گھبراتی تھیں تو فاطمہؑ ہمکلام ہوتیں اور مونسِ تنہائی بنتی تھیں۔ ایک روز رسولؐ خدا نے دیکھا، جناب خدیجہؑ تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہی ہیں۔

فرمایا: اے خدیجہؑ! کس سے باتیں کر رہی ہو؟

جواب دیا: اُس بچّہ سے جو میرے بطن میں ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا: خدیجہؑ تمہیں بشارت ہو کہ یہ دُختر ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے گیارہ خلفاء طاہرینؑ کی ماں بنایا ہے۔

جب فاطمہؑ زہرا پیدا ہوئیں اور آغوشِ مادر سے آغوشِ پدر میں پرورش پائی تو ایک رُوز محمود فرشتہ منجانب ربِّ جلیل، پیغام لایا: کہ اے ہمارے رسولؐ، فاطمہؑ کا عقد ہم نے آسمان پر علیؑ کے ساتھ کر دیا۔ فرشتے اس کے گواہ ہیں۔ تم بھی فاطمہؑ کا عقد زمین پر علیؑ کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ رسولؐ کریم نے بہ حکم خدا، فاطمہؑ زہرا، کا عقد علیؑ کے ساتھ پڑھایا اور "مرج البحرین" کے مصداق بنے دونوں کے درمیان واسطہ خود رسولؐ خدا تھے۔ لہٰذا برزخ قرار پائے۔ بحرین کے التقا سے "لولو" اور "مرجان" پیدا ہوئے یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ۔

(۱۶) آیت (دیگر)

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ: اللہ اور ملائکہ، نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶)۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں کعب ابن عجرہ سے منقول ہے کہ رسولؐ اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ پر سلام کرنا تو ہمیں آتا ہے مگر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے۔ فرمایا نبی کریم نے کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ پر درود بتری نہ بھیجو یعنی صرف "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔" نہ کہو۔

ایک مرتبہ سلطان خدا بندہ کے دربار میں ایک واعظ فضائل درود بیان کر رہا تھا۔ سلطان نے واعظ سے سوال کیا: کہ کسی نبیؑ کی آل پر درود کا حکم نہیں ہے۔ مگر ہمارے نبیؐ کی آل پر درود بھیجنا کیوں ضروری ہے؟ واعظ فکر میں پڑ گیا۔ سلطان نے واعظ سے کہا آپ کہیں تو میں اِس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالوں۔

واعظ نے مختصر جواب میں کہا۔ "بے شک"۔

سلطان نے کہا: اس کی دو وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ انبیاءؑ سابق کی شریعت متغیر اور

منسوخ ہونے والی تھی اور ہمارے نبیؐ کی شریعت قیامت تک قائم رہنے والی تھی اس لیے خداوند عالم نے ضروری سمجھا کہ ''آل'' کا بھی ذکر ہو تا کہ پیروی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ محافظِ دین باقی ہیں اور دوم یہ کہ چونکہ دشمن ختمیٔ مرتبت کو ''اَبتر'' کہتے تھے تو خدا نے یہ چاہا کہ دُنیا میں دشمنوں کی نسل باقی نہ رہے اور رسولؐ کی نسل اور آل کا ذکر قیامت تک باقی رہے حتیٰ کہ نماز میں بھی واجب قرار دیا۔

چنانچہ ابنِ حُجر نے اپنی کتاب صواعقِ محرقہ کے باب دہم میں شافعی کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔

یا اهلبیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القران انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لآیصلّی علیکم لاصلواة له

ترجمہ: اے اہلبیتِ رسولؐ تمہاری دوستی کو اللہ نے قرآن میں واجب قرار دیا ہے اور آپ کی عظمت کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ جو آپ پر نماز میں درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ فرقہ امامیہ (اثناء عشری) میں جب بھی نام ''محمدؐ و آلِ محمدؐ'' آتا ہے۔ ''درود'' بھیجنا واجب ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی ممتاز فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

(۱۷) آیت (دیگر)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ: جو لوگ ایذا دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کچھ کیے ہوئے۔

منافقین کی ایک جماعت حضرت علیؑ کو ایذا پہنچاتی تھی یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری سابقہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ (سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۷)

یہ بھی شان امیرؑ المومنین میں ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول خداؐ نے اپنا

ایک بال اپنی دُو انگلیوں سے پکڑا اور فرمایا: یاعلی من أذی بشعرة منك فقدأذا نی ومن أذانی فقد أذی الله ومن أذی الله فعلیه لعنة الله۔

یعنی اے علیؑ جس نے تمہیں اس ایک بال کے برابر بھی تکلیف پہنچائی، اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس سے مجھے تکلیف پہنچائی اُس نے خدا کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے خدا کو تکلیف پہنچائی اُس پر خدا کی لعنت ہے۔

(۱۸) آیت (دیگر)

وَّتَعِیَهَآ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ۔

ترجمہ: محفوظ رکھے گا اس نصیحت کو نصیحت سننے والا کان۔ (سورۂ الحاقہ آیت نمبر ۱۲)۔

حدیث میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا: کہ اے علیؑ میں نے خدا سے دعا کی کہ علیؑ کے کان کو پند کے محفوظ رکھنے والا کان بنا دے جس طرح کہ میرا کان ہے۔ حافظ ابونعیم نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں خود امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا، رسولؐ خدا نے مجھ کو اپنے سینہ بے کینہ سے لگا کر فرمایا: میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے نزدیک نہ رکھوں اور تمہیں ایسی تعلیم دوں کہ تم نہ بھولو۔ پھر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو کچھ بھی میں نے رسولؐ سے سنا ایسا محفوظ رکھّا کہ کبھی فراموش ہی نہ ہوا۔

(۱۹) آیت (دیگر)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔ ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے وہی بہترین مخلوقات ہیں۔ (سورۃ البیّنہ آیت نمبر ۷)۔

جمہور اہلسنّت نے حتیٰ کہ ابنِ حُجر نے صواعقِ محرقہ میں ابنِ عباس سے اور صاحبِ کشف الغُمّہ نے حافظ ابنِ مردویہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولِؐ خدا نے، اے علیؑ اس کا مِصداق تو ہے اور تیرے شیعہ جو روزِ قیامت مسرور و شاد ہوں گے اور تیرے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے۔

(۲۰) آیت (دیگر)

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الخ)

ترجمہ: قسم ہے عصر کی کہ انسان خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے۔ (العصر آیت ۱۵)۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" سے مراد انسان خسارہ میں ہے بالخصوص ابولہب اور ابوجہل ہیں۔ کیونکہ یہ جناب رسالت مآب کو کہا کرتے تھے کہ محمد خسارہ میں ہے۔ اس لیے خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی اور قسم کھائی عصر کی،

اور عصر سے مراد نمازِ عصر یا عصر ہر پیغمبرؑ یا عصر خاتمؐ الانبیاء یا عصر عجائبؑ وغرائب اور "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" سے مراد امیرؑ المومنین ہیں۔

یعنی ہر شخص دُنیا میں مبتلائے زیاں کاری ہے طلبِ دُنیا میں محو و مدہوش ہے، جو حقِ اطاعتِ الٰہی ہے اس کو بخوبی اَدا نہیں کرتا لہٰذا خسارہ میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور اَعمالِ نیک بجالائے اور دُنیا کے بدلے آخرت خریدی۔ ظاہر ہے کہ بعد رسولؐ اِس آیت کا مِصداق سوائے امیر المومنینؑ کے اور کون ہوسکتا ہے کیونکہ اور کون ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور مہد سے لحد تک اعمالِ صالح بجالایا ہو بجز امیر المومنین علیہ السلام کے۔

(۲۱) آیت (دیگر)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو یعنی اختیار کرو تقویٰ اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۹)۔

اِس آیت میں خدا نے واجب قرار دیا ہے کہ مومن صادقین کے ساتھ ہو جائیں۔ کیونکہ صادقین وہ جو خدا کی نظر میں صادق اور سچے ہیں کہ جن کا نشان "آیۂ مُباہلہ" میں دیا گیا ہے۔ اگر مومن ان کے ساتھ ہو جائیں گے تو اِرتکابِ جرم (گناہ) سے محفوظ رہیں

گے۔ چونکہ یہ صادقین معصوم ہیں۔ حافظ ابونعیم نے ابنِ عبّاسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

جس طرح کہ دوسری آیت ''وارکعوا مع الراکعین۔''

(۴۲) آیت (دیگر)

يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔

(سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶۷)

اللہ کے رسولؐ نے جب آخری حج کے فریضہ سے فراغت پائی اور مدینہ کا رُخ کیا اسی اثناء میں جبرئیلؑ امین منجانب رَبّ العزّت پیغام لائے کہ:

اے ہمارے رسولؐ، علیؑ کو امام کُل انام بنا کر لوگوں سے بیعت لے لو اور میرا یہ پیغام لوگوں تک پہنچا دو کہ علیؑ میرا بندہ اور میرے رسول کا وصی و خلیفہ ہے اِس کی اِطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کا مخالف میرا مخالف ہے اور میرا مخالف دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

رسولِ خدا نے علیؑ مرتضٰی کو طلب فرمایا اور خلوت میں نزولِ جبرئیلؑ اور جواہر اَسرارِ نبوت پر تادیر گفتگو کی۔ کسی رازداں نے اس غیر معمولی خلوت کو دیکھ کر رسولؐ خدا سے باصرار احوال خلوت پوچھا۔ محبوبِؐ الٰہی نے اَخفائے راز کا وعدہ لے کر اِمتحاناً کچھ راز سے آگاہ کر دیا مگر وہ راز فوراً فاش ہوا اور اس کی خبر منافقین تک پہنچی (قران میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے) منافقین ہلاکتِ رسولؐ خدا کی تدابیر سوچنے لگے۔ ''واقعہ عقبہ'' اس کی دَلیل ہے۔ حبیبِؐ خدا اَفشائے راز سے ملول ہوئے مدینہ کی جانب منزل بمنزل رَوانہ ہوئے کہ مقام ''کراع الغمیم'' پر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور منجانب اللہ یہ تاکیدی پیغام لائے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ۔

یعنی بعض وحی جو ہم نے پہنچائی اس کو تم نے ترک کیا۔ کیا تمہارا سینہ تنگ ہوگیا ہے۔

(سورۂ ہُود آیت نمبر ۱۲)

اس کے بعد منزل غدیر خُم آئی اور جبرئیل پھر تاکیدی حکم لائے۔

یَآاَیُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۷)۔

ترجمہ: اے رسولؐ! پہنچا دو لوگوں کو وہ حکم جو خدائے تعالیٰ سے تم تک پہنچا ہے اور اگر نہ پہنچایا تو گویا تم نے تبلیغ رسالت کا کوئی کام انجام ہی نہیں دیا اور اگر تمہیں خطرہ ہے یا اندیشہ، تو ہم تمہاری حفاظت کا وعدہ کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رسولؐ کو گیدڑ، بھیڑیوں اور کتوں کا خطرہ نہیں تھا بلکہ منافقوں سے خطرہ تھا چنانچہ آیت نے ''من الناس'' کہہ کر اس خطرہ کو واضح کر دیا ہے۔ اللہ کا رسولؐ اپنے ربّ کا یہ حکمِ جلالی سن کر مقام ''غدیر'' پر شدّت کی گرمی، مقام کی ناہمواری کے باوجود اُتر پڑا۔ حکم ہوا جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ لوٹیں، جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ جلد پہنچیں۔ پالانِ شُتر کا منبر تیّار ہوا۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے، حمد وثنائے الٰہی ومواعظِ لامتناہی وحکم خلافت جنابِ امیرؑ از جانب باری تعالیٰ کے بعد ایک بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا:

سُنو، سُنو، بغور سُنو اور اطاعت کرو۔ اے مومنو کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا یہ حکم تم تک پہنچا دوں کہ قرار دیا ہے خدا نے تمہارے درمیان اُمور دین اور دُنیا کے لیے ایک امام جس کی اطاعت ہر مہاجر اور ہر انصار، غائب وحاضر، عرب وعجم، صغیر وکبیر، آزاد وغلام، سیاہ وسفید سب پر فرض ہے اور جو بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے وہ خوب جان لے کہ اس اِمام کی اطاعت سب پر فرض ہے اور جو بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے وہ خوب جان لے کہ اس اِمام کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ جو اس کا مخالف ہے وہ ملعون ہے اور خوب جان لو کہ بعدِ خدا میرا حکم واجب التعمیل ہے اور میرے بعد علیؑ اور اولادِ علیؑ۔

خطبۂ غدیر چونکہ بڑا طولانی ہے جو دس ورق میں بھی نہیں آ سکتا، لہٰذا بہ نظر اختصار آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ رسولؐ خدا نے بعد ختم خطبہ حضرت علیؑ کو بالائے منبر بُلایا،

تاکہ سارا مجمع بخوبی مشاہدہ کرے، پھر لوگوں سے فرمایا۔ (تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار کا مجمع تھا۔) اَلَسْتُ اَوْلیٰ بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟

مجمع نے بہ آواز بلند کہا: بلیٰ یا رسولؐ اللہ۔ بے شک اے رسولؐ اللہ آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ و افضل ہیں۔ پھر آپؐ نے فوراً فرمایا: مَنْ کُنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس کا میں مولا ہوں، اس کا مولا (میرے بعد) علیؑ ہے، اور پھر دستِ دُعا بلند فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وعاد من عادہٗ "الخ" اے اللہ، دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور نُصرت کر اس کی جو علیؑ کی نصرت کرے اور ذلیل وخوار رکھ اس کو جو علیؑ کو زبوں رکھے اور حق وصداقت کو پھیر دے اُس طرف، جدھر علیؑ پھرے۔

اس کے بعد سارے مجمع نے حضرت علیؑ کو سلام کیا "السّلامُ عَلیكَ یَا امیر المُومنین" سب سے پہلے حضرت عمرؓ بن خطّاب نے اُٹھ کر کہا: بَخٍ بَخٍ یاعلیؑ اصبحت مولای و مولیٰ کُلِّ مومن و مومنۃ۔ یعنی مبارک ہو اے علیؑ، آپ مولا ہوگئے میرے اور تمام مومنین ومومنات کے۔ شعرائے عرب نے قصیدے کہے۔

حسّان ابنِ ثابت نے رسولؐ سے اجازت حاصل کر کے قصیدہ پڑھا جو کہ بہت مشہور ہے۔ ابنِ عباسؓ، ابوذرؓ اور حذیفہؓ راوی ہیں کہ ابھی بیعت والے متفرق نہ ہوئے تھے کہ رسالتمآبؐ کو جبرئیل نے نازل ہو کر تہنیت دی اور یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳)

ترجمہ: اے ہمارے رسولؐ تمہیں بشارت ہو۔ آج کامل کر دیا دین کو اور تمام نعمتیں مکمّل کر دیں اور تمہارے دینِ اسلام سے ہم راضی ہوئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک دین کے اصول ہوں یا فروع۔ امامت سے زیادہ ضروری اور واجب نہیں—یہ خبر جب اَطراف وجَوانب میں منتشر ہوئی تو حارث

بن نعمان جو قبیلہ ''فہر'' کا بڑا سردار تھا اِس خبر کو سُن کر غصّہ سے دیوانہ ہو گیا۔ خدمتِ رسولؐ میں مدینہ آیا اور حضرت ختمیؐ مرتبت سے بگڑ کر کہا کہ آپ نے توحید، نبوّت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے قبول کیا مگر آپ پھر بھی راضی نہیں ہوئے اور اَب اپنے پسرِ عَم کی خلافت بھی ہمارے کاندھوں پر رکھ دی۔ سچ بتلایئے یہ آپ کا حکم ہے یا اللہ تعالیٰ کا۔

رسولؐ خدا نے قسم کھا کر فرمایا: کہ یہ سب کچھ خدا کے حکم سے واقع ہوا ہے۔

یہ سُن کر بڑبڑاتا ہوا لوٹا اور آسمان کی طرف رُخ کر کے چلاّیا: کہ اے خدا جو کچھ محمدؐ نے کہا اگر یہ حق ہے تو مجھ پر آسمان سے ایک پتّھر گرا کیونکہ میں اِس خبر کو سُننے کی تاب نہیں لاسکتا۔ اَبھی دشمنِ علیؑ کا کلام تمام بھی نہ ہوا تھا کہ آسمان سے ایک پتّھر اُس کے سر پر آ گرا اور نیچے سے نکل گیا......

قران نے پُکار کر کہا: سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (سورۂ المعارج آیت نمبر ''۱'')

ترجمہ: سوال کیا سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا جو واقع ہوا۔

حارث ملعون کے اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ''مولا'' کے معنی حاکم اور اولیٰ بہ تصرف کے ہیں ورنہ وہ کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا۔ علاوہ ازیں ظاہر ہے ایسی شدّت کی گرمی کے وقت کہ لوگ اَپنی ردائیں اور عبائیں زیرِ پا رکھتے تھے۔ غیر ہموار جگہ اور غیر وقت پالانِ شتر کا منبر بنانا، لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا اور اتنا طولانی خطبہ دینا، جب تک کہ اَمرِ عظیم پیشِ نظر نہ ہو بے معنی ہے۔ اگر یہ رسمِ تاجپوشی نہ ہوتی تو اتنی گرمجوشی نہ ہوتی۔

اِس واقعہ سے اِنکار کرنے والے یا دشمنی سے محبّت کے معنی لینے والے ذرا اَپنی معتبر و مستند کتب اُٹھا کر دیکھیں۔ شیخ محدّث عماد الدین اِبنِ کثیر شامی شافعی نے تاریخ کبیر میں جو دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں احادیثِ غدیر جمع کی گئی ہیں، تحریر کیا ہے کہ ابو المعانی جوینی شافعی نے کہا ہے کہ میں نے بغداد میں ایک صحافی کے ہاتھ میں واقعہ غدیر پر ایک کتاب دیکھی جس کی پشت پر لکھا تھا۔ ''جلد بست وہشتم (اٹھائیسویں جلد)'' میں حیران رہ گیا۔

ابو علی عطائی ہمدانی لکھتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو دو سو پچاس طریقہ سے نقل کیا

ہے۔ شیخ محمد جزری شافعی نے جو کہ اکابر محدّثین اہلسنّت سے ہیں اپنے مشہور رسالہ میں "حدیث غدیر" کو مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ بعض معاندین نے اعتراض کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے اتنے اہم پیغام کو اگر واقعہ اہم تھا تو ایک غیر معروف ویرانہ میں کیوں سُنایا؟ مدینہ کے روبرو مسجدِ نبویؐ میں سنانا چاہیے تھا۔ تا کہ کسی کو اِنکار کا موقع نہ ملتا۔

شیخ عبدالجلیل رازی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس دشمنِ خدا معترض کو یہ اعتراض خدا پر کرنا چاہیے کہ شہر اور بستی کو چھوڑ کر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو شبِ تاریک میں سُنسان بیابان میں، تنہائی کے عالم میں کیوں پُکارا؟ اپنے رسول محمّد مصطفیٰؐ سے بجائے مکّہ، کعبہ اور بنی ہاشم و قریش کے سامنے ایک تنہا مقام "کوہِ حرا" میں باتیں کیوں کیں؟ جیسے کوئی کارِ دُزدیدہ کیا جا رہا ہے۔

اگر تقریرِ رسالتؐ موسیٰ بیابان میں اور تقریرِ رسالت محمد مصطفےٰؐ "غارِ حرا" میں نبوّت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تو تقریرِ امامتِ علیؑ بیابان میں امامت کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا اِعتراض یہ بھی ہے کہ قران میں جس طرح اور انبیاء کا نام لیا گیا ہے۔ اس موقع پر خدا اِس آیت میں بھی علیؑ کے نام کا ذکر کر دیتا تا کہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

یہ لوگ درحقیقت حق فراموش اور "یفعل اللّٰہ مایشاء" کو بھولے ہوئے ہیں اِن کو خدا سے یہ پوچھنا چاہیے کہ نماز کا تو ذکر کر دیا یہ کیوں نہیں بتلایا کہ کتنی رکعت فرض اور کتنی سنّت پڑھیں۔ سفر میں کتنی، حضر میں کتنی۔ زکوٰۃ کا حکم دے دیا اور احکام زکوٰۃ اور تعداد واضح نہیں کی۔ ایسا کیوں ہے؟ اگر اس کے ظاہر نہ کرنے سے نماز اور زکوٰۃ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اِس لیے کہ معلّمِ کتاب بھی کتاب کے ساتھ ہے تو قران میں علیؑ کے نام کو کسی مصلحت کے تحت مندرج نہیں کیا تو معلّم قران سے پوچھو تا کہ بعثتِ رسولؐ عبث نہ قرار پائے۔

واقعہ غدیر کے متعلّق محمد غزالی جیسے متعصّب نے بھی لِکھا ہے۔ جس کی تائید ابنِ جوزی نے بھی کی ہے کہ لوگوں نے پہلے تو فرمانِ الٰہی اور حکمِ رسالتؐ کو قبول کیا بعد میں حُبِّ دُنیا نے اس حکم کو مطلقاً بُھلا دیا۔ مختصر یہ ہے کہ احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "مسند" میں

اور ثعلبی نے اپنی ''تفسیر میں، ابنِ مغازی شافعی نے ''کتاب مناقب'' میں اور ابنِ عقیدہ نے ایک سو پانچ طریقہ سے دیگر اکابر اہلسنّت نے مثلاً ابنِ جوزی شافعی نے اپنی کتاب المطالب فی مناقبِ آلِ ابی طالب میں تحریر کیا ہے کہ یہ آیۂ وافی ہدایہ شانِ امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب میں نازل ہوا ہے۔ رسول خدا نے ''یوم غدیر'' آپ کو اس قدر بلند کیا کہ لوگوں نے سفیدیٔ زیرِ بغل رسولؐ کو دیکھا اور آیاتِ مذکورہ کو تین مرتبہ بہ آواز بلند فرمایا اور پھر فرمایا اِس پروردگار کا کس طرح شکر ادا ہو جس نے دین کو کامل فرمایا اور میری پیغمبری اور علیؑ کی ولایت سے راضی ہوا، اس کے بعد پھر یہ فرمایا:

من کنت مولاہ فھٰذا علیٌ مولاہٗ۔

اِن تمام واقعات کی صحت اور دلائل کے بعد بھی اگر کسی کو شک ہے تو سوائے مخالفتِ رسولؐ اور عِنادِ علیؑ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا کسی کی ولایت اور خلافت پر بعدِ رسولؐ اس سے زیادہ بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔

(۲۳) سورہ توبہ

اس سورہ کو سورۂ توبہ، سورۂ فاضحہ اور سورۂ عذاب بھی کہتے ہیں۔ اس سورہ میں چونکہ کفار سے بیزاری۔ منافقین کی رسوائی اور مشرکین پر عذاب کا ذکر ہے اس لیے اس سورۃ کو خلاّقِ عالم نے اپنی نشانیٔ رحمت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع بھی نہیں کیا ہے۔ جب یہ سورہ نازل ہوا تو علماء فریقین اس پر متفق ہیں کہ یہ سورہ رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکرؓ کو دیا کہ حج کے موقع پر اہلِ مکّہ کے روبرو اس سورہ کو پڑھیں۔ ابھی موصوف سورہ کو لے کر روانہ ہی ہوئے تھے کہ جبریلؑ امین آئے اور بعد سلام کہا، یہ حکمِ کردگار ہے کہ: لا یوذی عنك الآ انت اور جل مِنْك یعنی اس سورہ کو لے کر تم خود جاؤ یا اُس کو بھیجو جو تم سے ہو۔

رسولؐ نے علیؑ ابنِ ابی طالب کو بُلا کے ناقۂ غضباء دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو کر جلد جاؤ اور ابوبکرؓ ابنِ ابوقحافہ سے وہ سورہ لے کر (جو اُنہیں دیا گیا تھا) میرا کارِ نیابت بجا لاؤ۔ چنانچہ حسب الارشاد رسولؐ کریم، امیرالمومنینؑ فوراً روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ

سے وہ سورہ لے کر اہلِ مکّہ اور تمام کفارِ مکّہ کے رو برو سورہ پڑھ کر سُنایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوٹ کر رسولؐ سے اس کی وجہ معلوم کی آپؐ نے فرمایا کہ حکمِ خدا ہوا کہ میں خود جاؤں یا اُس کو بھیجوں جو مجھ سے ہو۔ چونکہ علیؑ مجھ سے ہے اس لیے اسے بھیجا گیا۔ اب نتیجہ آپ خود نکالیے۔

حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ سورۂ برأت کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ پورے کفارِ ملّہ کے سامنے ایک آدمی ان کو بُرا بھلا کہے تو ظاہر ہے کہ اس آدمی کا حشر کیا ہوگا۔ یا تو اِن کی آغوش میں جا کر بیٹھنا پڑے گا۔ یا زمین کی گود میں۔ اس کو بعدِ نبیؐ صرف وصی ہی انجام دے سکتا ہے۔ سلام ہوں اُس شیرِ خدا کی جرأت وہمّت کو۔

حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ جاؤ اور فرعون کو مُتنبّہ کرو۔ جنابِ موسیٰؑ نے کہا خدایا میں ڈرتا ہوں کہ میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے اور علیؑ جس نے کفارِ ملّہ کے اکابرین کو کافی تعداد میں قتل کیا تھا۔ اِن ہی کی منقصت ان کے سامنے بے خوف ہوکر سناتا ہے اور کفارِ ملّہ کی مجال نہیں کہ جو شیرِ خداؑ کی طرف گھور کر بھی دیکھ سکتے چنانچہ اِس شجاعت اور دلیری کا اُن پر وہ رُعب بیٹھا جس کے نتیجے میں ملّہ فتح ہوگیا۔ اَب ہمیں رسولؐ کی نیابت کے لیے ''رَجُلٌ مِنْكَ'' تلاش کرنا پڑے گا۔

(۲۴) آیت (دیگر)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ (سورۂ نور آیت ۳۵)۔

اہلسنّت نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ مراد مشکوٰۃ سے ''فاطمہؑ زہراؑ'' اور مصباح سے مراد حسنین علیہما السّلام ہیں اور زجاجہ ستارہ درخشندہ ''فاطمہؑ'' ہیں زنانِ عالم میں، اور شجر مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں جو نہ شرقی ہیں نہ غربی یعنی یہودی ونصرانی، اور نورِ علیؑ نورِ امام ایک کے بعد ایک ہیں، تاکہ سلسلۂ ہدایت تا قیامت اس ذریّت میں

باقی رہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں "مشکوٰۃ" سے مراد فاطمہؑ زہرا اور مصباح سے مراد حسنین علیہما السّلام ہیں۔ تمام زنانِ عالم میں فاطمہؑ کوکبِ درّی کی مثال ہیں۔ شجر مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جو نہ یہودی ہیں نہ نصاریٰ اور 'نورٌ علیٰ نور' سے مراد، ایک سے دوسرے امام کا قیامت تک وَجود میں آنا ہے۔

(۲۵) آیت (دیگر)

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۔

ترجمہ: یہ لوگ کس چیز کا حال پوچھتے ہیں، ایک بڑی خبر کا۔ (النباء آیت نمبر ۲)

حافظ ابونعیم نے مسدی سے اور اس نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کے وقت فرمایا، قبور میں ولایت علیؑ کا سوال کیا جائے گا۔ خواہ وہ شرق میں ہوں یا غرب میں، بَر میں ہوں یا بَحر میں، ملک الموت، منکر ونکیر قبر میں سوال کریں گے ہر میّت سے کہ تیرا رَبّ کون ہے؟ تیرا دِین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا امام کون ہے؟

اِن ہی حافظ ابونعیم نے ابنِ مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ تین شخصیتوں کے واسطے قران میں آیۂ اِستخلاف نازل ہوئی ہے پہلے حضرت آدمؑ کے لیے

"اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" (سورۂ البقرۃ آیت نمبر ۲۹)۔

دوسرے جناب داوٗدؑ کے واسطے

"يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ" (سورۂ صٓ آیت نمبر ۲۶)

تیسرے برائے اَمیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب،

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ــــ

یعنی خلیفہ بنایا خدا نے اِن کو زمین کا جس طرح اِن سے پہلوں کا خلیفہ بنایا گیا وغیرہ وغیرہ (سورۃ النّور آیت نمبر ۵۵)۔

بعض مفسّرین نے لکھا ہے کہ یہاں مراد خلیفہ سے "صاحب الامرؑ" ہیں جو تمام

ممالک شرق وغرب کو فتح فرمائیں گے — امیر المومنینؑ نے جنگِ صفین میں جبکہ ایک شخص اس آیت کو پڑھ رہا تھا تو اِس سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ ''نباء العظیم'' سے کیا مراد ہے۔ اُس نے کہا ''نہیں'' — پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ''نباء العظیم'' سے مُراد ہم ہیں جن کی بابت لوگ اختلاف کریں گے اور منکر ہو جائیں گے۔ کفرانِ نعمت کریں گے اور قیامت میں اُن سے سوال ہوگا۔

(۲۶) آیت (دیگر)

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَ صَدَّقَ بِہٖۤ (الزمر آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ: وہ جو کہ از جانب خدا صِدق وسچّائی کے ساتھ خلق کی طرف آیا اور وہ جس نے تصدیق کی سب سے پہلے —

حافظ ابونعیم اور ابن مغازی شافعی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ مراد (الَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ) سے رسولؐ خدا اور ''صَدَّقَ بِہٖۤ'' سے مقصود امیر المومنینؑ ہیں۔

فخر الدّین رازی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ ابن اَبی طالب اور حضرت ابوبکرؓ نے تصدیق کی ہے مگر چونکہ علیؑ کی طفلی تھی لہٰذا یہ آیت ابوبکرؓ کی شان میں آئی ہے۔ لیکن افسوس اگر بچّہ گہوارے میں نبیؑ ہوسکتا ہو اور اس کی گواہی قابل قبول ہو اور جعلنی نبینا کے دعوے کو تو مان لیا جائے مگر علیؑ جن کی عمر دس یا بارہ سال کی ہو اُن کی تصدیق کو یہ کہہ کر نظر انداز کیا جائے کہ بچّے تھے۔

ابن حجر نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ وہ (علیؑ) عالم شیر خوردن مطالعہ لوح محفوظ کرتے تھے۔ لہٰذا یہ صحیح ہے کہ یہ آیت ان کی شان میں ہو مظہر العجائب اور منبع غرائب کا قیاس دوسروں پر نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۷) آیت (دیگر)

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے جلد ہی خدا ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردے گا۔ (مریم آیت نمبر ۹۶)

فخر الدین رازی نیشا پوری اور یعقوبی نے اپنی تفاسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابنِ حجر نے بھی اپنی کتاب میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ابن عباسؓ، رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی نے ایک روز رسولؐ اللہ سے شکایت کی کہ یہ قریش جب ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں تو مُنہ پھیر لیتے ہیں اور جب ہم ان کے نزدیک پہنچ جاتے ہیں تو یہ ایک دم باتیں کرتے کرتے خاموش ہوجاتے ہیں۔ یہ سن کر رسولؐ خدا غضبناک اور برہم ہوئے، فرمایا کہ قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اُن کے دِل میں تم لوگوں کی دوستی کے بغیر ایمان ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "وداء" یعنی محبت سے مراد دوستی امیر المومنینؑ ہے۔ ظاہر ہے جس کی دوستی کا حکم خدا دِے وہ معصوم بھی ہوگا اور وہی خَلق کا ہادی اور حقدار اِطاعت ہوگا۔

(۲۸) آیت (دیگر)

وَقِفُوۡہُمۡ اِنَّہُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ (سورۃ الصافات آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: وہ لوگ روکے جائیں گے (روز قیامت) اور ان سے سوال کیا جائے گا۔

جمہورِ اہلسنّت نے ابنِ عباسؓ اور اَبی سعید خدری سے نقل کیا ہے اور ابنِ حجر نے دیلمی سے کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ روز حساب لوگوں کو روکا جائے گا اور سوال کیا جائے گا، ولایتِ علیؑ اور اہلبیتِ علیؑ کا۔ کیونکہ خدا نے اپنے نبی کا حکم دیا ہے کہ مخلوق سے کہہ دو کہ میں کوئی اَجر رسالت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودت کرو اور شیخ طبری

نے بھی سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے جو کہ تفاسیر میں موجود ہے کہ وقت حساب یا وقتِ عبورِ پُل صراط، امامت و ولایت امیرؑ المومنین کا سوال کیا جائے گا۔

یہ ناسمجھ جسے روزِ حساب کہتے ہیں فقط ہے روز سوالِ محبتِ حیدرؑ

(۲۹) آیت (دیگر)

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ (الزخرف آیت نمبر ۴۵)

ابن عبدالبر اور حافظ ابونعیم وغیرہ مفسّرین اہلسنّت نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ اللہ نے جب شبِ معراج انبیاءؑ کی جماعت میرے سامنے آئی تو خدا نے فرمایا: اے رسولؐ ان سے پوچھو کہ تمہیں خدا نے کیوں نبی بنایا۔ جب میں نے انبیاء سے سوال کیا تو سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ ہم مبعوث ہوئے گواہی دینے کے لیے کہ خدا ایک ہے اور اُس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور آپؐ کی نبوّت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار کرنے کے لیے۔ لہٰذا اس سے زیادہ امیرؑ المومنین کی امامت کی لوگ اور کیا دلیل چاہتے ہیں۔

(۳۰) آیت (دیگر)

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۲)۔

ترجمہ: وہ وہ ہے جس نے قوّت دی تجھ کو مومنین کی دُوستی کے ساتھ۔

حافظ ابونعیم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے خود رسولؐ خدا سے سُنا ہے کہ فرمایا رسولؐ نے کہ میں نے عرش پر لکھا دیکھا: لا الله الا الله وحده لاشریك له و محمّد عبدی و رسولی اید ته بعلی بن ابی طالب

چنانچہ قرآن میں حق تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ ''ھوالذی''۔

(۳۱) آیت (دیگر)

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ انفال آیت نمبر ۶۴)۔

ترجمہ: اے محمدؐ (شراعداء کے دَفع کرنے کے لیے) کافی ہیں تیرے لیے خدا اور

مومنین جو تیرے تابع ہیں۔

صاحبِ کتاب غمّہ نے کتاب عزالدین و عبدالرزاق و محدث حنبلی و حافظ ابونعیم اور جمہور اہلسنّت نے متفقہ روایت کی ہے کہ یہ آیت شان امیرالمومنینؑ ابنِ ابی طالب میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں دوست و دشمن کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لیے اگر تمام مومنین مراد ہوتے تو آیت یوں ہوتی: حسبك الله و المومنون لیکن پھر بھی معاندین نے یہ کہا کہ اس سے امامت ثابت نہیں ہوتی۔ فضیلت البتہ ثابت ہوتی ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست!

یعنی اِمامت اور فضیلت دو چیزیں ہیں۔

(۴۲) آیت (دیگر)

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

ترجمہ: اور وہ جس کے پاس علم کتاب ہے (سورۃ الرعد آیت نمبر ۴۳)

حافظ ابونعیم نے ابنِ حنیفہ سے روایت کی ہے کہ جس کے پاس علم کتاب ہے وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ تفسیر ثعلبی میں عبداللہ ابنِ سلام سے منقول ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ وہ کون ہے جس کے پاس علم کتاب ہے؟ فرمایا وہ سوائے علیؑ کے اور کوئی نہیں۔ لہٰذا علیؑ افضل ہیں ان لوگوں سے جو علمِ کتاب سے بے خبر ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ علم کتاب علماء یہود جو مسلمان ہوگئے تھے ان کے پاس ہے وہ کتنے بڑے غافل اور کاذِب ہیں کہ یہ آیت مکّی ہے اور علماء یہود مدینہ میں اِسلام لائے تھے۔

(۴۳) آیت (دیگر)

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۲)۔

ترجمہ: یاد کر اے محمدؐ جبکہ وعدہ لیا تیرے پروردِگار نے اولادِ آدم سے، کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک تو ہمارا ربّ ہے۔

یہ میثاق آدم کی قیامت تک آنے والی نسل سے تھا۔ مختصر یہ کہ مقصد اس آیت کی تحریر سے یہ ہے کہ ابنِ شیرویہ نے ''کتابِ فردوس'' میں حذیفہؓ یمانی سے نقل کیا ہے اور جمہورِ اہلسنّت نے بھی لکھا ہے کہ فرمایا رسولؐ نے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ علیؑ کو امیر المومنین کب کہا گیا۔ تو کوئی بھی علیؑ کے فضل و کمال کا منکر نہ ہوتا۔ جب آیۂ میثاق کے جواب میں تمام ارواح نے لفظ ''بلےٰ'' کے ساتھ اقرار کیا تو خداوندِ عالم نے فرمایا:

انا ربکم و محمدؐ نبیّکم و علیؑ امیر کم

یعنی میں تمہارا ربّ ہوں، محمدؐ تمہارا نبی ہے اور علیؑ تمہارا امیر ہے۔

(۳۴) آیت (دیگر)

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

(سورۂ الحجر آیت نمبر ۴۷)

یہ آیت اہلِ بہشت کے بارے میں ہے کہ ان کے دِل میں کسی قسم کا کینہ نہ ہوگا۔ بھائیوں کے مثل ہوں گے اور جواہرات کے تختوں پر بالمقابل بیٹھے ہوں گے۔

مسند احمد حنبل میں ابی اوفی سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب قصۂ برادری اور مواخات دُہرا رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! اُس روز تو گویا میرے جسم سے جان نکل رہی تھی اور سر شرم سے جُھک گیا تھا کہ آپ نے ہر صحابی کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور میری طرف مطلق توجّہ نہ فرمائی۔ میں سمجھا کہ شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ پس رسولؐ خدا نے فرمایا کہ قسم اُس خدا کی جس نے محمدؐ کو خلق فرمایا اس روز میں نے تجھے اپنے واسطے اِنتخاب کیا تھا اس لیے کہ تو میرے لیے، ہارونؑ کی مثل ہے موسیٰؑ کے واسطے مگر میرے بعد کوئی دوسرا نبیؑ نہ ہوگا۔

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ میں نے علیؑ کو نبیؐ کریم سے ایک رُوز یہ کہتے سُنا کہ یارسولؐ اللہ آپؐ مجھے یا فاطمہؑ کس کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور تم کو فاطمہؑ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اے علیؑ

میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم حوضِ کوثر پر آب کوثر دے رہے ہو اور حوض کے کنارے اِتنے جواہرات کے گلاس رکھے ہیں جس قدر آسمان پر ستارے اور تم، فاطمہؑ اور حسنینؑ سب ایک جواہرات کے تخت پر بیٹھے ہو پھر فرمایا۔ "سرر متقابلین۔"

المختصر جو رسولؐ کی نظر میں فاطمہؑ سے بھی زیادہ عزیز ہو وہ دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوگا۔ اور جو سب سے زیادہ عزیز ہوگا وہی سب سے زیادہ افضل ہوگا اور جو سب سے زیادہ افضل ہوگا وہی نائبِ رسولؐ ہوگا۔

(۳۵) آیت (دیگر)

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (سورہ محمد آیت نمبر ۳۰)۔

ترجمہ: تم اُنہیں اندازِ گفتگو سے پہچان لوگے۔

اِس پوری آیت میں خداوند کریم نے اِن منافقین کی نشاندہی فرمائی ہے جو اپنے نفاق کو رسولؐ سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اِس نشاندہی کے بعد کوئی ایسا منافق اور مُنکر نہ تھا جس کو رسولؐ نہ پہچانتے ہوں اور آپ نے امیرؑ المومنین سے خلوت میں اِن منافقین کے کردار اور حالات کو تفصیلاً بیان فرما کر تلقین فرمائی۔۔۔

حافظ ابونعیم اور ابوسعید خدری نے کہا ہے کہ منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ سے دشمنی اور عداوت رکھتے تھے۔

کتاب کشف الغمہ میں حافظ ابوبکر موسیٰ ابنِ مردویہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بھی شان میں امیرالمومنینؑ کے نازل ہوئی ہے۔۔۔ لہٰذا جس کی دشمنی اور عداوت اِنسان کو منافق اور بے دین بنا دے ظاہر ہے کہ وہ مقتداء ہادی اور امام نہ ہوگا تو اور کون ہوگا۔

(۳۶) آیت (دیگر)

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (البقرہ آیت نمبر ۵۶۔۵۷)

ترجمہ: وہ لوگ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اُسی کے ہیں، اور

اُسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ اِن پر خدا کا درود ہو اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ آیتیں صابرین کی شان میں آئی ہیں۔

تفسیر ثعلبی اور تفسیر نجاشی وغیرہ میں مذکور ہے کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ شہادتِ اُمیر حمزہؓ کی خبر سن کر آپ نے "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔" فرمایا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مَروی ہے کہ شہادت جعفر ابنِ ابی طالب کی خبر سُن کر آپ نے یہ کلمہ فرمایا تھا اور خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بہرحال ثابت ہوا کہ علیؑ از روئے آیہ ہدایت یافتہ ہے اور ہدایت یافتہ غیر ہدایت یافتہ سے افضل ہوتا ہے۔

(۳۷) آیت (دیگر)

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ترجمہ: آل یٰسین پر سلام ہو۔

(سورہ الصّافات آیت نمبر ۱۳۰)

بعض قاریوں مثلاً نافع ابن عامر اور یعقوب نے اِس کو "آلِ یٰسین" پڑھا ہے اور ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ مراد آلِ یٰسین سے آلِ محمدؐ ہے کیونکہ "یٰسین" آپؐ کا اِسمِ گرامی ہے۔ ابنِ حجر نے صواعقِ محرقہ میں فخرالدّین رازی سے نقل کیا ہے کہ اہلبیتِ رسولؐ پانچ اُمور میں رسولؐ کے مساوی ہیں۔

ایک سلام میں خدا نے "السّلام علیك ایها النبی" فرمایا اور اہلؑ بیت کے واسطے "سلام علی الِ یٰسین" فرمایا۔

دوسرے صلوٰۃ میں "اللّٰهم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

تیسرے طہارت میں "آیۂ تطہیر"

چوتھے تحریم صدقہ میں۔ چنانچہ صدقہ جس طرح آپ پر حرام ہے اہلبیتؑ پر بھی حرام ہے۔

پانچویں محبّت میں خدا نے رسولؐ کی زبان سے فرمایا۔

" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۳۱) اور اہلبیتؑ کی شان میں فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

(سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۲۳)

(۳۸) آیت (دیگر)

فاسئلوآ اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے معلوم کرو۔ (سورۃ النّمل آیت نمبر ۴۳)۔

حافظ ابنِ محمد موسیٰ شیرازی یکے از مشاہیر علماء اہلسنّت فرماتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ مراد اہلِ ذکر سے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ کیونکہ وہی اہلِ ذکر اور اہلِ عقل، اہلبیتِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں۔ سفیان ثوری نے سدی سے اور سدی نے حارث سے حارث نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ جس کو خدا اہلِ ذکر فرمائے اور تمام اُمت کو اس سے سوال کرنے کا حکم دے تو پھر اس کو اگر امیر المومنینؑ اور امام المتقین کہیں تو لائق ہے۔

(۳۹) آیت (دیگر)

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (سورۂ النّساء آیت نمبر ۵۴)۔

ترجمہ: خدا نے جو تم کو عطا فرمایا ہے اپنے فضل سے اُس پر جلے جاتے ہیں۔

ابنِ حجر عالمِ جماعت اہلسنّت، اپنی کتاب صواعقِ محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابوالحسن مغازلی نے امام محمّد باقر علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں مراد، اُن شخصیتوں سے ہے جن پر لوگ حسد کرتے ہیں، خدا کی قسم ہم ہیں۔ ظاہر ہے جو محسود خلائق ہوگا اُمورِ دین میں وہی سب سے افضل اور لائقِ امامت ہوگا۔

(۴۰) آیت (دیگر)

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۷۳)

ترجمہ: ہمارے لیے خدا کافی ہے اور ہمارا بہترین مددگار ہے کشف الغمہ میں مذکور ہے اور ابنِ مردویہ اور ابورافع اکابر اہلسنّت نے لکھا ہے۔ کہ ابوسفیان جب جنگِ اُحد سے لوٹا تو رسولؐ خدا کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی واپسی پر پشیمان ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپؐ نے امیر المومنینؑ کو بھیجا کہ دیکھیں وہ لوگ اونٹوں پر سوار ہیں یا گھوڑوں پر۔ جب

امیرؑ المومنین وہاں پہنچے تو دیکھا وہ لوگ اونٹوں پر سوار ہیں جو مکّہ جانے کی علامت تھی۔ کچھ لوگ جو آپ کو مشرکین میں سے ملے انہوں نے لشکرِ کفّار کی شوکت و قوّت کا ذکر اس لیے کیا کہ مسلمان سُن کر خائف ہو جائیں، آپ نے مشرکین سے بلاخوف فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ لہٰذا بنا برقولِ باری تعالیٰ: فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

یعنی اُن کو ڈرایا گیا مگر اُن میں ایمان میں اور اضافہ ہوا۔ (سورہَ آلِ عمران آیت نمبر ۱۷۳)

جس کے ایمان اور حوصلہ میں باوجود ڈرائے جانے کے اور اضافہ ہو ظاہر ہے کہ اس کے یقین اور شجاعت کا درجہ کیا ہوگا اور اس سے دوسرے کب افضل اور بہتر ہو سکتے ہیں ــــ!

(۴۱) آیت (دیگر)

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

ترجمہ: جو اپنے رب کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اس کے پیچھے اس کا گواہ ہو۔ (سورہَ ہود، آیت نمبر ۱۷)۔

ابنِ جریر طبری و ثعلبی و حافظ ابو نعیم نے عبداللہ سدی سے اور مجاہد اور فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے کہ مراد شاہد یعنی گواہ سے علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں۔ جو پہلوئے رسولؐ میں انہی کی جنس سے ہیں اور ''شَاهِدٌ مِّنْهُ'' دلیل واضح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا: انت منّی و انا منك یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ــــ گواہ اور نائب وہی ہو سکتا ہے جو لفظ ''مِنّی'' کا مِصداق ہو۔

(۴۲) آیت (دیگر)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۲۳)۔

تفسیر اہلبیت اور غیر ہم میں مذکور ہے کہ یہ آیت شانِ امیرؑ المومنین اور حمزہؑ اور جعفرؑ

بن ابی طالب اور عبیدہؓ ابنِ حارث میں نازل ہوا ہے۔ یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لائے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو وعدہ، خدا اور رسولؐ سے انہوں نے کیا تھا وہ وَفا کر دیا اور ثابت قدم رہتے ہوئے شہادت پائی۔ حمزہؑ اُحد میں شہید ہوئے۔ عبیدہؓ بدر میں اور جعفرؑ طیّار موتہ میں اور دوسرے جو منتظر شہادت ہیں۔ امیر المومنین جو اپنے وعدہ پر قائم ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جناب امیر المومنین جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اس آیت میں انتظار کرنے والا میں ہوں۔ جس کے وعدے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ لہٰذا خداوند عالم نے امیر المومنینؑ کو صادق العہد اور منتظرین سے قرار دیا۔ کسی اور میں یہ صفات نظر نہیں آتیں۔

(۴۳) آیت (دیگر)

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى۔ ''الخ''۔ (الرعد آیت نمبر ۱۹)

ترجمہ: جو کچھ تیری طرف بھیجا گیا اس کو خدا خوب جانتا ہے جو منکر ہوئے نابینا ہیں اور صاحبانِ عقل ہی درست جانتے ہیں الغرض خداوند عالم نے اس آیۂ وافی ہدایہ میں امیر المومنینؑ کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ عطا کیا گیا ہے اس کا حقدار علیؑ ہے۔

(۴۴) آیت (دیگر)

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔

ترجمہ: کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ فتنوں سے آزمائے نہ جائیں گے۔ اُمتِ مُسلمہ آزمائی جائے گی قرآن اور عترتِ طاہرہ سے، کیونکہ فرمانبرداری اِن دونوں کی اُمت پر ثقیل تھی اس لیے اِن دونوں کو ثقلین کہا گیا۔ (العنکبوت آیت نمبر ۱ و ۲)

روایت ہے کہ جب اس آیت کو رسالتمآبؐ نے اصحاب کے سامنے پڑھی تو اُس وقت امیر المومنینؑ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ فتنہ سے کیا مراد ہے اور آپ کی اُمت

کس چیز سے آزمائی جائے گی۔

فرمایا: اے علیؑ تجھ سے آزمائے جائیں گے یعنی تجھ سے دشمنی رکھیں گے تو، تو بھی صبر کے لیے تیار رہ۔

فخر الدین رازی نیشاپوری نے تصریح کی ہے کہ خدا لوگوں سے کلمۂ اسلام سُن کر راضی نہیں ہونے کا بلکہ مختلف تکالیف سے اِمتحان لے گا اور سب سے بڑی آزمائش رسولؐ کی محبت اور متابعت ہے اور جو اتنے بڑے حکم کی جس کو ''غدیر'' کہتے ہیں متابعت نہ کرے۔ اس کا ''آمنّا'' کہہ دینا کیا کافی ہوگا؟

(۴۵) آیت (دیگر)

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۂ تحریم آیت نمبر ۴)

شانِ نزول اس آیۂ وافی ہدایہ کی یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک راز سے اپنی بعض ازواج کو مطلّع کر دیا تھا اور انہوں نے باوجود تاکید اخفاءِ راز، راز کو افشا کر دیا گیا۔ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر رسولؐ کی آزار رسانی سے توبہ کر لی جائے تو بہتر ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یاد رکھو ہم اپنے رسولؐ کے مددگار ہیں اور جبرئیلؑ امین اور صالح المومنین۔

مجاہد نے لکھا ہے کہ ''صالح المومنین'' سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ طبری سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے علیؑ مرتضٰی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: لوگو ''صالح المومنین'' یہ ہے۔ کشف الغمہ کے مصنف عزالدّین عبدالرزّاق محدّث حنبلی حافظ ابوبکر مردویہ نے ابنِ عباسؓ سے اور سدّی نے اپنی تفسیر میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بلکہ جمیع محدثین اہلسنّت نے متفقہ نقل کیا ہے کہ ''صالح المومنین'' سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ خدا نے جن مددگار اور معاونین رسولؐ کا اپنے ساتھ ذکر کیا ہے وہ قوّت اور طاقت میں اگر خدا جیسے نہ ہوں تو افضل النّاس ضرور ہوں کیونکہ ایسے موقع پر عام لوگوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

(۴۶) آیت (دیگر)

فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (سورۂ الفتح آیت نمبر ۲۹)

آیت میں بظاہر ابتداءِ اسلام کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ اوّل کمزور تھا پھر قوّت پکڑتا گیا درخت کے اُس شاخ کی مثل جو ابتداء میں کمزور ہو پھر قوی ہو جائے حتیٰ کہ مزارع دیکھ کر حیران رہ جائیں اور کافر دیکھ کر غصّہ میں بھر جائیں ان کی یکجہتی اور اتحاد کو دیکھ کر اور خدا نے وعدہ کیا ہے اِن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال نیک بجالائے۔ مغفرت اور اَجرِ عظیم کا علّامہ حلّیؒ نے کتاب نہج الحق اور کشف الصدّق میں اِس آیت کو تین دلائل سے شانِ امیر المومنین میں تحریر کیا ہے۔

اوّل: (فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ) حسن بصری اور نیشاپوری نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کیونکہ دینِ اسلام علیؑ کی تلوار سے استوار ہوا لہٰذا مراد اس سے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

دُوم: (یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡکُفَّارَ) کیونکہ کفّار آپ کی ثابت قدمی دیکھ کر برافروختہ ہوئے اور حسد کرنے لگے اِس لیے اِس سے مراد امیر المومنینؑ ہیں۔

سُوم: (وَعَدَ اللّٰهُ...... الخ) شواہد التنزیل میں جو کہ اکابرِ علماء اہلسنّت کی تصنیفات میں سے ہے۔ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نزولِ آیۂ مذکور کے بعد لوگوں نے رسولؐ خدا سے سوال کیا کہ یارسولؐ اللہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا، قیامت کے روز ایک نورانی جھنڈا تیار کیا جائے گا اور ایک منادی نِدا کرے گا کہ جو بعدِ بعثتِ محمدؐ پر ایمان لایا وہ مومنوں کا سردار کھڑا ہو جائے۔ پس علیؑ یہ سن کر کھڑے ہو جائیں گے اور یہ علَم اُن کو دیا جائے گا اس علَم کے سایہ میں تمام نیکو کار مہاجر و اَنصار جمع ہوں گے ان کو علیؑ جنّت میں داخل کریں گے اور منافقین اور کُفّار کو جہنّم میں بھیجیں گے۔

(۴۷) آیت (دیگر)

وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ۔ (سورۂ الفتح آیت نمبر ۲۹)

جو صفات اس آیۂ وافی ہدایہ میں مذکور ہیں وہ مخصوص ذات امیرالمومنینؑ کے لیے ہیں۔ آپ کافروں کے لیے سخت اور مومنوں کے لیے رحم دل۔ پیشانی آپؑ کی کثرتِ سجود سے سورج کی طرح درخشاں تھی۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے جن کے کثرتِ سجود سے ساتوں اَعضاء پر گٹّے پڑ گئے تھے۔ کہ میری عبادت امیرالمومنینؑ کی عبادت کے مقابل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ لہٰذا جس کا عبادت میں یہ بلند مرتبہ ہو اس سے اَفضل دوسرا کب ہوسکتا ہے۔ اس آیت میں ایک حَسینِ اشارہ یہ بھی ہے کہ مع اور علیؑ کے اَعداد بہ حساب اَبجد ایک سو دَس ہیں۔ (مترجم)

(۴۸) آیت (دیگر)

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ (احزاب آیت نمبر ۶)

یہ آیت بھی آپ کی امامت پر واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ رسولؐ کی نظر میں اولیٰ وہ ہے جو ایمان، قرابت، مہاجرت یہ تینوں صفات رکھتا ہو۔ اجماع اہلسنّت ہے کہ بعدِ رسولؐ تین شخص ایسے ہوئے جن کی امامت میں اختلاف ہے۔ ایک عباسؓ، دوسرے ابوبکرؓ، تیسرے حضرت علیؑ۔ عباسؓ قرابت دار اور مومن تو تھے۔ مگر مہاجر نہ تھے۔ ابوبکرؓ مومن اور مہاجر تھے مگر قرابت دار نہ تھے۔ البتہ حضرت علیؑ میں یہ تینوں صفات موجود تھے۔ لہٰذا آپ برائے امامت سب سے افضل قرار پائے۔

(۴۹) آیت (دیگر)

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۂ نحل آیت نمبر ۷۶)۔

ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اِس سے اشارہ ذات امیرالمومنینؑ کی طرف ہے کیونکہ جو عدل کا حکم دے اور ثابت رہے وہ ذات امیرالمومنینؑ ہے اور اسی کی متابعت اور اطاعت میں منفعت دُنیا و آخرت ہے نہ کہ بُتوں کی اِطاعت میں۔

(۵۰) آیت (دیگر)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ (سورۂ رعد آیت نمبر ۲۹)

طوبٰی بمعنی شادی، خرمی اور تمام بہشت۔ یا بنا بر شہرت ایک درخت کا نام جو بہشت میں ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اِن کے لیے مسرت ہی مسرت ہے اور اچھی بازگشت ہے۔ شیخ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر میں رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا: طوبٰی ایک درخت ہے جس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں بہشت والوں کے گھر میں ہیں۔ پھر فرمایا کہ اِس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ! ابھی تو آپ نے فرمایا تھا، کہ طوبٰی کی جڑ اپنے گھر میں ہے اور اب علیؑ کے گھر میں بتلا رہے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، میرا اور علیؑ کا گھر ایک ہی ہے لہٰذا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب افضل و اشرف خلائق ہیں۔

(۵۱) آیت (دیگر)

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ (سورۂ الاعراف آیت نمبر ۱۸۱)

ترجمہ: جن کو ہم نے پیدا کیا وہ، وہ گروہ ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ ابنِ مردویہ نے زاذان سے نقل کیا ہے کہ فرمایا، حضرت علیؑ نے کہ جلد یہ اُمّت تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ بہتّر (۷۲) فرقے جہنّمی ہوں گے اور ایک فرقہ جنّتی ہوگا۔ خداوند عالم نے اسی جنّتی فرقہ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے اور وہ گروہ ہم اور ہمارے شیعہ (پیرو) ہیں۔

(۵۲) آیت (دیگر)

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ (سورۂ زخرف آیت نمبر ۵۷)

ترجمہ: جب پسرِ مریمؑ سے مثال دی گئی تیری قوم کو تو وہ چلّائے

علامہ حلّیؒ سے روایت ہے کہ رسولؐ کریم نے علی مرتضٰی کے بارے میں فرمایا کہ علیؑ

اور عیسیٰؑ میں بہت مشابہت ہے کہ بعضے محبت میں اتنا غلو کریں گے کہ ہلاک ہوجائیں گے جیسے کہ نُصیری اور بعض دشمنی میں اِتنے مخالف ہوجائیں گے کہ ہلاک ہوجائیں گے۔ اس طرح ابنِ معازلی نے کتاب مناقب میں محمد ابن عبدالواحد آمدی نے جز وسوم جواہر الکلام میں اور ابن عبدالربہ نے کتاب عقدہ میں مختلف طریقوں سے اسی مضمون کا ذکر کیا ہے اور کیونکہ بہت سے معجزات و آیات آپ سے ظاہر ہوئے مثلاً بابِ خیبر کو اُکھاڑنا اور چشمہ جوما سے بھاری پتھر کا ہٹا دینا۔ عمرو بن عبدود کو قتل کرنا۔ اژدھے کو دو نیم گہوارہ میں کر دینا اور وقتاً فوقتاً اخبارِ غیب سے مطلع کرنا۔ یہ سب باتیں عقلا کے لیے حیرت کا سبب ہوئیں اور کسی نے آپ کو خدائی مقام دے دیا جیسے نُصیری یا امام شافعی اہلسنّت والجماعت کا وہ شعر جس کا پہلے ذِکر ہوا یعنی شافعی پر تا مرگ یہ ظاہر نہ ہوسکا کہ اس کا رب علیؑ ہے یا اللہ تعالیٰ۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بھی یہی ہوا کہ عیسائیوں نے ان کو اپنا خدا جانا، اور یہودیوں نے کافر سمجھا۔ اب صاحبانِ بصیرت خود فیصلہ کرلیں۔

(۵۴) آیت (دیگر)

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

(سورہ انفال آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ و رسولؐ کو جواب دو جب کہ تم کو پکاریں تا کہ تمہیں زندگی عطا ہو۔

یعنی علومِ دینیہ جو حیاتِ دِل ہے یا عقائد حقہ جو باعثِ حیاتِ اَبدی ہیں یا ولایتِ امیر المومنینؑ اور ابنِ مردویہ یکے از اکابرِ اہلسنّت نے تحریر کیا ہے کہ حیات سے مراد وِلایت و اِمامت ہے اور فخر الدین رازی نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اِس سے مراد نصرت یا محبّت ہے۔ بہر حال آپؑ کی اَفضلیت اُمّت پر ثابت ہے کیونکہ کسی کی نصرت اور محبت سوائے آپ کے واجب نہیں۔

(۵۴) آیت (دیگر)

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (سورۂ انعام ۳۲)

ترجمہ: جس سے ایک نیکی صادر ہو اس کو دس نیکیاں ملیں گی یعنی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جس سے ایک گناہ ہوگا اس کو ایک ہی سزا ملے گی۔

امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب نے فرمایا کہ حسنہ سے مراد ہماری محبت ہے جس کا دس درجہ ثواب ملے گا اور ''سیئہ'' سے مراد ہماری دشمنی ہے جس کا ایک ہی بدلہ ملے گا یعنی دوزخ۔

(۵۵) آیت (دیگر)

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (سورۂ فاطر۔ آیت نمبر ۳۲)

ترجمہ: ہم نے وارث بنایا کتاب کا اِن لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ''ائمہ معصومینؑ'' ہیں اس لیے کہ انتخاب کا لفظ اِن کے لیے موزوں ہے کیونکہ وہ خدا کے منتخب شدہ ہیں۔

(۵۶) آیت (دیگر)

وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ الخ (الرعد آیت نمبر ۴)

اِس آیت میں خداوند عالم نے اپنی شانِ قدرت کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ ایک ہی زمین کے قطعات میں بعض سرسبز اور بعض بنجر ہیں حالانکہ ہر درخت ایک ہی پانی سے پرورش پاتا ہے مگر ذائقے مختلف ہیں۔ صاحبِ کشف الغمہ نے بھی یہ روایت حافظ ابوبکر مردویہ سے بھی تحریر کی ہے کہ قرآن کے ظاہر اور باطن دو پہلو ہیں۔ چنانچہ جابرؓ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالت مآبؐ نے کہ نبی اور وصی ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں جنہوں نے ایک ہی پانی سے پرورش پائی ہے جیسا کہ رسولؐ خدا نے دوسری جگہ یہ فرمایا:

اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔

(۵۷) آیت (دیگر)

وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ (الشعرا آیت نمبر ۸۴)

ترجمہ: (دعائے خلیلؑ خدا) الٰہی قرار دے میرے لیے لسان صدق آخرین میں۔
ابنِ مردویہ نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں بہر تقدیر فضیلت امیر المومنینؑ ثابت ہے۔

چند ضروری معروضات

بعض آیات قرانی کے تکمیل بعد صاحبانِ بصیرت کی خدمت میں چند ضروری معروضات۔ مسند احمد حنبل، میں روایت ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ قران کی کوئی آیت مدحیہ ایسی نہیں جس کے راس و رئیس امیر المومنینؑ نہ ہوں۔ علاوہ ازیں قران میں اکثر اصحاب کے لیے آیاتِ عتاب بھی آئی ہیں مگر خدا نے امیر المومنینؑ کا جہاں بھی قران میں ذِکر فرمایا ہے نیکی اور حرمت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور قران میں اتنی آیات کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں جتنی امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو بھی آیت یاایھا الذین آمنوا سے شروع ہوئی ہے اس میں آپ کیونکہ امیر المومنین اور سر کردہ مومناں ہیں لہٰذا آپ شریک اوّل ہیں۔

مسند احمد حنبل میں مذکور ہے کہ اکابر مفسّرین اہلسنّت مجاہدؔ نے اعتراف کیا ہے کہ علیؑ کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ کم از کم ستّر آیات ہیں اور خوارزمی نے اپنے ''مناقب'' میں بھی یہی تحریر کیا ہے اور اس سے بڑھ کر فضیلت علیؑ اور کیا ہوگی کہ

''اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءِ۔''

لیکن علمائے حقّہ اثنا عشری نے تین سو ساٹھ آیات اور بعض نے تین سو اسّی آیات شانِ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب میں تحریر فرمائی ہیں۔ امام ششم حضرت جعفر صادقؑ کا اِرشاد ہے کہ ایک ثلث قران اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ بنظر اِختصار انہیں آیات پر اکتفا کرتے ہوئے مختصر احادیث جن کو فریقین کے اکابر علما نے تسلیم کیا ہے۔ تحریر کر رہے ہیں۔

خلافت حضرت علیؑ پر (۲۴) احادیث مع وضاحت

(۱) حدیث اوّل

علامہ حلیؒ نے کتاب نہج الحق اور کشف الصدق میں اور احمد بن حنبل نے کتاب مسند میں اور ابن مغازلی نے جابر ابن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ نبیؐ کریم نے فرمایا۔ انا وعلیؑ بن ابی طالب نور بین یدی اللہ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق اللہ تعالیٰ رکب ذالك النّور فی صلبه فلم یزل فی نور واحد حتّی افترقنا فی صلب عبدالمطلب حتّی قسمنا جزئین جزء فی صلب عبداللہ فاخر جنی نباء جزء فی صلب ابی طالب و اخرج علیاً وّصیّا

یعنی فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میں اور علیؑ پیدا ہوئے تخلیقِ آدمؑ سے چودہ ہزار سال پیشتر، پھر خلق فرمایا آدمؑ کو اور، ہمارے نور کو صلبِ آدمؑ میں جگہ دی اور پھر یہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ صلبِ عبدالمطلبؑ میں آیا پھر دو حصّوں میں منقسم ہوا، ایک حصّہ صلب عبداللہؑ میں آیا جس سے میرا ظہور ہوا، دوسرا حصّہ صلب ابوطالبؑ میں منتقل ہوا، جس سے علیؑ کا ظہور ہوا۔

یہ حدیث اِن احادیث میں سے ہے جس کو شیعہ، سنّی ہر فرقہ نے بغیر اختلاف تسلیم کیا ہے کیا اِس کے بعد بھی نیابت و ولایت اور امامتِ امیر المومنینؑ میں شک ہوسکتا ہے؟

(۲) حدیثِ دوم

اِسی مضمون کی روایت کی گئی ہے ابن بابویہ سے، اُنہوں نے سُفیان ثوری سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے، اور انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، نورِ محمدؐ اور میرا نور خلق کیا گیا تخلیق عالم سے چار سو چوبیس ہزار برس قبل اور فرمایا پیغمبرؐ اطہر نے کہ ہم صنائع الٰہی ہیں یعنی اللہ کے خلق کردہ اور تمام مخلوق ہمارے لیے تخلیق کی گئی ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم خدمتِ رسولؐ میں حاضر تھے کہ جناب امیرؑ سلام رسولؐ کو آئے۔ نبیؐ کریم نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ مبارک ہو آنا اس کا جو چالیس ہزار سال اپنے والد کی پیدائش سے پیشتر ہوا، میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ کیا باپ سے پہلے بھی بیٹا پیدا ہوسکتا ہے، آپؐ نے فرمایا، ہاں اگر خدا چاہے، چنانچہ اُس نے پیدا کیا میرے اور علیؑ کے نور کو قبل پیدائش آدمؑ۔

(۳) حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل اور کتاب حلیۃ الاولیاء مصنفہ حافظ ابونعیم اور جمع بین الصحیحین، تفسیر ثعلبی، کتاب احمد بن موفق خوارزمی اور مختلف کتب اہلسنّت میں مرقوم ہے کہ بعد بعثتِ رسولؐ جب یہ آیت: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۱۴) یعنی آگاہ کرو اور ڈراؤ اپنے قرابت داروں کو۔ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اولادِ عبدالمطلب کو جو چالیس اشخاص تھے۔ طلب فرمایا اور بقدر یک نفر طعام تیار کرایا جس میں سب نے سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔ اِس مُعجز نمائی کے بعد اپنی بعثت کا تذکرہ فرما کر دعوت اِسلام دی اور فرمایا: کہ جو کوئی میرے اِس اَمر میں اطاعت کرے گا اور میرا ساتھ دے گا وہ میرے بعد میرا خلیفہ، میرا جانشین اور میرا وزیر ہوگا۔

کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا، یا رسولؐ اللہ، میں آپ کی نبوت پر گواہی دیتا ہوں اور آپ کی اِطاعت و اِعانت اور مدد کروں گا۔

چنانچہ تین مرتبہ اسی قسم کی دعوت کی گئی اور امیر المومنینؑ نے ہر مرتبہ کھڑے ہو کر وعدۂ اطاعتِ رسولؐ فرمایا۔ رسالت مآبؐ نے علی مرتضٰی کو اپنی جانشینی، برادری اور خلافت کا مُژدہ سُنایا۔ البتہ ہر مرتبہ جب لوگ کھا پی کر باہر نکلتے تو ابوطالبؑ سے طنزاً بطور استہزاء کہتے کہ ابوطالبؑ اب تمہارا بیٹا بھی سردار بن گیا، اب تم اس کی اطاعت کرو۔

یہ وہ حدیث ہے جس نے خلافت کا جھگڑا (اگر مسلمان تعصب کی عینک اُتار کر دیکھے تو) ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے۔ اِس لیے کہ حضرت علیؑ نے اُس دِن جو اِتباعِ رسولؐ کا

رسولؐ سے وعدہ کیا تھا اُس پر تاحیات قائم رہے۔ لٰہذا جو وعدہ رسولؐ نے فرمایا وہ وعدہ بازیچہ اَطفال نہ تھا۔ سرورِ کائنات بحیثیت رسولؐ اُس پر قائم رہے، جو مسلمان رسولؐ خدا کو وعدہ خلافی پر محمول کرے وہ یقیناً اِسلام کے دائرہ سے خارج ہوگا۔

(۴) حدیث (دیگر)

مسند اَحمد حنبل نے سلمانؓ فارسی سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے رسولؐ خدا سے پوچھا، یا رسولؐ اللہ "مَنْ وصِیّكَ" آپ کا وصی کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟

سلمانؓ نے جواب دیا، یوشع بن نون۔

آپؐ نے فرمایا، میرا وصی، میرا وارث جو اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے وہ میرا بھائی (علیؑ ابن ابی طالب) ہے۔

اور یہی روایت کتاب کشف الغمہ میں ابوسعید خدریؓ اور سلمان فارسیؓ سے منقول ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے جو بات واضح ہوتی ہے۔ وہ افضلیت امیر المومنینؑ ہے۔

(۵) حدیث (دیگر)

اسی نوعیت کی ایک اور حدیث ابنِ مغازلی شافعی سے نقل کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے، ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور میرا وصی (علیؑ ابن ابی طالب) ہے۔

(۶) حدیث (دیگر)

قولِ رسولؐ ہے کہ آپ نے امیر المومنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا، انت منّی بمنزلة هارونؑ من موسیٰؑ الا انه لا نبی بعدی: یعنی اے علیؑ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جس طرح کہ ہارونؑ، موسیٰؑ کے لیے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یہ حدیث خلافت و امامت امیر المومنینؑ کے لیے کافی ہے اس لیے کہ اس حدیث کو موافق اور مخالف مثلاً مسند ابن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم نے چند طریق پر نقل کیا ہے کہ

جب آنحضرتؐ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے اور علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ گئے۔ اُس وقت حضرت علیؑ نے خدمت رسولؐ میں عرض کی، یا رسولؐ اللہ، میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا کہ آپ جہاد پر جائیں اور میں آپ کے ساتھ نہ ہوں۔ اِس پر آنحضرتؐ نے فرمایا:

اما ترضیٰ ان تکون منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انّہ لا نبی بعدی:

(۷) حدیث (دیگر)

یہ حدیث آفتاب کی طرح روشن ہے جو عالم کے ہر گوشہ میں اپنی تابانی سے دِل عالم کو منّور کر رہی ہے یعنی وہ حدیثِ غدیر ہے۔ جس سے کسی فرقہ کو اِنکار نہیں ہے اور یہ حدیث (غدیر) صحیح بخاری، صحیح مسلم، نسائی، ابوداؤد، مسند احمد حنبل، کتاب مناقب ابن مغازلی، تفسیر ثعلبی اور کتاب وسیلہ وغیرہ میں مختلف طریقوں سے مذکور ہے اور ابن طلحہ نے کہا ہے کہ حدیث غدیر سو (۱۰۰) طرح سے کتب اہلسنّت میں مرقوم ہے اور مسئلہ وجود، واجب الوجود، معجزہ قرانِ عظیم اور دلیل نبّوت کی طرح مشہور و معروف ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب ''خصائص'' میں بعد ذکرِ حدیث غدیر تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کی روایت اصحابِ رسولؐ سے عمر ابنِ خطاب و براء بن العازب و سعد ابنِ وقاص و طلحہ ابن عبیداللہ و عبّاس و عبداللہ بن عبّاس و حسینؑ ابن علیؑ و ابن مسعود و عمّار بن یاسر و ابوذر غفاری و ابوایوب انصاری و ابنِ عمر و عمران الحصین و ابوہریرہ و جابر ابن عبداللہ و ابورافع و جریر بن عبداللہ و انس بن مالک و حذیفة الیمان و زید ابن اَرقم و عبداللہ ابن عوف و زید ابن شرحیل و عامر بن ابی لیلیٰ و وہب بن حمزہ و زید بن حصّین و وحشی بن الحرب و سعد بن جُنادہ و عمر بن شرحیل و جابر بن سمرہ و مالک ابن حُرو ابووہب اور عبداللہ بن ربیعہ وغیرہ جو کہ سب کے سب اصحابِ رسولؐ تھے کی ہے۔ علاوہ ازیں جن کثیر اور لاتعداد کتب میں اس حدیث کا ذِکر ہے اِن کتابوں کا ذکر اس مختصر کتاب میں دُشوار ہے۔

حدیث یہ ہے کہ رسولؐ کریم نے بہ مقام ''غدیر'' بعد خطبہ طولانی فرمایا:

یاایھا النّاس الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ۔

یعنی اے لوگو! کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔

سب نے کہا: بے شک آپؐ اولیٰ ہیں۔

پھر فرمایا: من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ ''الخ''۔

یعنی میں جس کا مولا ہوں، علیؑ بھی اُس کا مولا ہے۔

سب نے مبارکباد دی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن ہم ایک روایت محمد بن طلحہ کی جس کو خدا نے صدق بیانی کی توفیق عطا فرمائی، نقل کرتے ہیں محمد بن طلحہ نے اپنی کتاب مطالب السئول میں صحیح ترمذی سے زید ابن اَرقم سے روایت کی ہے کہ ایک رُوز علیؑ مرتضیٰ نے مجمع سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے حدیثِ غدیر رسولؐ خدا کی زبان سے سُنی ہو۔

تیرہ (۱۳) آدمیوں نے کھڑے ہوکر شہادت دی کہ ہم نے: من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ: زبان رسالت سے سنا ہے اس کے بعد مصنّف کتاب مذکور نے لکھا ہے کہ جس معنی میں رسولؐ مولا اور صاحبِ اختیار ہیں اُسی معنی میں علیؑ مولیٰ اور صاحبِ اختیار ہیں اور کیونکہ لفظ ''مولا'' قران میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے اِسی لیے خدا کے رسولؐ نے پہلا فقرہ کہہ کر ''من کنت مولاہ'' باقی معانی کی تردید کردی۔ یعنی علیؑ اسی طرح مولا ہے جس طرح میں۔

کیونکہ خداوند عالم نے ''آیۂ مباہلہ'' میں علیؑ کو نفسِ رسولؐ (انفسناء) کہہ کر پہلے ہی اعلان کر دیا تھا اور یہ وہ خصوصیت ہے جو سوائے امیرؑ المومنین کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اس سے بہتر ثبوت خلافتِ علیؑ ابن ابی طالب کے لیے اور کیا ہوسکتا ہے اور حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: مرحبا یا سیّد المسلمین و امام المتّقین۔

حالانکہ یہ صفاتِ مخصوصہ سیّد الانبیاءؐ کے ہیں لیکن رسولؐ نے علیؑ کے واسطے صرف اِس لیے استعمال کیے کہ علیؑ بھی مطابق فرمان خداوندی نفسِ رسولؐ ہیں اور کوئی صفت نبوت کی

بجز ''نبوت'' ایسی نہیں جسے رسول نے ذات امیر المومنینؑ میں نہ بتلایا ہو۔

علامہ حلیؒ نے کتاب منہاج الکرامہ میں لکھا ہے کہ بعد تبلیغ پیغام ولایت و وصایت رسول خدا نے سب کو حکم دیا کہ وہ علیؑ ابنِ ابی طالب کو ''امیر المومنین'' کہہ کر سلام کریں، اور مبارکباد دیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمانِ رسولؐ کی سب سے پہلے تعمیل کی۔ لہٰذا دُنیائے اِسلام کو بھی اِن کی پیروی لازم ہے۔

(۸) حدیث (دیگر)

حدیث متعلق بہ قضیۂ خیبر: مسند احمد حنبل میں بہ طریق چند مذکور ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، باقی صحاحِ ستہ میں بھی مرقوم ہے نور الدین علی مالکی نے بھی کتاب فصول المہمہ میں تحریر کیا ہے کہ جب قلعہ قموص کے محاصرہ نے طول پکڑا، لشکرِ اسلام گرمی اور گرسنگی سے گھبرا گیا تو رسولؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو سردار بنا کر لشکر قلعہ قموص کے سر کرنے کو بھیجا مگر وہ کچھ مسلمانوں کو مرتبۂ شہادت پر فائز کرا کے واپس آ گئے۔ پھر دوسرے روز حضرت عمرؓ بن الخطاب کو سردار مقرر کیا مگر وہ بھی ناکام واپس آئے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں یہ فقرہ لکھا ہے:

فرجع ھو ایضاً منھزماً یعنی وہ بھی شکست کھا کر واپس آ گئے

پس زبانِ الہام بیان رسولؐ سے یہ کلمہ صادر ہوا:

واللہ لاعطین الرایة غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ رسولہ کراراً غیر فراراً

یعنی خدا کی قسم، کل یہ علَم میں اس کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ جنگجو اور فرار نہ ہونے والا ہوگا۔ اصحاب کو یہ غیر معمولی پُر صفات فقرہ سُن کر رات بھر اِس اِنتظار میں کہ شاید کل یہ علَم ہم کو مِل جائے اس لیے کہ علیؑ تو دردِ چشم میں اِس طرح بتلا ہیں کہ جنگ کیا چلنے سے معذور ہیں۔

دوسرے روز صبح جب حضرت ختمی مرتبت خیمہ مُبارک سے باہر تشریف لائے تو فرمایا، این علیؑ ابن ابی طالب یعنی علیؑ کہاں ہیں؟

حاضرین نے یک زبان ہوکر کہا: جنابؐ وہ تو دَردِ چشم اور سخت آشوبِ چشم کی وجہ سے بالکل معذور ہیں۔

حکمِ رسولؐ ہُوا: کہ فوراً علیؑ کو حاضر کرو۔ جب علیؑ خدمتِ پیغمبرؐ اسلام میں حاضر ہوئے۔

آنحضرتؐ نے علیؑ کا سَر اپنی آغوش میں لیا اور اپنا لُعابِ دَہن، امیرالمومنینؑ کی آنکھوں میں لگایا اور دُعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ ابھی کلمہ دُعائیہ تمام نہ ہوا تھا کہ شافیٔ مطلق نے ایسی شفائے کامل عطا فرمائی کہ گویا کوئی تکلیف نہ تھی

پھر جناب رسالت مآبؐ نے رایت باہدایت شاہِؑ ولایت کو عطا کیا فرمایا کہ:

بسمِ اللہ طرفِ قلعہ روانہ ہو کہ خداوند عالم نے اس قلعہ کی فتح تمہارے دستِ ظفر انتساب پر موقوف رکھی ہے۔

جناب امیرؑ نے دریافت کیا: یا رسولؐ اللہ میں اُن سے اس وقت تک لڑتا ہوں جب تک وہ اِسلام قبول نہ کرلیں۔

حضرتؐ نے فرمایا: مقاتلہ میں تعجیل کی ضرورت نہیں، پہلے اِن کو دعوتِ اسلام دو اور حقوق خداوندی سے آگاہ کرو۔ اگر ایک بھی صحیح مسلمان ہوجائے تو وہ تمہارے لیے شترانِ سُرخ مو سے بہتر ہے جو راہِ حق میں تصدّق کیے جائیں۔

پھر سرورِ دو عالم نے اپنی زِرہ علیؑ کو پہنائی، ذُوالفقار حمائل کی اور علمِ فتح وظفر دَستِ مُبارک میں دیا، اللہ کا ولی، رسول کا وصی، قلعہ قموص کی جانب فاتحانہ انداز سے بڑھا، قریبِ حصار آپ نے علمِ ظفر پیکر کو ایک پتّھر پر گاڑ دیا۔

ایک یہودی سردار بالائے قلعہ اس شان کو دیکھ رہا تھا، بآواز پُکارا:

اے صاحبِ رایت تو کون ہے اور کیا نام ہے؟

امیرالمومنینؑ نے مختصر جواب دیا۔ ''انا علیؑ بن ابی طالب''

یہودی چلاّیا: توریتِ موسیٰؑ کی قسم ہم مغلوب ہوگئے۔

سب سے پہلے حارث یہودی میدان میں آیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر میں دو مسلمان درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ اِدھر حیدرِ کرّار نے بڑھ کر ایک وار میں حارث کو فی النّار و السّقر کر دیا۔ اِس کے بعد "مرحب" رئیس قوم برادرِ حارث مقابلہ کو آیا، رَجز پڑھا۔ اس روز مرحب دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔ دُو شمشیر حمائل کیے تھا۔ دو خود آہنی سر پر رکھے، ایک نیزہ جس کا وزن تین من تھا۔ ہاتھ میں لیے، فاخرانہ انداز میں حیدرِ کرّارؑ کی طرف بڑھا۔ شیرِ خدا نے رَجز کا جواب اِس طرح دیا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ کلیث نجابات شدید القسورہ

یہ رَجز خوانی سُن کر مرحب بھاگا۔ شیطان مکّار نے اس سے اس کے خوف و فرار کی وجہ پوچھی، کہنے لگا: میں نے اپنی ماں اور متعدد کاہنوں سے سُنا ہے کہ "شیر" نامی میرا قاتل ہوگا۔ لہٰذا جس کا نام شیر ہو اُس سے جنگ نہ کرنا۔

شیطان نے کہا: کیا "حیدر" دُنیا میں صرف ایک ہی کا نام ہے؟ تو ایک نامی بہادر ہوتے ہوئے بُزدِلی کا ثبوت دیتا ہے۔

مرحب لوٹ پڑا اور چاہتا تھا کہ تلوار کا وار کرے کہ اسی اثنا حیدرِ کرّار نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے اُسے اِس طرح قتل کیا کہ خود کو کاٹتا ہوا زینِ فرس کو بھی نصف کر دیا۔ اِس کے بعد اُس کے مزید سات بھائی یکے بعد دِیگرے میدان میں آئے اور سب جہنّم رسید ہوئے یہ دیکھ کر یہودیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ خدا کے شیرؑ نے خشمناک ہو کر تعاقب کیا اور خیبر کے دروازے کو ایک جھٹکے سے اُکھاڑ پھینکا۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قلعہ اور لشکرِ اسلام کے درمیان ایک وسیع خندق حائل تھی، آپؑ نے دروازے کو پل کی جگہ استعمال کیا اور فوجِ اسلام اس کے ذریعہ داخل قلعہ ہوئی۔ جب رسولؐ خدا نے یہ منظر دیکھا کہ علیؑ بابِ خیبر کو ہاتھ پر اُٹھائے ہوئے ہیں اور اِسلامی لشکر اُس پر سے گزر رہا ہے۔ لوگ متعجب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے لوگوں سے فرمایا: علیؑ کے پیروں کی طرف دیکھو کہ ہَوا پر مُعلّق ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے دروازۂ خیبر کو جس وقت اُکھاڑا تو تمام قلعہ ایسا لرز گیا کہ صفیہ دُختر حیَ ابن اخطب تخت سے گر گئی۔ الامان، الامان کا شور بلند ہوا۔ علیؑ مرتضیٰ نے سب کو امان بخشی۔ بیشتر یہودی مسلمان ہوگئے۔ کتبِ معتبرہ میں مذکور ہے کہ ایک روز جبرئیلؑ امین، حضرت علیؑ کو دیکھ کر مسکرائے۔

آنحضرتؐ نے اِس مسکراہٹ کی وجہ پوچھی۔

تو جبرئیلؑ نے کہا، مجھے شہر لوطؑ کا واقعہ یاد آ گیا کہ جب حکمِ خدا سے میں نے لوطؑ کے شہر کو اتنا بلند کر کے کہ پرندوں کی آوازیں ملائکہ آسمان نے سُنیں۔ پھر اُسے زمین پر پھینکا تو اِتنی زحمت اور تعب مجھ کو نہیں ہوئی، جتنا امیر المومنینؑ کے مرحب پر تلوار کھینچنا اور اُس وقت بحکم خدا اُن کا بازو پکڑ لینا کہ کہیں ضربِ شمشیر حیدری سے گاؤ زمین دوپارہ نہ ہو جائے مجھے زحمت اور تعب ہوئی۔

مختصر یہ کہ اگر کوئی یہودیوں کی جنگ پر فتح یاب ہونا چاہیے اور اسلام کے پرچم کے سایہ میں آنا چاہے تو خدا کے رسولؐ کی یہ حدیث جو متفق علیہ ہے بہت کافی ہے۔ سوچو تو رسولؐ کے اس فرمان سے کہ کل اُس کو علم دوں گا، جس کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں، کیا مطلب ہوا۔ کیا اَوروں کو خدا اور رسولؐ دوست نہیں رکھتے۔ یا پھر یہ فرمانا کہ جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے تو کیا دیگر لوگ خدا اور رسولؐ کو دوست نہیں رکھتے تھے۔

کتاب بن مغازلی و کتاب اخطب الخطباء و صحیح مسلم نے علیؑ کے مراتب کا اِعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی مقام خطیب منبر سلونی کو معلوم کرنا چاہے تو سوائے حضرت ختمیؐ مرتبت کے آپؐ کے مقام اور مرتبہ سے دوسرا کوئی واقف نہیں۔ محمد بن محمود کرمانی شافعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا سجدۂ شکر میں یہ الفاظ ادا فرماتے تھے: اِلٰهِي بِحَقِّ عَلِيٍّ وَلِيِّكَ اِغْفِرْ لِمُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ

علاوہ ازیں اکابر اہلسنّت نیشاپوری اور واقدی سے منقول ہے، جب بعد جنگِ خیبر رسولؐ خدا کی نظر علی مرتضیٰ پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ عیسیٰ

کی طرح تمہیں بھی لوگ خدا کہنے لگیں گے تو آپ میں وہ صفاتِ کاملہ علیؑ کے بیان کرتا کہ لوگ ان کی خاکِ پا اُٹھا کر آنکھوں سے لگاتے۔

(۹) حدیث (دیگر)

جس پر مخالف اور موافق سب کو اتفاق ہے وہ حدیثِ خندق ہے جس کو اَحزاب بھی کہتے ہیں۔ منقول ہے کہ جب عمرو بن عبدود، جو ایک نامی گرامی پہلوان تھا، روزِ خندق، خندق عبور کر کے لشکرِ اسلام میں دَر آیا اور مُبارز طلب ہوا تو لشکرِ اسلام سے کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس کے مقابلہ کو نکلتا۔ بالآخر امیرالمومنینؑ اس کے مقابلہ کو نکلے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: برز الایمان کُلّه الی الشّرك کُلّه:

یعنی کُل اسلام، کُل کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے۔ جب شیرِ خداؑ نے عمرو کو ایک کاری ضرب سے جہنّم رسید کیا اور آوازِ تکبیر بلند کی تو رسولؐ خدا نے عمرو بن عبدِوُد کے قتل کا یقین کرتے ہوئے فرمایا۔

ضربت علیؑ یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین ط یعنی علیؑ کی ضربت، روزِ خندق افضل ہے عبادت سے جنّ و اِنس کی تا روزِ قیامت۔ یہ حدیث اِس قدر مشہور و معروف ہے جس سے انکار ناممکن ہے اس سے زیادہ اور ثبوتِ افضیلت دنیا کیا چاہتی ہے؟

(۱۰) حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل صحّاحِ ستّہ مناقب خوارزمی اور فصول المہمہ میں منقول ہے کہ روزِ احد جب سوائے امیرالمومنینؑ کے رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر سب بھاگ گئے تو ملائکہ نے شجاعتِ علیؑ پر فخر و مباہات کی، جبرئیلؑ نے خدمتِ رسولؐ میں اظہارِ تعجب کیا۔ تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: ان علیا منّی و اَنامنه۔

جبرئیلؑ نے یہ سن کر کہا: وانا منکما یا رسولؐ اللّٰه۔

اور یہ بھی کتابوں میں مذکور ہے کہ صبح سے شام تک: لافتیٰ الا علی لاسیف الاذوالفقار کی آوازیں، فرشتوں کی زبانی گوشِ اہلِ زمین میں آتی رہیں۔

کشف الغمّہ میں عکرمہ نے جنابِ امیرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب میں نے اثنائے جنگ، کفّار کو بھگا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو رسولؐ خدا کو نہ پایا تو بڑا متفکّر ہوا اور سوچا کہ کہیں دشمنوں نے رسولؐ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ یہ سوچ کر میں نے شمشیر کے غلاف کو توڑ کو پھینک دیا۔ اور طے کیا کہ مجھے بھی لڑتے لڑتے ختم ہو جانا چاہیے۔ کفّار پر پے بہ پے حملہ کر رہا تھا۔ کہ ایک سمت کُشتگان میں رسول خداؐ کو بے ہوش دیکھا، قریب گیا اِتنے میں آپؐ نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے اصحاب کیا ہوئے میں نے عرض کیا، راہِ فرار اِختیار کی اتنے میں لشکرِ کفّار پھر حملہ آور ہوا۔

حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ اے علیؑ ان کے شر کو مجھ سے دَفع کردو۔ میں پوری طاقت سے حملہ آور ہوا۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب رسالت مآبؐ نے فرمایا: اے علیؑ سنا تم نے کہ ملائکہ آسمان ''لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف اللّٰہ ذو الفقار'' کہہ کر تمہاری مدح وثنا کر رہے ہیں۔ میں نے سُن کر اتنا خوش ہوا کہ بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لایا۔ بھاگنے والوں میں کچھ بہادر ایسے بھی تھے جنہیں صحابی ہونے کا فخر تھا، تین روز بعد واپس آئے۔ عکرمہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کو چار چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوسکیں۔

پہلی (۱) یہ کہ عرب اور عجم میں کوئی اور دُوسرا شخص نہیں جس نے سب سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

دوسری (۲) یہ کہ آپؑ ہر معرکہ میں علمدار لشکرِ اسلام رہے۔

تیسری (۳) یہ کہ روزِ اُحد صرف آپ ہی رسولؐ خدا کے ساتھ رہے۔

چوتھی (۴) یہ کہ تجہیز و تکفین و تدفینِ رسولؐ میں سوائے آپؑ کے اور کوئی شریک نہ ہوا۔

(۱۱) حدیث (دیگر)

اکثر کتب اہلسنّت حتیٰ کہ مسند احمد حنبل میں مرقوم ہے کہ اوائلِ اسلام میں سب کے دروازے مسجدِ رسولؐ میں کُھلتے تھے کچھ مدّت کے بعد بحکم خدا، آنحضرتؐ نے سب کے

دروازے مسجد کی طرف کھلنے والے بند کرا دیئے صرف حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا، جس سے خدا کی نظر میں جو ''نفسِ رسولؐ'' کا مقام تھا اُس کی وضاحت ہوگئی۔ جب کہ اَوروں نے دروازے بند ہوجانے پر اعتراضات کیے۔ تو رسولؐ خدا نے جواب میں فرمایا: یہ حکم میرا نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کا حکم ہے جس نے علیؑ کو عزّت عطا فرمائی۔

لہٰذا یہ الطافِ رَبّانی اور اکرامِ سُبحانی دَلیل ہے اِس کی کہ ''مَدینۃُ العِلم'' سے افضل خدائے تعالیٰ کی نظر میں اَور کوئی نہ تھا۔

(۱۲) حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل اور اکثر کتب ''مناقب'' میں مذکور ہے کہ رسولؐ خدا نے امیرؑ المومنین سے فرمایا: کہ اے علیؑ تیری مثال عیسیٰؑ جیسی ہے جس کو یہودیوں نے دشمن رکھا اور نصاریٰ نے اتنا دُوست رکھا کہ خدا کہہ دیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خارجی لوگ حضرت علیؑ کے دشمن ہوگئے اور نُصیریوں نے خدا کہہ دیا خدا کی دونوں پر لعنت۔

(۱۳) حدیث (دیگر)

حدیثِ طیر ہے۔ مسند احمد حنبل اور صحاح سِتہ ہی میں نہیں کثیر اکابر محدّثین اہلسنّت نے اس حدیث کو لکھا ہے کہ پینتیس (۳۵) اصحاب رسولؐ نے انس بن مالک وغیرہ سے نقل کیا ہے، ایک شخص مُرغِ بریاں ہدیتاً خدمتِ رسولؐ میں لایا۔ آنحضرتؐ نے بہ طریق مناجات قاضی الحاجات کی درگاہ میں درخواست کی:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ بَاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْکُل مَعِی ھٰذَا الطَّیْر

یعنی خداوندا ایسے شخص کو بھیج دے جو تیرے نزدیک دوست ترین مخلوق ہوتا کہ وہ اس مُرغِ بریاں کو میرے ساتھ کھائے۔

جیسے ہی دُعا ختم ہوئی ویسے ہی جناب امیرؑ آئے اور دَقُّ الباب کیا۔ انس بن مالک جو دربانِ رسولؐ تھا۔ اس نے امیرؑ المومنین کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی کہ رسولؐ مقبول اس وقت مصروف ہیں۔ آپؑ واپس ہوگئے۔ کچھ دیر بعد آپ پھر آئے اور انس بن

مالک نے یہی کہہ کر آپؑ کو واپس کر دیا کہ حضورؐ مصروف ہیں۔ تیسری مرتبہ جب انس بن مالک نے وہی بات پھر کہی تو جناب امیرؑ نے بہ آواز بلند کہا کہ آخر بات کیا ہے۔

یہ آواز رسولؐ خدا نے سُن لی اور علیؑ کو اپنے پاس بُلا کر پوچھا: کہ میں کتنی دیر سے تمہارا (علیؑ) انتظار کر رہا ہوں، اِس تاخیر کی کیا وجہ ہے؟

آپؑ نے کہا: کہ میں کئی بار آیا مگر ہر مرتبہ آپؐ کے دربان نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ آنجنابؐ ضروری کام میں مصروف ہیں۔

رسولؐ مقبول نے انس کو بلا کر پوچھا کہ: انہیں (علیؑ کو) اندر آنے سے کیوں روک دیا؟

انس نے کہا: میری یہ خواہش تھی کہ ہم ہی سے کوئی آئے — کیونکہ آپ کو میں نے دُعا کرتے سُنا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا: کیا علیؑ سے بہتر کوئی اور بھی ہے۔

پھر امیرؑ المومنین نے رسولؐ اللہ کے ساتھ وہ مُرغِ بریاں تناول فرمایا۔ لہٰذا خدا کے نزدیک جو سب سے زیادہ دوست ہو اس کی افضلیت میں، اللہ کا ماننے والا ہرگز شک نہیں کر سکتا۔

(۱۴) حدیث (دیگر)

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا یہ دعویٰ: ''سلونی قبل ان تفقدونی۔'' اِس کی دلیل ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

انادار الحکمۃ و عَلِیٌّ بابھا۔ فمن ارادالحکمۃ فلیات الباب۔

مقصد حدیث یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: جو بھی میرے علم یا حکمت سے فائدہ حاصل کرنا چاہے دروازہ سے آئے یعنی علیؑ کے ذریعہ علم و حکمت حاصل کرے اور اگر دروازہ

سے نہ آئے گا تو سارق اور عاصی (چور اور گنہگار) قرار پائے گا۔ جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے: وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ (سورۂ بقرۃ۔ آیت نمبر ۱۸۹)

ترجمہ: گھروں میں دروازہ سے داخل ہو۔ اِدھر اُدھر سے داخل ہوکر سارق (چور) مت بنو، اور چوروں کو راستہ مت دِکھلاؤ بغوی نے بھی صحاح ستہ میں روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے: انا دار الحکمة وعلی بابها فمن اراد الحکمة فلیات الباب۔

خوارزمی نے مناقب میں ابی البختری سے نقل کیا ہے کہ میں نے امیر المومنین کو دیکھا، منبر کوفہ پر رسولؐ کی عباد وش پر، عمامہ رسولؐ سر پر اور انگشتری رسولؐ دَر دست اور فرما رہے ہیں: سلونی قبل عن تفقدونی فانما.......... الخ۔

یعنی سوال کرو مجھ سے، اِس سے قبل کہ مجھے نہ پاؤ۔

میرا سینہ علم لدُنّی سے معمور ہے اور یہ لعابِ دہن رسولؐ کی برکت ہے اور یہ وہ علم رسولؐ ہے جو رسولؐ نے مجھے اسی طرح دیا ہے جیسے کبوتر اپنے بچّے کو اپنے پوٹے کا دانہ منتقل کر دیتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے اور اس پر بیٹھوں تو اہل توریت کو توریت سے، اہل انجیل کو انجیل سے، ایسے فتوے دوں کہ خود توریت اور انجیل پکار اُٹھے کہ علیؑ تو نے صحیح فتویٰ دیا۔ اور سوال کرو مجھ سے کتابِ خدا (قران) سے جس کا تم کو علم نہیں۔

بخدا میں تمہیں بتلاؤں گا کہ کون سی آیت کب اور کہاں نازل ہوئی۔ دِن میں یا رات میں، پہاڑ پر یا میدان میں۔ اور قران خود گواہی دے گا کہ بے شک علیؑ نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے علم کا خزانہ سینۂ علیؑ میں اس طرح بھر دیا تھا جیسا کہ امیر المومنینؑ نے خود اِعتراف فرمایا اِسی لیے حکم دے دیا تھا کہ دروازہ سے آؤ۔

(۱۵) حدیث (دیگر)

درجمع بین صّحاحِ ستہ مذکور ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے:

رحم الله علیاً اللّهمّ ادر الحق معه حیث دار۔

یعنی خدایا پھیر دے حق کو اس طرف جس طرف علیؑ پھرے۔

لہٰذا اُمت پر ایسے شخص کی پیروی لازم اور واجب ہوگی چنانچہ رسولؐ پاک نے فرمایا:
جو علیؑ کا مخالف ہو، خدا اُس کو واصل جہنم کرے۔

عمار بن یاسرؓ سے فرمایا: کہ عمار اس روز کو یاد رکھ جب ایک گروہ علیؑ سے جنگ کرے گا تو تُو یاد رکھ کہ اس شخص کا ساتھ دینا جو میرے داہنی جانب بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی وہ علیؑ ہے۔ اے عمار! اگر تو دیکھے کہ تمام لوگ منحرف ہوگئے ہیں اور تنہا علی رہ گئے ہیں پھر بھی علیؑ کا ساتھ دینا، اِن کے ہر حکم کو اللہ رسولؐ کا حکم سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا۔ کیونکہ علیؑ کا راستہ حق ہے۔

احمد بن موسیٰ مردویہ نے بچند طریق زوجۂ رسولؐ (حضرت عائشہؓ) سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سُنا: الحق معه العلیؑ و علیؑ معه الحق۔

(۱۶) حدیث (دیگر)

بین الصحیحین، سنن ترمذی اور خطیب دمشقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ جناب امیرؑ کا مسجد میں سونا، رِدا کا دوشِ مبارک سے اُتر جانا اور چہرہ گرد آلود ہوجانا اور رسولؐ خدا کا گرد جھاڑنا اور بار بار فرمانا: اجلس یا ابا تراب۔ اے ابوتراب (مٹی کے باپ) اُٹھ۔

مترجم: اس واقعہ کو ہم ایک شعر پر تمام کرتے ہیں۔

بہ پیشِ فضل و مقام علیؑ چہ ذکرِ بشر
ابو البشر نہ تُراب است و بوتراب علیؑ

(۱۷) حدیث (دیگر)

علامہ حلیؒ نے کتاب نہج الحق میں جمہور علمائے اہلسنّت سے نقل کیا ہے کہ یہ روایات چند طریق سے رسولؐ خدا سے مذکور ہیں۔ حسبِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسولؐ خدا نے علیؑ کو اپنے دُوشِ مبارک پر سوار کر کے خانۂ کعبہ سے بُتوں کو گروایا۔
(۲) پُل صراط سے کوئی نہیں گزر سکے گا۔ مگر جس کے پاس ''پروانۂ محبت علیؑ'' ہوگا۔
(۳) سورج بعد غروب ادائیگی نماز، علیؑ ابن ابی طالب کے واسطے پلٹا اور پھر غروب ہوا۔
(۴) علیؑ کے وضو کے واسطے پانی ''حوضِ کوثر'' سے آیا۔

(۵) روزِ اُحد، منادی نے ندا کی: لَا فَتیٰ اِلاَّ عَلِیٌ لاَ سَیفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔

(۱۸) حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل اور مناقبِ خوارزمی میں مذکور ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

ان منکم من یقاتل علی تاویل القرأن کما قاتلت علی تنزیله:

ترجمہ: رسولؐ خدا نے اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص قتال و جہاد کرے گا تاویل قران پر، جس طرح جہاد کیا میں نے تنزیل قران پر، پس یکے بعد دیگرے اصحاب نے کہا کہ کیا رسولؐ خدا وہ میں ہوں گا۔

آپؐ نے فرمایا: نہیں، وہ، وہ ہوگا جو اس وقت میری نعلین دُرست کر رہا ہے۔

(اِس وقت حضرت علیؑ حجرۂ فاطمہ زہراؑ میں بیٹھے حضورؐ کا جوتا درست کر رہے تھے۔)

(۲۰) حدیث (دیگر)

احمد بن حنبل اپنی کتاب مسند میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسولؐ خدا ایک ہاتھ میں امام حسنؑ کا ہاتھ لیے اور دوسرے میں امام حسینؑ کا ہاتھ لیے فرما رہے تھے کہ جو دوست رکھے اِن کو اور اِن کے والدین کو وہ روز قیامت جنّت میں میرے ہمراہ ہوگا اور مسند احمد حنبل در جمع بین الصحیحین اور بین صّحاح سِتہ مذکور ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

لا یحّبك الاّ مومن ولاّ یبغضك الا منافق

اے علیؑ تجھے دوست نہ رکھے گا مگر مومن، اور دشمن نہ رکھے گا مگر منافق۔

اور کتاب کُلینی میں تحریر ہے کہ جابر ابن عبداللہ انصاریؓ آخر عمر میں عصا لیے مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرا کرتے تھے (علی خیر البشر من ابا فقد کفر) یعنی علیؑ بعد پیغمبرؐ، خیر البشر ہیں جو انکار کرے وہ کافر ہے۔ یہی حدیث زوجۂ رسولؐ ام سلمہؓ سے بھی منقول ہے۔

(۲۱) حدیث (دیگر)

ابوبکر احمد بن مردویہ جس کا قول چاروں مذہب میں حجّت اور قابلِ قبول ہے ایک حدیث ابوذر سے نقل کرتے ہیں کہ میں، ایک روز خدمتِ رسولؐ خدا میں حاضر تھا۔

میں نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کا وہ دوست ترین صحابی کون ہے؟ کہ اگر اِس کوکسی روز ضرورت پیش آئے تو میں بھی اس کا ساتھ دوں۔

پس حضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہ علیؑ ابنِ اَبی طالب ہیں۔''

دُنیا اِنصاف کی آنکھیں کُھولے اور دیکھے کہ رسولؐ نے کیا فرمایا۔

(۲۲) حدیث (دیگر)

احمد بن حنبل، اپنی کتاب مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا۔ من اذی علیاً فقد اذانی۔ جس نے علیؑ کو ستایا اُس نے مجھے ستایا، اور وہ روزِ قیامت یہودی یا نصرانی کے ساتھ محشور ہوگا۔

(۲۳) حدیث (دیگر)

مسند ابنِ حنبل میں ہے کہ اَصحابِ رسولؐ نے بنتِ رسولؐ (جناب فاطمہ زہراؑ) کو پیغامِ نکاح دیا۔ رسولؐ خدا نے اِنکار میں یہ فرمایا کہ فاطمہؑ کمسن ہے، یا یہ کہ مجھے اِس سلسلہ میں وحی کا انتظار ہے اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ معتبر ہے۔ اس لیے کہ جب اَمیرؑ المومنین نے پیغام دیا تو کمسنی کا عُذر نہ کیا گیا۔ حالانکہ اس وقت بھی وہی عذر ہوسکتا تھا۔

بہرحال جنابِ فاطمہؑ کا عقد علیؑ مرتضٰی سے ہوا۔ جب کہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ بروایتِ معتبر دس سال کی تھیں رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ مال دُنیا سے ہے۔ آپ نے کہا، ایک زِرہ اور ایک راہوار ہے۔

رسولؐ نے فرمایا: تمہیں راہوار (گھوڑا) کی ضرورت ہے، زِرہ کو فروخت کردو۔

چنانچہ زِرہ بدست عثمان بن عفان ایک سو اَسّی درہم میں فروخت ہوئی جو جہیز فاطمہؑ میں صرف ہوئے۔

پیغمبرؐ خدا نے بحکمِ الٰہی ایک فصیح و بلیغ خطبہ کے بعد فرمایا: اے علیؑ مجھے حکمِ خدا ہے کہ میں فاطمہؑ کو تمہارے عقد میں دے دوں، کیا تم راضی ہو۔ امیرالمومنینؑ نے بھی اِظہارِ رضا مندی فرمایا، اس کے بعد رسولؐ خدا نے دُعائیہ جملے فرمائے۔ ''تم دونوں خوش رہو۔ خدا اِس کارِ خیر میں برکت عطا فرمائے اور کثیر ذریّتِ طیّبہ عطا کرے۔'' پھر خوانِ خُرمہ لایا گیا اور تبرّک سمجھ کر اصحاب ٹوٹ پڑے اور اُچکنا شروع کیا۔ جو آج بھی بطور سُنّت یہی طریقہ اِختیار کیا جاتا ہے۔

رسولؐ خدا خود خانۂ فاطمۃؑ الزہرا میں تشریف لے گئے۔ ایک ظرف میں پانی لیا، پہلے تھوڑا سا خود پیا پھر حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کرو اور پیئو اور کچھ پانی دونوں پر چھڑکا۔ پہلے رسولؐ نے واپس ہونا چاہا تو فاطمۃؑ الزہرا آبدیدہ ہوئیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کہ اے فاطمہؑ میں نے تجھ کو اُس کو دیا ہے جو سب سے پہلے اِسلام لایا، اخلاق میں وہ سب سے بہتر ہے۔ خدا اور اُس کے رسولؐ کی معرفت اس کے سوا کسی کو نہیں، خدا کی قسم میں نے تیری تزویج ایسے سے کی ہے جو سیّدِ دُنیا اور آخرت ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: کہ اگر جناب فاطمہؑ کی شادی امیرالمومنینؑ سے نہ ہوتی تو دُنیا میں آپ کا اور کوئی کفو اور ہمسر نہ ہوتا، اَز آدم تا قیامت۔

زمخشری نے جو کہ اکابرِ جمہورِ علماءِ اہلسنّت میں سے ہے تحریر کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: کہ فاطمہؑ میرا پارۂ دِل ہے اور حسنینؑ میوۂ دِل ہیں اور اس کا شوہر میری رُوشنیِ چشم ہے اَور باقی ائمہ امانت دار پیغام خداوندی ہیں اور ایک رِیسمان ہیں میانِ بندگان و معبود، جو اُن سے دوری اختیار کرے گا وہ ہلاک ہوجائے گا اور ثعلبی نے جو کہ مفسّرین اہلسنّت سے ہیں، رسولؐ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا رسولؐ نے:

یا ایھا النّاس قد ترکت فیکم الثّقلین۔ الخ

یعنی لوگو! میں تم میں دوگراں بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جو ایک دوسرے سے اَفضل ہے اور وہ کتاب خدا اور میری عترت (اہلبیت) ہیں۔

اگر تم اِن دونوں کو پکڑے رہے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ ہم روزانہ نماز پنجگانہ میں سورۂ حمد میں خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں گمراہی اور گمراہوں سے بچا۔

رسولؐ نے ہمیں گمراہی سے بچانے کی ترکیب ہی نہیں بتائی بلکہ وعدہ فرمایا ہے کہ ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔ اگر دونوں (قران وعترتؑ) کو پکڑے رہے۔ مسند احمد حنبل نے بھی ابوسعید خدری سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

(۲۴) حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"النجوم امان لا ھل السمآء الخ۔" یعنی ستارے اہلِ آسماں کے لیے اَمان ہیں۔ جب ستارے آسمان پر نہ رہیں گے۔ اہلِ آسمان بھی نہ رہیں گے اور میرے اہلبیت اَمان ہیں اہلِ زمین کے لیے۔ جب میرے اہلبیت نہ رہیں گے تو اہلِ زمین بھی نہ رہیں گے۔ لہٰذا بنا بر قول رسولؐ، اگر زمین وجودِ اہلبیت سے خالی ہوگئی ہوتی تو آج اہل زمین ہی نہ ہوتے۔ نیز یہ کہ ان کا وجود ہی گو پسِ پردہ ہو قیامِ عالم کے لیے ضروری ہے۔ جس طرح آفتاب عالمتاب اگرچہ پسِ اَبر ہو مگر دُنیا کو پھر بھی فائدہ پہنچاتا اور قیامِ روز کا باعث ہے۔

(۲۵) حدیث (دیگر)

"حدیثِ منزلت" ہے جو "حدیثِ غدیر" کی طرح متواتر ہے۔ کسی نے اس میں اِختلاف نہیں کیا کہ پیغمبرؐ خدا نے علیؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:

انت منّی بمنزلة ھارونؑ من موسیٰؑ۔

اے علیؑ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔

فصل پنجم (فضائلِ علیؑ)

فضیلتِ اوّل: علم

فضائل امیر المومنینؑ کا بیان کیسے ممکن ہے جبکہ رسولؐ خدا خود فرمائیں کہ اگر درخت قلم ہوجائیں اور دریا روشنائی اور جِنّ و اِنس لکھیں تو بھی فضائلِ علیؑ کا شمار نہیں ہوسکتا۔ (خوارزمی نے کتاب ''مناقب'' میں ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے)۔

یہ حقیقت ہے کہ جس کا اُستاد اور معلّم رسولؐ جیسا ہو اور جس نے رات دِن خدمتِ رسولؐ میں بسر کیے ہوں اور رسولؐ سب سے زیادہ اس پر شفیق و مہربان ہو اس کے فضائل کی کیا انتہا ہوسکتی ہے۔ صحابہ میں ابنِ عباسؓ سب سے زیادہ فقیہ سمجھے جاتے ہیں جو امیرؑ المومنین کے شاگرد تھے۔ کسی نے اُن سے سوال کیا کہ تمہارا عِلم امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کے عِلم سے کیا نسبت رکھتا ہے۔

انہوں نے فرمایا: جو نسبت ایک قطرہ، بحرِ محیط سے رکھتا ہے۔

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں اوّل شب سے صبح تک امیرالمومنینؑ کی خدمت میں تھا اور آپؑ ''بائے بسم اللہ'' کی تفسیر بیان فرمارہے تھے، صبح ہوگئی اور تفسیر ختم نہ ہوئی اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: آسمان کے راستوں کا مجھ سے سوال کرو۔ اس لیے کہ میں زمین کے کوچوں اور راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں، اور فرمایا کہ رسولؐ خدا نے مجھے ہزار بابِ علم کے تعلیم فرمائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب اور استخراج کیے اور ابنِ طلحہ شافعی نے جو اپنی کتاب میں بیہقی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ اکرم نے جو آدمؑ کا علم دیکھنا چاہے اور نوحؑ کا تقویٰ، ابراہیمؑ کی خُلّت، موسیٰؑ کی ہیبت اور عیسیٰؑ

کی عبادت تو وہ چہرۂ علیؑ ابن ابی طالب پر نظر ڈالے۔

معلوم ہوا کہ رسولؐ کی نظر میں حضرت علیؑ، عالم کُل ہیں۔ جس سے آپؑ کی افضلیت ثابت ہے، اور کسی دوسرے کی فضیلت یا افضلیت کی گنجائش نہیں رہتی۔

فضیلت دوم: زُہد

جس میں کسی کو اختلاف نہیں، امیرالمومنینؑ نے بارہا فرمایا کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دے دیئے ہیں۔ عمر ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ میں نے اُمتِ مسلمہ میں بعد نبیؐ، علیؑ سے زیادہ زاہد کسی کو نہیں دیکھ۔

ملاّ علی قوشجی نے شرح تجرید میں عبداللہ بن رافع سے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ وقتِ اَفطار آپ کی خدمت میں جو کا ستو لایا گیا۔ جو کہ ایک کیسہ میں سَر بہ مُہر تھا۔ آپؑ نے اس سے روزہ اَفطار فرمایا، میں نے سوال کیا: یا امیرالمومنینؑ آپ نے اس کیسہ کو سر بہ مُہر کیوں کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ مبادا حسنینؑ اس کیسہ میں روغن یا شیرینی شامل کر دیں، میںؑ نے سر بہ مُہر کر دیا۔

اسی طرح جب آپ اپنے لیے پیرہن خریدتے تو دُو پیرہن خریدتے، عمدہ اور قیمتی پیرہن اپنے غلام (قنبر) کے لیے اور اپنے واسطے نہایت سادہ اور کم قیمت کا لیتے۔

فضیلت سُوم: عبادت

آپؑ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ رات و دِن میں ہزار رَکعات نماز اَدا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی آپ کی عبادت کا اتنا خیال تھا کہ ایک روز نمازِ عصر قضا ہونے پر سورج کو پلٹا دیا۔۔۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے روزِ جنگ دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا، یا امیرالمومنینؑ آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا، یہ دیکھ رہا ہوں کہ نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا۔ میں نے کہا: اِس جنگ کے موقع پر اَور اَیسے پُرخطر وَقت میں؟!

آپؑ نے فرمایا کہ اِسی نماز کے واسطے تو میں جنگ کر رہا ہوں۔

آپؑ اِرشاد فرمایا کرتے تھے۔ ''اے معبود! میں تیری عبادت خوفِ جہنّم سے نہیں کرتا اور نہ شوقِ جنّت میں۔ بلکہ میں نے تجھے لائقِ عبادت اور قابلِ پرستش سمجھا ہے۔ اِس لیے میں تیری عبادت کرتا ہوں۔'' حقیقت ہے کہ ''قُربتاً الی اللہ'' کے معنی ہی یہی ہیں۔

فضیلت چہارم: حلم

آپؑ کا حلم اس مقام پر تھا کہ آپؑ نے اپنے قاتل کے بارے میں امام حسنؑ کو وصیّت فرمائی کہ اس ملعون کے ایک ضربت سے زیادہ نہ ماری جائے۔ قاتل کو پیاسا دیکھ کر شربت پلایا۔ صاحبِ شرح تجرید لکھتے ہیں کہ جنگِ صفّین میں امیر معاویہ نے نہر پر پہرہ لگا دیا اور آپ کے لشکر پر پانی بند کر دیا لیکن جب شیرِ خداؑ نے بزورِ شمشیر نہر پر قبضہ کرلیا۔ تو آپ کے لشکر والوں نے کہا کہ اَب ہم اِس (لشکرِ معاویہ) پر پانی بند کریں گے۔ مگر آپؑ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور حکایت اُس دشمنِ خدا کی جس نے آپؑ کے چہرہ پر لعاب دہن پھینکا تھا اور آپ یہ دیکھ کر اُس کے سینے سے اُتر آئے تھے۔ آپؑ کے حلم پر دَلالت کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

فضیلت پنجم: سخاوت

آپؑ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپؑ نے تمام اَسباب وسامان راہِ خدا میں بخش دیا اور آپ کا وہ باغ جو ہر سال دَس ہزار دینار میں فروخت ہوتا تھا اس کی کُل رقم گھر تک پہنچنے میں فقراء کو تقسیم فرما دیتے۔ یہ تو مالِ دُنیا کی سخاوت تھی۔ اصل سخاوت جان کی ہے جو آپؑ نے شبِ ہجرت، بسترِ رسولؐ پر بے خوف لیٹ کر پیش کی۔ کیا اِس سے زیادہ بھی کوئی سخاوت دِکھا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فضیلت ششم: شجاعت

شجاعتِ امیرالمومنینؑ کا دُنیا نے لوہا مانا ہے۔ مختلف ممالک کے غیر مسلم وقتِ جنگ آپ کے نام سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے سپہ سالار اپنی تلواروں پر آپؑ کا نام اور ذوالفقار کی تصویر بناتے ہیں۔۔۔ کوئی غزوہٴ رسول نہیں جو آپ کے دستِ حق پرست سے

فتح نہ ہوا ہو۔ آپ کی شجاعت کے بارے میں مزید کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔

فضیلتِ ہفتم: قبولیت دُعا

آپ کی قبولیت دُعا کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ روزِ مباہلہ، رسولؐ خدا نے فرمایا: میں دُعا کرتا ہوں تم ''آمین'' کہو۔ دو مرتبہ آپ کی دُعا سے سورج پلٹ آیا۔ انس بن مالک نے جب شہادتِ غدیر کو قصداً پوشیدہ رکھا تو آپ نے دُعا کی کہ تو ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کو تو چُھپا نہ سکے گا۔ چنانچہ وہ مرض برص میں مبتلا ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فضیلتِ ہشتم: خبرِ غیب

اگرچہ لاتعداد واقعات ہیں لیکن چند واقعات درج ذیل ہیں۔ آپؑ نے جنگِ صفین کے موقع پر راہ میں لشکر کو پیاسہ دیکھ کر ایک راہب سے سوال کیا کہ پانی یہاں سے کتنی دور ہے اس نے کہا غیر معمولی فاصلہ پر۔ آپؑ نے قریبِ دَیر، لشکر کو حکم دیا کہ زمین کو کھودیں جب کُھدائی ہونے لگی تو کافی دیر کے بعد زمین کے اندر پتّھر کی چٹان نظر آئی۔ اُس چٹان کو نکالنے میں تمام لشکر ہر ممکن کوشش کے باوجود ناکامیاب رہا۔ اِس کو دیکھ کر امیرالمومنینؑ خود بہ نفس نفیس اُس گڑھے میں اُترے اور آنِ واحد میں اُس پتّھر کی چٹان کو بہ جنبش یکدست نِکال کر باہر پھینک دیا۔ پتّھر کے ہٹتے ہی ایک چشمۂ آبِ شیریں برآمد ہوا۔ سارے لشکر اور جانوروں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ راہب یہ دیکھ کر اِسلام لایا اور آپؑ کے ساتھ جنگِ صفین میں لڑکر جامِ شہادت نوش کیا۔

ابنِ شہر آشوب مازندرانی تحریر کرتے ہیں کہ جب امیرالمومنینؑ کوفہ پہنچے تو ایک جوان نے ایک عورت سے شادی کی تھی، جب صبح کی نماز کے واسطے جناب امیرالمومنینؑ مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں محلّہ میں ایک مسجد کے قریب ایک مکان ہے اس میں ایک مرد اور اس کی بیوی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ان کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔

وہ جب دونوں آئے تو آپؑ نے اُس مرد سے پوچھا کہ جھگڑے کا سبب کیا تھا؟ اس نے کہا میں نے اس سے کل شادی کی ہے۔ رات مجھے اس سے نفرت پیدا ہوگئی، میں چاہتا

تھا کہ صبح کو میں اس سے جدائی اختیار کرلوں مگر یہ (بیوی) رات بھر مجھ سے لڑتی رہی۔ آپؑ نے بقیہ افراد کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور وہ دونوں رہ گئے تو آپؑ نے اس عورت سے فرمایا: جو کچھ میں سوال کروں تو اُن کے صحیح جواب دینا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تو فلاں عورت کی لڑکی ہے؟ اُس نے کہا: بے شک ہوں۔ پھر فرمایا: تو اپنے چچازاد بھائی سے محبت کرتی تھی؟ اُس نے اِقرار کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ: تیرے باپ نے اُس لڑکے کے خلاف ہوکر اُس کو گھر سے نکال دیا تھا؟ عورت نے اس کا بھی اقرار کیا۔

آپؑ نے فرمایا: کہ تو ایک روز باہر قضائے حاجت کو گئی تھی اُس نے وہیں دست درازی کردی اور نتیجہ میں تو حاملہ ہوگئی۔ تیری ماں نے اس کو پوشیدہ رکھا۔ وضع حمل کے وقت تیری ماں تجھ کو صحرا میں لے گئی۔ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کو ایک کپڑے لپیٹ کر ایک کوڑے خانہ کے پاس ڈال دیا۔ تھوری دیر میں ایک کُتا آیا۔ تیری ماں نے اِس خوف سے کہ یہ کہیں اُٹھا کر نہ لے جائے، کُتّے کو ایک پتّھر مارا جو اُس نوزائیدہ بچّہ کے سر میں لگا۔ عورت نے کہا، یا امیرالمومنینؑ! آپ نے بالکل سچ فرمایا۔

امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب نے پھر فرمایا: اے عورت پھر تو نے ایک کپڑا اُس بچّے کے زخم پر باندھا اور پھر تو (ماں بیٹی دونوں نے) اپنے گھر کا راستہ لیا۔ کچھ دیر بعد فلاں قبیلہ کے ایک شخص کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اُس نے اِس بچّہ کو دیکھا تو اُس کو اپنے گھر اُٹھا لے گیا اور اُس کی پرورش کی۔ یہ وہی ہے جس نے تجھ سے شادی کی۔ پھر اس مرد جواں سے فرمایا کہ اپنا سر کھول کر اُسے (عورت کو) دکھا دے۔ اُس نے جب اپنا سر کھولا تو زخم کا نشان موجود تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا، جا یہ تیرا بیٹا ہے۔ خدا نے تجھے ایک فعل قبیح اور حرام کام سے محفوظ رکھا۔

علاوہ ازیں بے شمار واقعات ہیں مثلاً میثم تمّار، قنبر اور کمیل وغیرہ کو خبر دینا کہ تم لوگوں کی شہادت ہوگی اور کس طرح ہوگی — قران مجید میں ہے کہ خداوند عالم کسی کو غیب پر مطلّع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوںؑ میں سے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور رسول اپنے امام کو تعلیم کرتا ہے۔

فضیلتِ نہم: جہاد

دوست و دشمن سب کو اتفاق ہے کہ دینِ مصطفویؐ کا استحکام شمشیر آبدارِ مرتضویؑ سے ہے۔ وہ کون سی جنگ ہے جو آپ کی ذوالفقار دشمن شکار نے فتح نہ کی ہو۔ یہ مانا کہ رسولؐ کی دعائیں علیؑ کے ساتھ تھیں۔ مگر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دعائے رسولؐ کی قبولیت علیؑ کی صورت میں ہوتی تھی۔ رسولؐ کے تمام غزوات آپ کے جہاد کی گواہی دیں گے۔ رسولؐ نے خود ہر موقع پر علیؑ کا قصیدہ پڑھا ہے آسمان سے ''لافتیٰ'' کی آوازیں آئی ہیں۔ بس ایک مختصر روایت لکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ اہل عقل کے لیے یہی کافی ہوگی۔

ایک روز ربیعہؓ سعدی حذیفہؓ یمانی کی خدمت میں گئے اور کہنے لگے جب میں بصرہ جاتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ میں امیرالمومنینؑ کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا ہوں۔ آپؓ کوئی جواب بتلایئے تاکہ میں ان لوگوں کو خاموش کرسکوں، حذیفہؓ یمانی نے کہا کہ قسم اس خدائے عزّ وجلّ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تمام ''اُمّتِ محمدیہ'' کے اعمال تا قیامت ایک پلّہ میں رکھیں اور ضربتِ علیؑ روز خندق دوسرے پلّہ میں پھر بھی یہ ایک عمل حضرت علیؑ کا زیادہ رہے گا۔

ضربت علّیا یوم الخندق، افضل من عبادت الثّقلین۔ (قولِ رسولؐ)

پھر جس کی ایک ''ضربت'' ایسی ہو اُس کی عبادت کیسی ہو۔

حدیثِ شرافتِ نسب

ظاہر ہے جس کا نسب اور رسولؐ خدا کا نسب ایک ہو اس کی برابری کون کرسکتا ہے۔ امیرالمومنینؑ خود فرماتے ہیں کہ ہم اہلبیت رسولؐ ہیں کسی کو نسب میں ہماری برابر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح نسب میں کوئی آپؑ کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اولاد اور زوجیت میں آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دنیا میں کون ہے جس کی زوجہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ اور حسنینؑ جیسے فرزند ہوں۔

اخطب خوارزمی نے ''مناقب'' میں ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ

خدا سے یہ فرماتے سُنا: ''الحسن و الحسین سیّد الشباب اھل الجنۃ''
حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔ صحیح مسلم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قولِ حقِ تعالیٰ: فمابکت علیھم السّماء و الارض سے مراد وہ سُرخی ہے جو قتلِ حسینؑ کے بعد نمودار ہوئی۔

مسند احمد ابن حنبل میں تحریر ہے کہ جو ماتمِ حسینؑ شہید کربلا، میں گریہ کرے اگرچہ ایک قطرہ اَشک وہ اُس پر بہشت واجب ہو جاتا ہے۔

حدیثِ فضیلت محبت

خوارزمی نے کتاب مناقب میں انس ابن مالک سے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حذیفہؓ یمانی نے کہا: میں نے پیغمبرؐ خدا سے سُنا ہے کہ علیؑ کی دوستی وہ حسنہ اور نیکی ہے جس کو کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا، اور علیؑ کی دشمنی اور عداوت وہ گناہ ہے جس کو کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی— اور انہیں دونوں کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر لوگ محبتِ علیؑ پر مجتمع ہو جاتے تو خدا دُوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔

جمع بین صحاحِ ستہ، معاویہ ابنِ وحیدی قشیری سے منقول ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے۔ ''اے علیؑ پرواہ نہ کر جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے وہ بعد مَرگ یہودی یا نصاریٰ کے ساتھ اُٹھے گا اور قیامت کے روز اس کا حشر یہودی یا نصاریٰ جیسا ہوگا۔

''بہر حال فضائلِ علیؑ بے شمار ہیں۔ حدیقۃ الشیّعہ میں خود نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مگر ہم نے ترجمہ میں اِختصار کی حد کر دی ہے۔ دَس دَس ورق کو دَس دَس سطور میں بَیان کیا ہے۔ اور وہ تمام مطاعن اور نواقص جو مخالفین اور معاندین کے بارے میں اس کتاب حدیقۃ الشیّعہ میں تقریباً دو سو صفحہ پر پھیلے ہوئے ہیں اور بعض اہلِ خلاف کے اعتراضات کے جواب جو خود اُمیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے دیئے ہیں مثلاً خاموشی بعد رحلت ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ وغیرہ اِن کو ہم بہ پاس رواداری ترجمہ میں شامل نہیں کر رہے۔ شائقین اصل کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔

فصل ششم :۔ معجزات حضرت علی علیہ السلام

امیر المومنینؑ کے بعض معجزات و قضایا در زمانہ حیات، معجزہ خارق عادت چیز کو جو دعوائے نبوت کے ساتھ ہو، کہتے ہیں۔ علما امامیہ کے نزدیک معجزہ نبیؐ اور وصی دونوں سے ظہور پذیر ہوسکتا ہے جیسے کہ حضرت سلیمانؑ کے وصی آصف برخیا نے تختِ بلقیس کو ایک ساعت بلکہ چشم زدن میں شہر سبا سے دربارِ حضرت سلیمانؑ میں منگوا دیا۔ خداوند عالم نے جتنے معجزات مختلف انبیاءؑ کو بہ لحاظ مناسبت وقت عطا فرمائے۔ وہ سب کے سب ذات بابرکات مصطفوی میں بیک وقت جمع فرما دیئے اور امیر المومنینؑ چونکہ وصی ختم المرسلینؐ ہیں اس لیے اِن کے وصی میں بھی وہ معجزاتِ تمامی ہونے ضروری ہیں۔ جو معجزات و خصائص افضل الانبیاءؐ میں تھے۔ چنانچہ آپ کی ولادت کے وقت بھی چند معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ جس میں عقولِ انسانی حیران ہیں۔

کتاب مستطاب ''روضۃ الواعظین'' میں جابر بن عبداللہؓ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے ایک روز پیدائشِ امیر المومنینؑ کا حال پوچھا۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: جابر! تم نے عجیب سوال کیا۔ سُنو علیؑ کی ولادت کا حال بالکل عیسیٰؑ کی پیدائش جیسا ہے۔ عیسیٰؑ نے بھی پیدا ہوتے ہی کلام کیا تھا اور علیؑ نے بھی یہ معجزہ دِکھلایا اور پیدا ہوتے ہی کلام کیا۔ اے جابر! خدائے بزرگ و برتر نے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا فرمایا، پانچ سو ہزار سال (یعنی پانچ لاکھ برس) قبل تخلیق عالم، پھر جب آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو صُلبِ آدمؑ میں رکھا اور صُلبِ آدمؑ سے صُلبہائے طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا، میرا نور صُلبِ عبداللہؓ اور نورِ علیؑ صُلبِ ابوطالبؑ میں آیا۔

جب رسولؐ خدا تذکرہ فرماتے ہوئے یہاں تک پہنچے، تو فرمایا: اے جابر! ابھی علیؑ کی ولادت نہ ہوئی تھی کہ یمن میں ایک زاہد و عابد موحّد ذکرِ خدائے یگانہ میں مشغول تھا۔ جس کی عمر ایک سو نوے سال تھی اس کا نام مثرم تھا۔ اس تارک الدنیا نے بارگاہِ ایزدی میں پہلی مرتبہ دعا مانگی کی پیدا کرنے والے تو اپنے کسی وَلی مقرب بارگاہ کی زیارت سے مشرف فرمایا، اس کی دُعا قبول ہوئی اور ابو طالبؑ کو ضرورتاً یمن جانا پڑا، اس مقبول بارگاہ الٰہی مثرم کی شہرت سُن کر یہ بھی اس سے ملنے گئے۔

مثرم کی نظر جب آپ کے نورانی چہرے پر پڑی، پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اور کس شہر سے؟

آپ نے فرمایا: تہامہ سے اور شہر مکہ سے۔

اُس نے کہا: کہ کس قبیلہ سے؟

آپ نے فرمایا: قبیلہ بنی ہاشم سے۔

یہ سُن کر وہ کھڑا ہو گیا۔ دست بوسی کے بعد کہا کہ: شکر ہے خدا کا کہ اس نے میری دُعا قبول فرمائی اور اپنے ایک خادمِ حرم کی زیارت سے مشرف فرمایا، پھر کہا کہ آپ کا کیا نام ہے۔

آپ نے فرمایا: ابو طالب۔

مثرم نے کہا کہ: میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ اس سال آپ کے صُلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو خاتم المرسلین کا وصی برحق ہوگا۔ جب وہ فرزند پیدا ہو تو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ میں رسالت محمد مصطفیٰؐ اور آپؑ کی امامت کا قائل ہوں اور آپ کا دوست ہوں۔ روز قیامت آپ گواہ رہنا۔

ابو طالبؑ نے پوچھا کہ: اس فرزند کا نام کیا ہوگا؟

مثرم نے کہا: علیؑ نام ہوگا اور مرتضیٰ لقب۔

ابو طالبؑ نے اُس سے کہا: میں اس قول کی صداقت کی دلیل چاہتا ہوں۔ اگر یہ قول

صداقت پر مشتمل ہے تو میوہ ہائے بہشت سے کچھ آئے۔

اِس پر مخدوم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ اِتنے میں میوے سے بھرا ایک طبق نازل ہوا۔ چنانچہ ابوطالبؑ نے اُس میں سے کچھ کھایا۔ پھر مکّہ معظّمہ واپس آئے۔

جب ولادتِ علیؑ مرتضیٰ کا زمانہ آیا اُسی زمانے میں ایک زلزلہ مکّہ میں آیا، لوگ بے حد پریشان ہوئے۔ اور اپنے بتوں کو اُٹھا اُٹھا کر ''کوہِ ابوقبیس'' پر دُعا کرنے اور دُعا کرانے کے واسطے لے گئے جب دُعا کی تو ''کوہِ اَبوقبیس'' کے پتّھر زلزلہ سے متاثر ہوکر دور دور جا گرے اور سارے اَصنام سر کے بل زمین پر آ رہے۔ ایسی حالت میں ابوطالبؑ خود کوہِ ابوقبیس پر پہنچے اور اکابرینِ قریش سے کہا کہ آج ایک ایسا بچّہ قدرت نے پیدا کیا ہے کہ اگر تم لوگوں نے اس کی اطاعت نہ کی تو یہ زلزلہ ہرگز دور نہ ہوگا۔ پھر سب نے یک زبان ہوکر کہا۔ ہم وعدہً اطاعت کرتے ہیں۔ آپ خدا سے دُعا کیجیے کہ زلزلہ یہ برطرف ہوجائے۔

ابوطالبؑ نے درگاہ قاضی الحاجات میں دُعا کی: الهی اسئلك بالمحمدية المحمودة والعلويه العاليه۔ والفاطمة البيضاء الاتفضلة على تهامه بالرافة والرحمة: فوراً زمین ساکن ہوگئی اور زلزلہ برطرف ہوگیا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اس روز سے ساکنانِ مکّہ پر جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ان ہی کلمات کو اگرچہ مفہوم سے ناواقف تھے زبان پر لاتے اور مشکل حل ہو جاتی۔

معجزہ بساط

یہ حدیث اکثر کتابوں میں مرقوم ہے مگر جو کچھ اہلسنّت نے اپنی کتب معتبرہ میں لکھا ہے اور ہم نے دیکھا ہے۔ اس کو نقل کر رہے ہیں، انس ابن مالک اور ثعلبی سے جو کہ علام اہلسنّت سے ہیں روایت ہے کہ ایک قبیلہ نے بطور ہدیہ ایک غالیچہ رسولؐ خدا کی خدمت میں پیش کیا، رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ انسؓ! اس کو زمین پر بچھادو، اور فلاں فلاں دس آدمیوں کو بلا لاؤ۔ میں بلا کر لے آیا۔ حکم ہوا کہ اس پر سب بیٹھ جاؤ۔

ہم سب اُس پر بیٹھ گئے پھر علیؑ کو بلایا اور تادیر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں، پھر علیؑ بھی اِس بساط پر آگئے اور ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اُٹھا کر تیزی سے لے چل۔ ہوا اسے اپنے دوش پر لے چلی۔

کچھ دیر بعد علیؑ نے حکم دیا کہ زمین پر اُتار دے، ہوا نے بساط کو زمین پر اُتار دیا پھر آپ نے ہم سب سے پوچھا، جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے۔ یہ مقام کہف و رَقیم ہے۔ جہاں اَصحابِ کہف خوابیدہ ہیں۔ پس اُٹھو اور اِن کو سلام کرو ہم سب نے سلام کیا مگر کسی کا جواب نہ آیا۔ پھر حضرت علیؑ نے سلام کیا: السّلام علیکم یا معاشر الصدّیقین: میں نے سنا کہ سب نے مل کر جواب دیا "علیك السّلام"

انس کہتے ہیں، میں نے علی مرتضیٰؑ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سلام کا جواب انہوں نے نہیں دیا اور آپ کے سلام کا جواب آیا۔ پھر آپؑ اصحابِ کہف کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اور میرے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم صدّیقین اور شہداء میں سے ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ کسی سے بعد مُردَن تکلّم نہ کریں ماسوا نبیؑ سے یا وصیِ نبی سے۔ اس کے بعد آپؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اُٹھائے اور مدینہ پہنچائے۔ جب مدینہ پہنچے تو ہم نے اور خود علیؑ مرتضیٰ نے دیکھا کہ رسولؐ کی آخری رکعت تھی اور آنحضرتؐ یہ سورہ (اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ الخ) تلاوت فرمارہے ہیں۔

معجزہ: مقتول کا زندہ ہونا

کتاب روضۃ میں جو معتبر اور مستند ہے بہ سندِ صحیح میثم تمّار سے نقل کیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مسجدِ کوفہ میں خدمتِ امیرالمومنینؑ میں جمع تھے کہ دروازۂ مسجد سے ایک شخص بلند قامت باشمشیر مع خدم حشم اندر داخل ہوا۔ ہم سب حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ اس نے آتے ہی بہ الفاظ فصیح اور بلند آواز سے کہا تم میں وہ کون ہے جو حرم میں پیدا ہوا ہے، جو دوسخا میں مشہور ہے اور خلیفۂ رسولؐ و زوج بتولؑ ہے، غالب علیٰ کلِ غالب

علیؑ ابن ابی طالب ہے، حاملِ علم نبوت ہے اور معدنِ علم فتوت ہے۔

پس امیر المومنینؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے ابا سعد بن **فضل بن ربیع بن مدرکہ بن نجیہ بن صلت بن حرث بن اشعث بن سمیع ولیجی** تجھے کیا ہوگیا ہے جو مطلب کہ تو رکھتا ہے بیان کیوں نہیں کرتا؟ اس شخص نے کہا: میں نے سُنا ہے کہ آپ جانشینِ رسولؐ ہیں اور حلاّلِ مشکلات ہیں۔ میں قبیلۂ عقیمہ کا ہوں جو ساٹھ ہزار خانہ ہائے آباد ہیں۔ اِن لوگوں نے مجھے ایک جوان کی میت دے کر بھیجا ہے جس کو قبیلہ کے کسی شخص نے قتل کر دیا ہے، قبیلہ میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ قریب ہے کہ ہزاروں بے گناہوں کا خون بہہ جائے۔ آپ اگر اس کو زندہ کر دیں اور یہ اپنے قاتل کا نام بتلا دے تو یہ فساد فرو ہوسکتا ہے۔

میثم تمار کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے مجھے حکم دیا کہ میں کوفہ کے گلی کوچہ میں یہ منادی کردوں کہ جس کسی کو علیؑ ابن ابی طالب، برادرِ رسولؐ خدا کی، طاقتِ الٰہیہ کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو وہ آجائے۔ چنانچہ ایک بڑی مخلوق جمع ہوگئی۔ امیر المومنینؑ نے اُس مرد اور اُس کے ساتھیوں کو بلایا۔ جوان کی لاش سامنے رکھّی گئی۔ آپؑ نے پوچھا اس کے قتل کو کتنا زمانہ گزرا؟ اُس مرد نے کہا، اِکتالیس روز قبل، رات کو اپنے بستر پر بہ آرام سویا، صبح کو مقتول پایا گیا۔

امیرؑ المومنین نے فرمایا: اِس کا قاتل اِس کا چچا ہے۔ کیونکہ اس کی لڑکی سے اس نے رشتہ کرنے کو اِنکار کر دیا تھا۔

اُس شخص نے کہا: یا امیر المومنینؑ! جب تک آپ اس کو زندہ کر کے اس کی زبان سے قاتل کا نام نہ کہلوا دیں گے، فتنہ فرو نہیں ہوسکتا۔

امیر المومنینؑ نے پہلے حمد و ثنائے الٰہی فرمائی۔ رسولؐ خدا پر درود و سلام بھیجا۔ پھر دُعا کے لیے دستِ مبارک بلند کیے اور کہا کہ بنی اِسرائیل کی گائے حق تعالیٰ کی نظر میں علیؑ سے زیادہ عزیز نہ تھی کہ سات روز کے بعد اس گائے کا ایک ٹکڑا مُردہ کے جسم پر مارا اور مُردہ

زندہ ہوگیا، میں اپنے اعضا کا ایک حصّہ اس کے جسم پر مارتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ میرا عضوِ بدن، خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس بقر (گائے) کے تمام اَجزاء سے عزیز تر ہے (بقرۂ بنی اِسرائیل کا واقعہ قران مجید میں تفصیل سے ہے دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں۔)

پھر آپ نے آگے بڑھ کر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا: یامدرکہ بن حنظلہ بن یحییٰ قم باذن اللّٰہ'' اللہ کے حکم سے اُٹھ بیٹھ!

میثم تمّار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ وہ جوان (مُردہ) لَبَّیْك لَبَّیْك یا حُجَّة اللّٰہ: کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضرتؑ نے اُس سے پوچھا۔ تجھ کو کس نے قتل کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے چچا حارث بن غسان نے۔ آپ نے فرمایا اچھا جا اور اپنی قوم کو جاکر خبر دے۔ اُس نے کہا میں اَب اپنی قوم میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ باقی زندگی مولاؑ آپ کے قدموں میں گزاروں گا۔ آپ نے اُس مَرد سے کہا تو ہی جاکر اپنی قوم کو اِس امر سے مطلّع کردے۔ اُس شخص نے بھی یہی بات کہی۔ کہ واللہ میں اَب آپ کے قدموں سے جُدا نہیں ہونا چاہتا۔ چنانچہ دونوں نے خدمتِ امیرؑ المومنین ہی میں زندگی گزار دی اور جنگِ صفّین میں حقِّ وَفاداری اَدا کیا۔

معجزہ: حاملہ لڑکی یا باکرہ؟

کتاب روضہ جو کتب معتبرہ اہلِ حدیث ہے، بہ سند صحیح عمّار یاسر، اور زید ابنِ اَرقم سے روایت ہے کہ ہم ۱۷ صفر روز شنبہ، کوفہ کی مسجد میں خدمتِ امیرالمومنینؑ میں حاضر تھے کہ یک لخت دروازۂ مسجد سے ایک شور بلند ہوا۔ معلوم ہوا کہ تقریباً ہزار آدمی مسلّح درِ مسجد پر اِذنِ دخول کے منتظر ہیں۔ حضرتؑ نے عمّار یاسرؓ کو حکم دیا کہ اندر بلالو۔ اہلِ کوفہ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہوئے۔

ایک عورت ان لوگوں کے ساتھ ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی زار وقطار رو رہی تھی اور چلاّ چلاّ کر کہہ رہی تھی۔ اے دست گیرِ بے کساں اور اے فریاد درسِ فریاد کُناں، آپ سے مدد چاہتی ہوں۔ مجھے اس شرمساری سے نجات دلائیے۔ اس کے بعد ایک ضعیف، سنِ

رسیدہ، بوڑھا آگے بڑھا اور امیرؑ المومنین کو سلام کیا اور کہا: یہ لڑکی مجھ بدنصیب کی ہے جس کی شاہزادگانِ عرب خواستگاری کرتے تھے۔ اس نے مجھے رُسوا اور بدنام کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاملہ ہے اور میں حیران ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے دختر سے پوچھا: کہ تیرا باپ کیا سچ کہتا ہے، کیا تو حاملہ ہے؟

لڑکی نے رو رو کر کہا: میرا باپ اپنے خیال میں سچ ہی کہہ رہا ہے مگر اے مولاؑ! قسم آپ کے حق کی کہ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو خدا اور اُس کے رسولؐ کے غضب کا باعث ہو، آپ میری مدد فرمایئے۔

امیرالمومنینؑ یہ سُن کر منبر پر تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ ایک دایہ کو لایا جائے۔ دایہ آئی اور ایک گوشہ میں اُس لڑکی کا معائنہ کیا: پھر امیرالمومنینؑ سے کہا، لڑکی حاملہ تو ضرور ہے مگر یہ درست ہے کہ وہ باکرہ ہے۔ اِس کے بعد امیرالمومنینؑ نے برف منگوانے کو کہا تو اُس بوڑھے نے مجبوری ظاہر کی۔ یہ سُن کر آپ نے بہ اعجاز برف منگوا کر دایہ سے مخاطب ہوئے کہ اِس بَرف کو ایک برتن میں رکھ کر اُس پر اِس لڑکی کو بٹھا دے۔ دایہ نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کیڑا برآمد ہوا جس کا وزن ستاون درم و دو دانگ تھا۔

آپ نے پھر فرمایا۔ عرصہ دراز کی بات ہے کہ یہ لڑکی کسی تالاب میں نہا رہی تھی کہ ایک چھوٹا کیڑا اِس کے شکم میں داخل ہو گیا تھا۔ جو بڑا ہو کر آج یہ صورت اِختیار کر گیا۔ یہ سُن کر اس ضعیف نے بہ خلوصِ نیت کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عالم اور خدا کے رسولؐ کے وصیِ برحق ہیں۔

معجزہ: رسالت کی گواہی بہ زبان جانور

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہم، رسول کریمؐ کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ بعد نماز ایک شخص انصار میں سے خدمتِ رسولؐ میں آ کر شاکی ہوا کہ راستے میں ایک آدمی کے کُتے نے میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور مجھے مجروح بھی کر دیا حتیٰ کہ میں نماز میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ پھر دوسرے روز ایک شخص آیا اُس نے بھی یہی شکایت کی رسولؐ

خدا اُٹھ کر کُتّے کے مالک کے گھر پر تشریف لے گئے اور مالک سے کہا کہ تمہارے کُتّے نے ہمارے دُو نمازیوں کو ستایا ہے۔ اِس کو مار دینا ہی بہتر ہے۔

وہ شخص اگرچہ مسلمان نہ تھا مگر احترامِ پیغمبرؐ میں کُتّے کو باندھ کر کشاں کشاں لے آیا۔

کُتّے نے جب رسولؐ کو دیکھا بقدرتِ الٰہی گویا ہوا: السلام علیك یا رسولَ الله۔ مجھ سے جو شکایت ان لوگوں کو ہے وہ غلط ہے اِس لیے کہ وہ مومن نہیں ہیں بلکہ منافق ہیں دشمنانِ جنابِ امیرؑ ہیں۔ جب گھر جاتے ہیں تو آپ کے ابنِ عَم کو ناسزا کہتے ہیں۔

آپؐ نے یہ سُن کر کُتّے کے مالک سے فرمایا: اِس کُتّے سے مشفقانہ سلوک کرے۔

یہ سُن کر کُتّے کا مالک، حضورؐ کے قدموں پر گر پڑا اور پھر مسلمان ہوگیا۔ اِس کے بعد بولا: اَے خدا کے رسولؐ! جب میرے کُتّے نے آپ کی رِسالت کی گواہی دی تو میں کیا اِس سے بھی گیا گزرا ہوگیا۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وریب آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور آپ کے ابنِ عَم وَصیِ برحق ہیں۔ بعد اَزاں اس کا سارا گھر مسلمان ہوگیا۔

معجزہ: ایک تیتر کی 400 سالہ زندگی

بہ سند حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام روایت ہے کہ میں نے اپنے آبائے کرام اور انہوں نے حضرت امام حسینؑ سے نقل کیا ہے کہ صَفا میں ایک دُرّاج (تیتر) نے آ کر امیر المومنینؑ کو سلام کیا اور کہا، یا ولیّ اللہ! چار سو سال سے میں اس جگہ تسبیح وتہلیل خالق میں مشغول ہوں۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ والدِ بزرگوار نے سوال کیا کہ اِس مقام پر تو نہ سامانِ غذا ہے نہ نشانِ آب ہے۔ تو نے زندگی کِس طرح گزاری؟

دُرّاج گویا ہوا، قسم اُس خدا کی جس سے آپ کے ابنِ عم (حضرت محمد مصطفیٰؐ) کو رِسالت کا مرتبہ بخشا اور آپؑ کو اِن کا وصی قرار دیا، جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو آپؑ کے شیعوں کے لیے دُعا کرتا ہوں تو شکم سیر ہو جاتا ہوں اور جب پیاسا ہوتا ہوں تو آپ کے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری پیاس دور ہو جاتی ہے۔

معجزہ: بینا نابینا ہو گیا

کتاب مناقب ابنِ شہر آشوب میں زیاد ابنِ کلیب جو معتبر راویانِ اہلسنّت سے ہیں، نقل کیا ہے کہ میں مسجد بنی اُمیّہ میں بیٹھا ہوا تھا دمشق میں۔ محمد بن سفیان اپنے احباب کے ساتھ داخلِ مسجد ہوا، بڑی تیزی سے مسجد میں گیا اور فوراً واپس آیا، دو آدمی اس کو پکڑے ہوئے لا رہے تھے۔ وہ اَندھا ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا اِس کو کیا ہو گیا اَبھی بینا تھا اور ایک دَم نابینا ہو گیا۔

دَریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب یہ خطبہ دینے منبر پر گیا تو اُس نے کہا جو علیؑ پر سب وشتم نہ کرے گا اُس پر میں سَب وشتم کروں گا۔ یہ کہنا تھا کہ اُس کے دونوں آنکھوں کی بَصارت ختم ہوگئی۔ وہ چلّایا، لوگ دَوڑے اور اُس پر لعنت کرنے لگے اور یہ منفعل ہو کر اَب گھر کو نابینا ہو کر واپس جا رہا ہے۔

معجزہ: مدائن میں سلمان فارسیؓ کی نماز جنازہ

آپؑ کے معجزات میں سے معجزہ طے الارض ہے جو بارہا آپ سے صادر ہوا ہے۔ ابنِ شہر آشوب نے کتاب ''مناقب'' میں کتاب خرائج وجرائح میں یہ روایت زادان سے منقول کی ہے کہ میں نے سلمان فارسیؓ کی نمازِ میّت پڑھاتے ہوئے حضرت علیؑ کو دیکھا۔ اُسی کتابؒ میں تحریر ہے کہ ایک صبح امیر المومنینؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے آج رات رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے حکم دیا ''تم مدائن جا کر سلمان فارسیؓ کی تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ پڑھاؤ۔'' لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ روانہ ہوگئے۔

وقتِ ظہر جب لوگ مسجد میں آئے تو آپؑ کو مسجد میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ میں ابھی ابھی مدائن سے (بعد تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ پڑھا کر) آ رہا ہوں۔ لوگوں کو یقین نہ آیا۔ بعد میں ایک خط مدائن سے آیا کہ فلاں روز سلمان فارسیؓ نے اِنتقال کیا، اور ایک شخص نورانی صورت نماز جنازہ پڑھا کر چشم زدن میں غائب ہو گیا۔

پھر لوگوں نے جب خط میں تاریخ دیکھی تو وہ وہی تاریخ تھی جس روز امیر المومنینؑ

نے اپنی مدائن کی روانگی کا تذکرہ کیا تھا۔

مُعجزہ: ایک خارجی شخص جانور بن گیا

خداوند عالم نے اپنے اسماءِ اعظم ہر نبی کو تعلیم فرمائے اور سب سے زیادہ، سیّد الانبیاءؐ اور سیّد الاوصیاءؑ (وصیِ محبوبِؐ خدا) کو تعلیم فرمائے جس کا اثر یہ تھا کہ جو دُعا بھی آپ اِن کے توسّل سے مانگتے قبول ہوجاتی۔ جو زبان سے فرماتے فوراً ظہور پذیر ہوجاتا چنانچہ ایک روز ایک خارجی اور ایک دوسرے شخص میں نزاع ہوا اور مقدمہ امیر المومنینؑ کے سامنے پیش ہوا آپؑ نے فیصلہ خارجی کے خلاف دیا۔ وہ بگڑا اور کہا، آپ نے فیصلہ عدالت کے خلاف کیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری، برافروختہ ہوکر فرمایا: اخسایاعدو اللہ۔

فی الفور وہ خارجی کُتا ہوگیا اور لباس ہوا میں اُڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور دُم ہلاتا تھا۔ آپؑ کو اس پر رَحم آیا اور پھر اس کو اصل شکل میں کر دیا یعنی آدمی بنا دیا۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنینؑ جب آپ کی بارگاہ الٰہی میں یہ منزلت ہے کہ صرف ایک جملہ جو کُتّے کے واسطے مخصوص ہے کہنے سے آدمی کُتا ہوگیا تو پھر جنگِ صفّین جو معاویہ سے ہوئی اُس میں آپؑ کو لشکر کی کیا ضرورت تھی اور اسلحہ کیوں دَرکار ہوئے؟

آپؑ نے فرمایا کہ: حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی حجّت بندوں پر تمام کرے تاکہ دوست و دشمن کی پہچان ہوجائے۔ اہلِ بہشت اور اہل دُوزخ میں اِمتیاز ہوجائے۔ ہمیں بد دُعا کرنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ ان کے فنا کر دینے میں میرا ایک لمحہ بھی خرچ نہ ہو۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ وصّی حضرت سلیمانؑ یعنی آصف بن برخیا نے چشم زَدَن میں تختِ بلقیس دربارِ حضرت سلیمانؑ میں حاضر کر دیا تھا رسولِ خداؐ اور ان کا وصی خدا کے نزدیک سلیمانؑ اور ان کے وصی سے زیادہ گرامی تر ہیں۔ پس اگر کسی اَمر میں بددُعا نہ کریں تو اُس میں ضرور مصلحتِ خداوندی مضمر ہے۔

معجزہ از زبان خلیفہ ہارون رشید

امیرالمومنینؑ اور ائمہؑ طاہرین کے معجزات زمانۂ حیات اور بعد زمانۂ حیات بے شمار ہیں کیونکہ شہداء راہِ خدا میں جان دے کر زندہ رہتے ہیں۔ ہم اس کتاب میں ایک حکایت، جو کتب شیعہ اور اہلبیت دونوں میں مندرج ہے، تحریر کر کے بہ نظر اختصار ختم کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ واقدی نے کہا کہ میں ہارون رشید کے پاس گیا، اُس وقت بہت سے علما بھی جمع تھے۔ ہارون رشید نے شافعی سے کہا: اے ابنِ عم! فضائل علیؑ میں کتنی معتبر احادیث تمہیں معلوم ہیں؟

شافعی نے جواب دیا: پانچ سو سے کچھ زیادہ۔

پھر ہارون رشید محمّد ابن اِسحاق کی طرف متوجہ ہوا: تمہیں کتنی حدیثیں معلوم ہیں؟

اُس نے کہا: ہزار سے زیادہ۔

پھر محمّد ابنِ یوسف سے مخاطب ہوکر پوچھا: تم بتلاؤ؟

اُس نے کہا کہ: جان کی اَمان کا وعدہ ہو تو کہوں۔

ہارون رشید نے نہایت مختصر میں کہا: ''ایمن باش''۔

یہ سن کر محمّد ابنِ یوسف نے کہا: اَے خلیفہ! پندرہ ہزار اَحادیث معتبر فضائلِ علیؑ میں مجھ تک پہنچی ہیں۔ اِس کے بعد مجھ (وَاقدی) سے دریافت کیا کہ اس سلسلہ میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: مجھے اگر محمّد ابن یوسف سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

پھر ہارون رشید نے سب سے مخاطب ہوکر کہا: وہ فضیلت علیؑ جو میں نے دیکھی ہے اور جس کی وجہ سے میں نے ظلم و تعدّی اولادِ علیؑ پر تَرک کر دیا ہے۔ بیان کروں۔

سب نے یک زبان ہوکر کہا: ضرور امیرالمومنینؑ فرمائیں۔

ہارون رشید نے کہا: یوسف بن حجّاج جو دمشق میں میرا نائب ہے اُس نے مجھے لکھا کہ دمشق میں ایک خطیب ہے جو علی ابن ابی طالب کو برسرِ منبر بُرا بھلا کہتا ہے اور منع کرنے سے باز نہیں آتا۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ میں نے لکھا کہ اس کو گرفتار

کر کے میرے پاس بھیج دو۔

جب وہ آیا تو میں نے اُس سے پوچھا: تو حضرت علیؑ کو بُرا کیوں کہتا ہے۔

اُس نے جواب میں کہا: میں علیؑ کو اس لیے بُرا کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ اُس نے میرے اجداد کو قتل کیا ہے۔

میں نے کہا: علیؑ نے جس کو قتل کیا وہ حکمِ خدا اور رسولؐ سے کیا ہے۔ توبہ کر ورنہ سخت سزا دوں گا۔ اُس نے توبہ کرنے سے اِنکار کر دیا۔

میں نے حکم دیا: کہ اس کو سَو تازیانے لگاؤ اور ایک حُجرہ میں بند کر دو۔ کل پھر اَصل سزا دی جائے گی۔

چنانچہ میرے حکم پر بعد تازیانے لگانے کے بعد حُجرے میں بند کر دیا گیا۔ رات کو اسی فکر میں سُو گیا کہ کل اس کو کیا سزا دینی چاہیے۔ اسی اثنا میں نے دیکھا کہ دَرہائے آسمان کُھل گئے ہیں اور رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، جبرئیلؑ وغیرہ موجود ہیں۔ جبرئیلؑ کے ہاتھ میں ایک جام ہے اور رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ جام علیؑ کو دے دو اور احبابِ علیؑ کو ندا دو۔

چنانچہ چالیس آدمی شیعانِ علیؑ سے آئے جن کو میں پہچانتا تھا۔ علیؑ نے اس جام سے سب کو سیراب کیا اور پھر فرمایا: اُس دمشقی کو لاؤ۔ جب وہ لایا گیا تو وصی مصطفیؐ نے آنحضرتؐ سے کہا: رسولؐ اللہ! اِس مرد سے آپ نہیں پوچھتے کہ یہ کیوں مجھے بُرا کہتا ہے۔

رسولؐ خدا نے اس سے پوچھا: کیا یہ بات صحیح ہے؟

اُس نے کہا: ہاں۔ رسولؐ کریم نے دستِ دُعا بلند فرمائے کہ اے خدا اس کو مسخ فرما، علیؑ کا انتقام لے اور عذاب الیم میں مبتلا فرما۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پھر حکم دیا کہ اُس دمشقی کو میرے پاس لاؤ۔

وہ جب آیا تو مسخ ہو کر کُتا ہو چکا لیکن اُس کے کان آدمی جیسے تھے، آنسو برابر جاری تھے۔ بار بار سَر اور دُم ہلاتا تھا گویا عُذر خواہی کر رہا ہو۔ میں نے حکم دیا کہ اسی حُجرے میں اس کو بند رکھو۔ عوام کے اِصرار پر دوبارہ دربار میں لایا گیا۔ لوگ دیکھ کر بے حد متعجب و

ششدر ہوئے۔ شافعی نے کہا یہ مسخ ہو چکا ہے اب اِس کو مزید سزا نہ دینی چاہیے۔ چنانچہ اسی حجرہ میں اس کو پھر بند کرا دیا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک صدائے ہولناک بلند ہوئی جب معلومات کی تو معلوم ہوا کہ بجلی چھت توڑ کر اندر داخل ہوئی اور کتّے کو خاکستر بنا گئی۔ ہارون رشید نے کہا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے علویوں پر ظلم و سختی کرنے سے توبہ کرلی ہے۔

قضایائے امیرالمومنینؑ

ہم مختصراً چند قضایا اُن بے شمار قضایا میں سے جو بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبرِ سلونی نے فیصل فرمائے بطور نمونہ مُشتے از خُروارے پیش کر رہے ہیں۔ صرف دَورِ خلافتِ ثلاثہ ہی کے اس قدر قضایا ہیں کہ تمّام کتب فریقین نے اِعتراف کیا ہے کہ صرف دَورِ خلافت میں بہتر ایسے قضایا آپؑ نے طے فرمائے۔ جس پر خلافت ثانیہ کو اِعترافِ فضیلت کرنا پڑا۔

قضایائے دَورِ خلافتِ ثانی

(۱) لڑکا کس کا؟ لڑکی کس کی؟

دو عورتوں میں پسر اور دُختر کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ ہر عورت یہ کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی دوسرے کی۔ مقدمہ خلیفۂ ثانی کے روبرو پیش ہوا بعد غور و فکر کے جب نتیجہ نہ نکلا تو حضرت علیؑ کو بُلوا بھیجا، آپؑ تشریف لائے۔ آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا، امیرالمومنینؑ نے دو شیشیاں طلب فرمائیں۔ پھر آپؑ نے دونوں عورتوں سے کہا کہ اپنا اپنا دودھ ایک ایک شیشی میں بھر دیں۔ پھر آپ نے اس دودھ کا وزن کیا، چنانچہ ایک شیشی کا دودھ زیادہ وزنی تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ''لڑکا'' اس کو دے دیا جائے جس کا دودھ وزنی ہے اور ''لڑکی'' اُس کو دے دی جائے جس کا دودھ ہلکا ہے۔ حکومت نے آپ سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے۔ آپؑ نے فرمایا، پروردگار نے: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ؏: ترکہ میں

لڑکے کا حصہ لڑکی سے دُو گنا قرار دیا۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱)

(۲) قضیہ دیگر

ایک شخص نے کسی کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ خلیفہ دوم نے قاتل کو گرفتار کرا کے مقتول کے حوالہ کر دیا اس نے قاتل کو کافی زخمی کر دیا اور سمجھا کہ اَب یہ ختم ہو گیا۔ چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن ابھی اُس میں جان باقی تھی اسی اثنا اس کے عزیز آئے اور اُسے اُٹھا لے گئے گھر جا کر علاج کیا اور وہ کچھ عرصہ بعد تندرست ہو گیا۔ ایک دن گھر سے نکلا اچانک راہ میں، مقتول کا باپ مل گیا، اُس نے دیکھا اس کو پکڑ کر دربارِ خلافت میں پیش کر دیا۔ وہاں سے قتل کا حکم ہو گیا۔

جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو فوراً پہنچ کر خلیفہ سے فرمایا: اِس مَرد کے حق میں کیسا فیصلہ کیا ہے؟ اور پھر مقتول سے بولے: کیا تم نے اِس سے بدلہ نہیں لے لیا؟ مقتول کے باپ نے جواب دیا: میرے لڑکے کا خون ہوا ہے۔ ہم ابھی اس سے اَور بدلہ لیں گے۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا اگر تو، اِس سے اَپنے بیٹے کے خون کا اِنتقال لینا ہی چاہتا ہے۔ تو یہ بھی تجھ سے اُن ضربتوں کا جُو تو نے اِس پر لگائیں ہیں، بدلہ لینے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ پہلے یہ تمہارے ضربتیں لگا لے اور وہ زخم تمہارے درست ہو جائیں تب تم بدلہ لے سکتے ہو۔ یہ سُن کر اِس نے اس کو معاف کر دیا۔ یہ واقعہ سُنا تو خلیفہ دوم نے فوراً دُعا کے ہاتھ بلند کر دیئے اور پھر کہا کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تم اہلبیتؑ کو حلاّلِ مشکلات بنایا۔

(۳) اصل قاتل کی سزائے قاتل معاف کر دی۔

اَنس بن مالک سے روایت ہے کہ دَرعہدِ خلافتِ ثانیہ، ایک درویش کے پاس ایک بکری تھی اُس کو اپنے بچّوں کے لیے ذِبح کیا کھال اُتارتے اُتارتے اُسے پیشاب کرنے کی شدید حاجت ہوئی۔ خون آلود چُھری لیے ایک خَرابے کی طرف ہولیا۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص کی لاش (جس کا سرتن سے جدا تھا) پڑی ہے۔ وہ بے حد متحیّر ہوا۔ اتنے میں کچھ لوگ آ گئے۔ انہوں نے خون آلود چُھری اس کے ہاتھ میں دیکھی۔ سب نے

مل کر اسے پکڑ لیا اور لے جا کر دربارِ خلافت میں پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

جب اسے قتل کے لیے لے جانے لگے تو ایک شخص اور آ گیا آ کر بولا: اصل قاتل میں ہوں اس کو چھوڑ دو۔ یہ خبر جب خلیفہ کو ہوئی تو دوسرا حکم دے دیا کہ اس اقبالی مجرم کو قتل کر دو۔ جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو فرمایا: عمرؓ ابنِ خطّاب سے کہہ دو کہ اس کو قتل نہ کرائیں۔ خلیفہ دوم نے جب بات سُنی تو کہا، سبحان اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص اِقبالی قاتل ہو اَور اُس کو قتل نہ کیا جائے۔ اِتنے میں حضرت علیؑ خود پہنچ گئے۔ خلیفہٴ ثانی نے قتل نہ کرنے کا سبب پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگرچہ اس نے ایک شخص کو قتل کیا ہے لیکن ایک کی جان بھی تو بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ جس نے ایک نفس کو زندہ کیا، گویا اُس نے تمام نفسوں کو زندہ کیا۔ (سورہٴ مائدہ آیت نمبر ۳۲)۔

لہٰذا اس کا قتل لازم نہیں۔ اس پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔

(۴) غلام کون؟ آقا کون؟

ایک تاجر نے اپنے لڑکے کو غلام کے ہمراہ تجارت کے لیے روانہ کیا اور دونوں شکل و صورت، قد و قامت میں ایک جیسے تھے غلام تحکمانہ سختیوں سے عاجز آ کر آقا کا لباس پہن کر کہنے لگا کہ آقا میں ہوں اور تُو، غلام ہے۔ اس کو کوئی قاضی اور حاکم طے نہ کر سکا کہ آقا کون ہے اور غلام کون۔

یہ مُعاملہ امیر المومنینؑ تک پہنچا، آپؑ نے اپنے غلام (قنبر) کو حکم دیا کہ دیوار میں ایسے دو سوراخ کر دے کہ دونوں کے سر اُس میں آسانی سے جا سکیں اور پھر دونوں کے سر اُس سوراخ سے باہر نکال دے۔ پھر جو میں حکم دوں اُس پر عمل کرنا۔

پھر آپؑ نے تلوار قنبر (غلام) کے ہاتھ میں دی اور بہ آواز بلند حکم دیا کہ ایک وار میں غلام کا سر اُڑا دے۔ اِس آواز کے سُنتے ہی اصل غلام نے سوراخ سے سر کو کھینچا۔ سر

ے کے کھنچتے ہی معلوم ہو گیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون۔ اِس کے بعد آپ نے غلام کو تنبیہ فرمائی کہ توبہ کرے کہ آئندہ سے ایسی حرکت نہ کرے گا۔

(۵) دولت مند تاجر کی عجیب وصیت

عہدِ خلافتِ ثانیہ میں ایک عجیب قضیہ پیش ہوا۔ ایک دولت مند تاجر کا انتقال ہوا اور اُس نے صرف ایک لڑکی اور تین غلام چھوڑے اور یہ وصیّت کی کہ ایک غلام کے ساتھ میری لڑکی کی شادی کر دی جائے اور میری جائیداد اُس کو دے دی جائے۔ دوسرے غلام کو نصف جائیداد دے دی جائے اور تیسرے غلام کو قتل کر دیا جائے مگر اُس کا نام بتلانا بھول گیا اور فوت ہو گیا۔ یہ تینوں غلام دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک یہ دعویٰ کرتا تھا کہ لڑکی کی شادی میرے ساتھ ہونی چاہیے۔ خلیفۂ وقت پریشان تھا کہ کس طرح اِس کا فیصلہ کیا جائے۔ مشیروں اور عالموں نے بڑی کاوش کی مگر فیصلہ کرنے سے قاصر رہے۔

جب اس قضیہ کی کافی شہرت ہوگئی تو ایک دن خلیفۂ وقت نے امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کو اِس قضیہ کے فیصلہ کے لئے بلوایا۔ اِدھر دانشورانِ یہود و نصاریٰ بھی فیصلہ سُننے کو آ پہنچے۔ اتنے میں بابِ مدینۃ العلم، وصی رسولؐ خدا، دربارِ خلافت میں تشریف لائے اور فرمایا: مدّعیان حاضر کیے جائیں اور خود الگ تنہا جا بیٹھے۔

سب سے پہلے ایک غلام کو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ جو اِس تاجر مرحوم کی قبر کھود کر اُس کا سَر قلم کر کے لے آئے گا، لڑکی کی شادی اُس کے ساتھ کر دی جائے گی۔ کیا تم اس پر تیار ہو۔

غلام نے کچھ دیر سوچ کر کہا، امیرالمومنینؑ میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ میں اپنے مُربی کی قبر کھود کر سر کاٹوں۔ لڑکی کی شادی کسی دوسرے سے کر دیجیے۔ آپؑ نے فرمایا، تمہاری مرضی، جاؤ باہر۔

پھر دوسرے غلام کو بُلایا۔ اُس سے بھی یہی شرط پیش کی۔ اُس نے کہا، اچھا، اور وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں واپس آیا اور امیرالمومنینؑ سے بولا: میں نے سوچا

اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ محض ایک لڑکی سے شادی کرنے کے بدلے اتنا بڑا گناہ کا مرتکب ہو، قطعی غلط ہے یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ لڑکی کی شادی کسی اور سے کر دیجیے۔ یہ سُن کر آپؑ نے اُسے باہر جانے کا حکم دیا۔

پھر تیسرے غلام کو بلایا۔ اس کے سامنے بھی یہی شرط پیش کی۔ اُس نے وعدہ کیا کہ ضرور میں اس شرط کو پوری کروں گا اور وہ وہاں سے چل پڑا اور قبر کھودنے لگا۔ اِدھر آپؑ نے اُسی وقت (اُس کے جانے کے بعد) دو آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیے کہ یہ جب قبر کھودلے اور لاش کے تن سے سر جُدا کرنے لگے، تو فوراً اُسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ پکڑ کر آ گیا۔ تو آپؑ نے اپنا فیصلہ اِس طرح سنایا:

"پہلا غلام جس نے سنتے ہی انکار کر دیا تھا۔ اُسی کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی جائے اور اُسے نصف جائیداد بھی دے دی جائے۔ دوسرا غلام جس نے واپس آ کر انکار کر دیا تھا۔ اُسے باقی نصف جائیداد دے دی جائے۔ تیسرا غلام جس نے قبر کھود کر سر کاٹنا چاہا تھا۔ اُس کو کسی وصیت پر شرعاً قتل تو نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں میں اِس کو ان دونوں کی غلامی میں دیتا ہوں۔" یہ فیصلہ سُن کر ہر طرف سے اَحسنت اَحسنت کی آوازیں بلند ہوئیں۔

فصل ہفتم

ذکر اعداد اوصیا میں جو بعد سیّدالانبیاء منصوص من اللہ ہوئے نام القاب وکنیت اور مختصر فضائل کے ساتھ

اس سے قبل بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ عالَم عالمِ فساد ہے۔ ایک حجّت خدا کا ہونا ہر وقت ضروری ہے جوکہ انبیاء و مُرسلین اور بعد نبی اِن کے اَوصیا خواہ وہ ظاہر وموجود ہوں یا غائب و پوشیدہ ہوں تاکہ حفظ کتابِ خدا اور حفظ سنّتِ رسولؐ خدا کا فریضہ انجام دیتے رہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہوں تاکہ احکام شریعت میں کسی غلطی کا احتمال نہ رہے اور ایسے بارہ اَوصیا صرف فرقۂ اثناء عشری ہی پیش کرسکتا ہے جوکہ سب معصوم تھے۔

مُسلم، حمیدی اور دوسرے اکابر علما اہلسنّت نے تواتر سے لکھا ہے کہ ''رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جوکہ سب قریش سے ہوں گے اور بارہویں خلیفہ کی عمر طویل سے طویل تر ہوگی کیونکہ قیامِ عالم تک صرف ''بارہویں'' ہی کا قیامت تک زندہ رہنا اِسی صورت میں ہوسکتا تھا کہ اس کو قادرِ مطلق (خدا) قدرتِ کامِلہ سے وقت معلوم تک پردۂ خفا میں پوشیدہ رکھے۔ خلیفہ بارہ ہوں گے یہ متفق بین الفریقین حدیث ہے۔

بارہ کے نام کیا ہیں؟ اس کو مختلف روایانِ اہلسنّت نے بڑے معتبر راویوں سے لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل اپنی ''مسند'' میں عبّاس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسولؐ کریم نے: اے چچا! خداوندِ عالم میری ذریّت میں سے بارہ کو خلیفہ قرار دے گا۔ جن کا بارھواں 'مہدی'' ہوگا۔ جو ایک رات میں اِصلاحِ عالم کر دے گا اور یہ حدیث بھی مشہور ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا، میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتابِ خدا

اور میری عترتؑ، جو کبھی جدا نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ، جب کتابِ خدا موجود ہے تو عترتِ رسولؐ بھی بمطابق فرمانِ رسولؐ ضرور موجود ہونا چاہیے۔

اَز آنجملہ یہ حدیث بھی متواتر اور مشہور ہے کہ فرمایا، رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہ میرے اِس فرزند سے جو کہ امام ہے، نو (۹) اور امام ہوں گے جن کا آخری ''مہدی'' ہوگا۔ جو آج بھی موجود اور زندہ ہے اور خلق کو اسی طرح فائدہ پہنچا رہا ہے جیسے آفتاب پس پردہ ابر فیض رساں ہے، اور بحمد للہ دینِ رسولؐ ان کی بدولت آج بھی مطابق مرضیٔ رسولؐ ان کے پیروں کے اِسلام اور ایمان کو جلا بخش رہا ہے۔

''امام بارہ ہی کیوں ہیں؟''

ضرورت امام اور وجود امام کے ہر دور اور ہر زمانہ میں ثابت ہو جانے کے بعد ہم تمام اُن مباحث اور اختلافات کو پس پُشت ڈالتے ہوئے کہ کسی جماعت یا فرقہ کی دِل آزاری نہ ہو صرف اپنے فرقہ کے نوجوانوں سے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ وجودِ امام جو کہ ہمارے یہاں قران و حدیث سے ثابت ہے اور ہمارا جزوِ ایمان ہے حتیٰ کہ امامت ہمارے اصولِ دین میں شامل ہے۔ ہاں دوسرے فرقے اِسی امامت اور خلافت کو جسے آج کسی مصلحت کی بناء پر اِنکار کر رہے ہیں اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں کہ تجہیز و تکفینِ رسولؐ بھی اتنی ضروری نہیں۔

اَب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ امام بارہ کیوں ہیں۔ ان تمام اَدِلّہ میں سے جن کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے نبی آخر الزمان تک پانچ صاحب ِشریعت نبی اور رسول گزرے اور مطابق سنّتِ الٰہی، ہر ایک کے بارہ خلیفہ ہوئے اور سنّتِ الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوئی۔

حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی طرح ہمارے نبی سردارِ انبیاؑ کے جانشین (امام) بھی بارہ ہی ہونا چاہئیں۔ لہٰذا خدا نے آپؐ کے بارہ خلیفہ قرار دیے جن کے نام تک معتبر کتب اہلسنّت اور تمام شیعہ تفاسیر میں موجود ہیں۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ جب اِتنی وضاحت سے پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اوصیاء کو نام بنام بتلا دیا تو کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اِن کو ماننے سے اِنکار کر دیا۔ اِس کا جواب تفصیل سے دیا جاچکا ہے۔ مگر اِس ترجمہ میں ہم صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ انبیاء و رُسل کو باوجود بیّن دلائل اور معجزات کے لوگوں نے نہ مانا تو کیا اِن کی نبوّت اور رسالت معطّل ہوگئی اوصیاءِ سیّد المرسلین کو کوئی مانے یا نہ مانے، وہ ہر حالت میں وصّی برحق ہیں ان کا قید و بند میں ہونا اور مقتول ہونا کسرِ شان کا باعث نہیں بلکہ پیشِ خالق ان کا مرتبہ ان دُنیوی شدائد سے کچھ اور بُلند ہو جاتا ہے جس طرح انبیاءؑ پر شدّتیں ہوئیں، ساری قوم نے انکار کر دیا مگر وہ پھر بھی رسول و نبی رہے۔ اب رہا یہ سوال کہ امام بارہ ہی کیوں؟ تو اِس کو ذرا تفصیل سے ہم بیان کرتے ہیں۔

ذرا دُنیا، اُمورِ دُنیا اور اس دُنیا کے نظام کی بدلتی ہوئی حالت پر نظر ڈالیے، تو رات اور دِن ہمیں بحالت اِعتدال بارہ گھنٹے کے نظر آتے ہیں اور سال پر نظر ڈالیں تو وہ بھی بارہ مہینے ہیں۔ نظامِ شمی پر نگاہ ڈالیں تو آٹھویں آسمان پر بارہ بُرج دِکھائی دیں گے۔ گویا آسمانِ نبوّت کے بارہ بُرجِ امامت ہیں۔ کیونکہ یہ بارہ جانشین اپنے خدا و رسول کے نام کی بقا کا سبب ہوتے ہیں۔ اس لیے بھی یہ اشارہ کر دیا گیا کہ "لا الله الا الله، محمد رسول الله" میں بھی بارہ، بارہ ہی حروف ہیں۔ جن کی بقا کے یہ بارہ امام ضامن ہیں۔

امامتِ اثناء عشر پر اگرچہ دلائل عقلی و نقلی بے شمار ہیں۔ ہم صرف ایک حدیث جس سے اسماءِ معصومینؑ کی نشاندہی ہو جائے، نقل کر رہے ہیں۔ صاحب نصوص نے اپنے "رسالہ" میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ "نعثل نامی یہودی، خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوا اور کہا، ہمارے نبی موسیٰؑ بن عمران نے وصیّت کی کہ یوشعؑ بن نون میرا خلیفہ ہوگا۔ آپؐ کا خلیفہ کون ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: میرا خلیفہ میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب ہے اس کے بعد اس کے بیٹے (یکے بعد دیگرے) یعنی پہلے حسنؑ پھر حسینؑ ہوں گے اور پھر حسینؑ کی اولاد سے نو

خلیفہ (امام) ہوں گے۔

نعثل نے کہا: اُن کے نام بھی بتلا دیجیے؟

آپؐ نے فرمایا: حسینؑ کے بعد اُس کا بیٹا علیؑ، اُس کے بعد محمدؑ، اُس کے بعد جعفرؑ، اُس کے بعد موسیٰؑ، اُس کے بعد علیؑ اُس کے بعد محمدؑ، اُس کے بعد علیؑ اُس کے بعد حسنؑ، اُس کے بعد آخری خلیفہ حجۃ اللہ بن حسنؑ ہوگا۔ یہ سب بارہ خلفاء ہوں گے۔

نعثل نے پھر کہا: بہشت میں ان کی جگہ کون سی ہوگی؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: بہشت میں یہ سب میرے ساتھ ہوں گے۔

یہ سُن کر نعثل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی اور خدا نہیں ہے اور آپؐ اس کے رسولؐ ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ آپؐ کے اوصیا ہیں۔ میں نے اپنی کتاب میں پڑھا ہے آخر زمانہ میں ایک پیغمبر ہوگا جس کا نام ''احمدؐ'' ہوگا اور اس کی ذریّت سے بارہ خلیفہ ہوں گے۔

عبداللہ بن مسعود اور اپنی اسناد میں ازابی سعید خدری نے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ نو(۹) میرے نواسے حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ جن کا آخری ''مہدیؑ'' ہوگا اور یہی روایت بکثرت راویوں نے ازابی سعید، سلمانؓ فارسی، ابوہریرہ، جابرؓ ابن عبداللہ انصاری، ابوایوبؓ انصاری، عمارؓ ابن یاسرؓ، حذیفہؓ ابن اُسید، عمرانؓ ابن حصین، زیدؓ ابنِ ثابت، ابی اُسامہؓ، سعدؓ ابن زرارہ، حذیفہؓ ابنِ یمانی، ابوقتادہؓ انصاری، انسؓ ابنِ مالک، سعدؓ ابنِ مالک، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ۔ نیز عورتوں میں سے اُمِ سلمہؓ، فاطمہؑ زہرا اور عائشہؓ۔

ذکر امام اوّل حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ امیرؑ المومنین کے اولاد ذکور چودہ (۱۴) اور اولادِ اُناث اُنیس (۱۹) تھیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسنؑ و امام حسینؑ اور دو دختران جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ پیدا ہوئیں۔ بقیّہ اولاد مختلف البطن سے ہوئیں۔

واقعہ ابنِ مُلجم: امیر المومنینؑ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ آپ کا قاتل عبدالرحمٰن ابنِ مُلجم ملعون تھا۔ ابنِ مُلجم کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ کشف الغمہ اور فصول المہمہ میں ابوالقاسم حسین ابنِ محمد ابنِ رقا سے روایت ہے کہ میں نے مسجدِ حرام میں مقامِ ابراہیم میں ایک راہب کو دیکھا جس کے چاروں طرف لوگوں کا کثیر مجمع تھا اور وہ اپنے مسلمان ہونے کی داستان سُنا رہا تھا۔

کہہ رہا تھا کہ میں اپنے صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا، ایک عظیم پرندہ آ کر ایک چٹان پر بیٹھا، پھر اُس نے قے کی جس میں ایک چہارم آدمی خارج ہوا پھر اُڑ گیا کچھ دیر بعد آیا اور چہارم آدمی اور قے کے ذریعہ خارج کیا۔ اِس طرح چار مرتبہ اُڑا اور آیا اور قے کرتا رہا جو ایک آدمی کریہہ المنظر بن گیا۔ پھر وہی جانور آیا اور اس آدمی کا چہارم حصّہ نوچ کر لے گیا۔ پھر آیا، پھر چہارم حصّہ منقار میں لے گیا۔ یہاں تک کہ پورا آدمی غائب ہوگیا۔

میں بڑا حیران ہوا اور افسوس بھی کیا کہ میں نے اس آدمی سے کیوں نہیں دریافت کیا تو کون ہے کہ دوسرے روز بھی میں نے یہی دیکھا جب وہ پورا آدمی بن گیا تو میں تیزی سے اس کے پاس گیا اور میں نے اُس سے پوچھا۔ تو کون ہے؟ اور تیرا کیا نام ہے۔ اُس

نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے اُسے قسمیں دِلائیں (تجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم) کہ مجھے یہ راز اور اپنا نام بتلا۔

اُس نے گردن جھکا کر کہا میرا نام "ابنِ مُلجم" ہے۔ میں علیؑ ابنِ ابی طالب کا قاتل ہوں، اِس کے باعث میں عذاب میں گرفتار ہوں۔ کہ روزانہ یہ پرندہ مجھے اپنی مِنقار سے زَخمی کرتا ہے، کھاتا ہے، پھر قے کرتا ہے۔ راہب کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کس کا نام ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ رسولؐ کے چچازاد بھائی اور وَصی کا نام ہے جن کو اِس ابنِ ملجم نے حالتِ نماز میں قتل کیا ہے یہ سُن کر میں مسلمان ہوگیا۔ خدا سب کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

ذکرِ امام دوم امام حسن بن علی ابی طالب علیہ السلام

آپ کا نام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، کنیت ابو محمد، لقب نقی، طیّب، ذکی، سیّد، سبط، ولی، حجّت، قائم اور وزیر تھا اور سب سے بہتر لقب آپؑ کا "سیّد" ہے کیونکہ رسولؐ خدا اِسی نام سے پُکارتے اور فرماتے: (ابنی ھذا سیّد)۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسولؐ مقبول نے آپ کا نام "حسنؑ" رکھا۔ آپؑ کے کان میں اذان کہی۔ سر کے بال ترشوائے اور ان بالوں کے برابر چاندی خیرات کی۔ ضیافت بھی کی۔ اسی روز سے عقیقہ کی رسم سنّت قرار پائی۔ بعض کا کہنا ہے کہ ساتویں روز یہ ساری چیزیں ہوئیں۔

آپؑ کی ولادت مدینہ منورہ میں پندرہ رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی۔ آپؑ حضرت علیؑ کی پہلی اُولاد ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ آپؑ چھ ماہ میں پیدا ہوئے۔ (اگرچہ کوئی بچہ اِتنے دنوں کا زندہ نہیں رہا) بجز آپ (حسنؑ بن علیؑ) اور عیسٰی بن مریمؑ کے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کی پیدائش چھ ماہ میں ہوئی۔

امام حسنؑ، رسولؐ خدا سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ وقتِ رحلتِ رسولؐ آپ کی

عمر تقریباً آٹھ سال تھی اور وقت رحلت امیرالمومنینؑ آپؑ کی عمر سینتیس (۳۷) برس کی تھی۔ لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کی خلافتِ ظاہری کے چھ ماہ اور تین روز کے بعد معاویہ سے صلح ہوگئی کو بتلایا ہے۔ پھر دس سال تک اجداد کی زیارت اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ ماہ صفر ۵۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر سینتالیس (۴۷) برس کی تھی (معاویہ کی کوششوں سے) جعدہ بنتِ اشعث نے آپؑ کو زہر دیا اور آپ نے اس کے اثر سے شہادت پائی اور ایک روایت کے مطابق زہر کے دیئے جانے کے چالیس دِن بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کے بھائی اور وَلی امام حسینؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین فرمائی اور جنت البقیع میں دَفن کر دیا۔

اولاد: آپ کی اولاد کی تعداد میں بعض لوگوں نے کچھ اختلاف کیا ہے۔ مثلاً کسی نے گیارہ پسر اور ایک دختر بتائی۔ کسی نے اِس سے کچھ زیادہ بتایا۔ کسی نے بہت کم تعداد بتلائی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ گیارہ پسر اور چار دختر تھیں۔ آپ کے لڑکوں میں سب سے جلیل القدر زید بن حسنؑ تھے۔ جن کی عمر نوے سال ہوئی۔ دوسرے بیٹے حسن بن حسنؑ، جو متقی، پرہیزگار متوَلی صفات امیرالمومنینؑ تھے۔ ان کی عمر پینتیس سال کی ہوئی۔

آپ میدانِ کربلا میں اپنے چچا (حضرت امام حسینؑ) کے ہمراہ تھے بے انتہا زخمی ہوکر مقتولوں میں دب گئے تھے۔ اسماء بن خارجہ آپ کو لاشوں میں سے نکال کر لے گئے۔ علاج و معالجہ سے آپ روبہ صحت ہوگئے اور فاطمہ بنتِ حسینؑ سے آپ کا عقد ہوا امام حسنؑ کے تین فرزند، جناب قاسم، عبداللہ اور عمر بن حسنؑ کربلا میں شہید ہوگئے۔

عبدالرحمٰن بن حسنؑ نے جبکہ امام حسین علیہ السّلام، مکّہ تشریف لے جارہے تھے وفات پائی اور حسین بن حسن وطلحہ بن حسنؑ نے مع تین دوسرے لڑکوں کے مدینہ میں رحلت پائی۔

اِس پر سب کا اِتفاق ہے کہ امیرالمومنینؑ نے وقتِ وفات اپنا وصی اور امام، امام حسنؑ کو منتخب فرمایا اور اہلِ شہر اور اہل خاندان کو جمع کر کے وہ چیزیں جو پیغمبرِ اسلام سے آپ تک

پہنچی تھیں امام حسنؑ کے سپرد فرما کر کہا کہ رسولؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ یہ تبرکات میں تمہارے سُپرد کردوں، لہٰذا میں تم کو سپرد کر رہا ہوں اور تم سے وصیت کرتا ہوں کہ تم بھی وقت رحلت یہ چیزیں حسینؑ کے سُپرد کردینا۔ پھر امام حسینؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ تم بھی یہ چیزیں جب وقت رحلت آئے تو اس بچّہ کے سُپرد کر دینا۔

اس وقت زین العابدینؑ کا سن دو سال چند ماہ تھا۔ اور پھر اس کمسن بچّے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بیٹے یہ مذکورہ امانتیں تم محمد باقرؑ کے سُپرد کر دینا اور ساتھ ہی ساتھ میرا اور آنحضرتؐ کا سلام محمد باقرؑ تک پہنچا دینا۔

ائمہ معصومینؑ کی امامت پر ایک دلیل حکایت حبابہ والبیہ کی ہے جو کتاب فصول المہمہ مولّف کشف الغمہ اور دیگر مُخالف و مُوافق نے نقل کی ہے حبابہ مسجدِ کوفہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے مطّلع فرمایئے کہ امامت کی علامت، شناخت اور پہچان کیا ہے؟

حضرت علی علیہ السّلام نے ایک پارۂ سنگ (پتّھر کا ٹکڑا) کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا: اس کو اُٹھا لاؤ۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے اپنی انگشتری (انگوٹھی) کی مہر اس پتّھر کے ٹکڑے پر لگائی تو پتّھر پر اِس طرح نشان نمایاں ہوئے جیسے موم پر کسی سخت چیز کے نشان ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: اے حبابہ! جو بھی دعوائے امامت کرے اور اِس طرح پتّھر پر مُہر لگا دے جس طرح میں نے لگائی ہے تو سمجھ لینا کہ یہ امامِ وقت ہے۔ اُس کی اطاعت تم پر واجب ہوگی۔ حبابہ وہ پتّھر لے کر رخصت ہوا۔

امیر المومنینؑ کی رحلت کے کچھ دِن بعد، ایک روز حبابہ مسجد کوفہ میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ امام حسنؑ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تو حبابہ نہیں ہے؟

اُس نے کہا: بے شک میں حبابہ ہوں۔

آپ نے فرمایا: وہ پتھر کہاں ہے جس پر میرے پدرِ بزرگوار (حضرت علیؑ) نے مُہر لگائی تھی۔ جب حبابہ نے وہ پتّھر پیش کیا تو آپؑ نے اس پتّھر پر لگی ہوئی مُہر کے قریب اُسی طرح اپنی انگوٹھی کی مُہر ثبت کردی۔

پھر وہ شخص زمانۂ امامتِ امام حسینؑ میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا نشانِ امامت دیکھنا چاہتا ہے؟

کہا: ہاں۔

آپؑ نے بھی اسی طرح ایک مُہر کا اُس پر اضافہ کردیا۔ یہاں تک کہ جب امام زین العابدینؑ (علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب کا زمانۂ امامت آیا تو میں (حبابہ) ایک سو تیرہ سال کا ہوچکا تھا اور اَب زندگی سے نااُمیّد ہوگیا تھا۔ لیکن جب امام زین العابدینؑ نے دُعا کی تو پھر جوان نظر آنے لگا۔ اس کے بعد اور ائمہ مصومینؑ نے یکے بعد دیگرے اس پتّھر پر مہریں لگائیں۔ بالآخر امام علیؑ رضا نے بھی مُہر لگائی پھر اِس کے نو ماہ بعد حبابہ کا اِنتقال ہوگیا۔

اِس روایت کا ہر مخالف اور موافق مُقر ہے۔ بہرحال کوئی بھی ائمہ طاہرین کی بہ ظاہر خلافت و امامت کا مُنکر نہیں ہے۔ تمام کتبِ اہلسنّت میں تذکرہ ہے کہ بعد امیرالمومنینؑ سب امّت مسلمہ نے آپ کی بیعت کی لیکن بعض منافقین اسلام کے مکر و فریب سے لشکرِ اسلام میں غیر معمولی اختلاف پیدا ہوا اور آپ نے مطابق فرمانِ رسولؐ کہ میرا یہ نواسہ دُو گروہوں کو خونریزی سے نجات دے گا، صلح کو پسند فرمایا۔ جس طرح کہ خود رسولؐ نے کفّار سے صلحِ حدیبیہ فرمائی تھی۔

مشہور ہے کہ امام حسنؑ سے زیادہ رسولؐ مقبول سے کوئی مشابہ نہ تھا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب میں امام حسنؑ کو دیکھتا تھا تو بے تحاشہ رو پڑتا تھا کیونکہ وہ شکل و صورت میں بالکل رسولؐ اللہ تھے۔ بُخاری نے اپنی ''صحیح'' میں لکھا ہے کہ لوگ بعد نماز مسجد سے باہر آرہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے امام حسنؑ کو باہر کھیلتے ہوئے دیکھا، اُٹھا کر اپنے

کاندھے پر بٹھالیا اور کہا میرا باپ آپ پر قربان کہ آپ نبیؐ کے بالکل مشابہ ہیں نہ کہ علیؑ کے۔ حضرت علیؑ نے سُنا اور تبسّم فرمایا۔

آپؑ جس طرح صورت میں رسولؐ کے مشابہ تھے اُسی طرح سیرت میں بھی سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ آپؑ کے معجزات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں ہے مرقوم ہے کہ سفرِ مکّہ میں اولادِ زُبیر سے ایک ہمسفر تھا اور آپؑ کی اِمامت پر اعتقاد رکھتا تھا۔ راستہ میں بغرضِ آرام ایک منزل پر درخت کے نیچے فرش پر سب بیٹھے ہوئے تھے ابنِ زُبیر نے درخت کی طرف دیکھا اور کہا، کاش اس دَرخت میں پھل ہوتے اور ہم کھاتے۔ امامؑ نے سنا اور فرمایا کہ رطب کی آرزو ہے، کہا ہاں۔ امامؑ نے دَستِ مبارک بارگاہ قاضی الحاجات میں بلند کیے۔ اِدھر دُعا تمام ہوئی اِدھر درخت پھل سے لدا ہُوا نظر آیا ایک اونٹ والا جو ہمراہ تھا اس نے دیکھ کر کہا، واہ کیا عجیب جادو دِکھایا۔ امامؑ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر، اِس کو تو سحر سمجھ رہا ہے۔ یہ سحر نہیں ہے۔ بلکہ دعائے فرزندِ پیغمبرؐ ہے۔ پھر سب نے رطب سیر ہو کر کھائے۔

اِسی طرح کتاب مذکور و کتاب فصول المہمہ اور کتاب خرائج میں بے شمار آپؑ کے معجزات مرقوم ہیں۔ آپ کا کلام اور خطبات بھی بعد خطباتِ امیرالمومنینؑ اپنا جواب آپ ہیں۔ حاضر جوابی میں بھی آپ کا جواب نہ تھا۔ مشہور روایت ہے کہ ایک روز ایک یہودی نے جو فقر و فاقہ میں انتہائی پریشانی اور افلاس کی زندگی بسر کر رہا تھا راستہ میں آپؑ کے گھوڑے کی لجام پکڑلی اور کہا کہ اے فرزندِ رسولؐ میرا ایک سوال ہے، منصفانہ جواب چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کیا سوال ہے۔

یہودی نے کہا: کہ یہ آپ کے جدّ کا قول نہیں ہے کہ: **الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر**: یعنی دنیا مومن کے لیے دوزخ ہے اور کافر کے واسطے جنّت۔ آپ اپنے اِعتقاد کے مطابق مومن اور میں کافر ہوں۔

آپ کے پاس گھوڑے، نوکر چاکر، اعلیٰ پوشاک، خوبصورت مکان، کنیزیں، لذیذ

کھانے اور ہر قسم کا سامان آرائش موجود ہے۔ آپ کے واسطے یہ دُنیا بہشت بنی ہوئی ہے اور میرے لیے یہ دُنیا فقر و فاقہ کی وجہ سے جہنّم بنی ہوئی ہے۔ یہ کیا بات ہے؟

آپؑ نے فی البدیہہ جواب دیا: اے شخص اگر تو، ہمارے اس رُتبہ کو دیکھ سکتا جو خدا نے ہم کو آخرت میں دے رکھا ہے جس کی آسائشوں کا اندازہ بھی ناممکن ہے تو تو ضرور جان لیتا کہ میں اس دُنیا میں گویا زندان میں ہوں اور تو باوجود اِن زحمتوں کے دیکھ لے کہ آخرت میں منافقوں اور کافروں کے لیے کِس قدر سخت عذاب ہے تو سمجھ لے گا کہ تو یہاں جنّت میں ہے۔۔۔سُبحان اللہ! کلام الامام، امام الکلام!!

آپؑ کی سیرت کے متعلق یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک رات آپ ایک راہ سے گزر رہے تھے کہ سُنا ایک شخص درگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہا ہے کہ اے کریم میں تجھ سے دس ہزار درہم چاہتا ہوں تا کہ اپنا قرض اَدا کروں اور باقی اپنی ضرورتِ معاش میں کام میں لاؤں۔ آپ نے اس کی فریاد سنی۔ گھر تشریف لائے پوچھا ہمارے پاس کچھ رقم ہے معلوم ہوا دس ہزار درہم موجود ہیں۔ آپؑ نے وہ سب کی سب رقم فوراً اُس شخص کے گھر پہنچا دی۔

حافظ ابُونعیم جو کہ مشاہیر اہلسنّت سے ہیں، لکھتے ہیں کہ آپ نے دو مرتبہ تمام مال و اسباب راہِ خدا میں تقسیم کر دیا اور اپنے واسطے کوئی بھی چیز نہ رکھی اور بیس مرتبہ سواریوں کے باوجود پیادہ پا فریضۂ حج بیت اللہ ادا فرمایا۔ اس کے علاوہ عبادات نماز، روزہ، صدقات، تلاوتِ قرانِ مجید میں آپ کے جدِّ بزرگوار جناب محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے علاوہ آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اور باوجود اس کے کہ آپ کے جدِّ رسولؐ خدا، والد بزرگوار علیؑ مرتضیٰ، والدۂ محترمہ فاطمہؑ زہرا تھیں۔

خوفِ آخرت کا پھر بھی اس قدر تھا کہ امام حسینؑ نے جب آپ کو وقت رحلت گریاں دیکھا تو بھائی سے کہا کہ آپ تو وہاں جا رہے ہیں جہاں جدِّ رسولؐ خدا، والد علی مرتضیٰؑ، والدہ فاطمہؑ زہرا اور چچا جعفر طیارؓ ہیں، پھر گریہ کیوں فرما رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: برادرم تم نے سچ کہا، مگر میں ان کے پاس جارہا ہوں جن کے اعمال کے سامنے میرا دامن خالی ہے۔

آپ نے پھر امانتِ امامت، امام حسینؑ کے سپرد فرما کر وصیّت کی کہ تم مجھے جب نانا، (رسولؐ خدا) کے پہلو میں دفن کرنے لے جاؤ اور وہاں کوئی روکنے والا روکے اور مجھے وہاں دفن نہ ہونے دے تو میں تمہیں رسولؐ خدا اور بابا علیؑ مرتضٰی کی قسم دیتا ہوں کہ صبر کرنا، ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپ کو جدِ بزرگوار کے پہلو میں دفن کرنے لے جایا گیا تو مخالفین کی جماعت مانع آئی۔ نواسۂ رسولؐ کے جنازے پر اشک باری کے بجائے تیروں کی بارش ہوئی۔ مخالف ہنسے اور تاریخ آج تک رو رہی ہے۔ ہاشمی جوانوں نے بھی تلواریں نیام سے نکال لیں۔ قریب تھا کہ خون کا دریا بہہ جائے۔ صابر امام کے صابر بھائی (حسینؑ) نے وصیّت کے مطابق بپھرے ہوئے شیروں کا رُخ ''جنّت البقیع'' کی طرف موڑ دیا یہ مسموم امام اپنی مادرِ اطہر (فاطمۃؑ زہرا) کے پہلو میں مدفون ہوا۔ اللّٰھم ارزقنا زیارتہ بحق جدّہ و ابیہ و اُمّہ و اخیہ۔

ذِکرامام سُوم امام حسین علیہ السلام

ابوعبداللہ الحسین ابنِ علی ابنِ آبی طالب علیہم السّلام۔ آپ کی ولادت ۴ھ ۵ ماہ شعبان و بروایتے ۳ ماہ شعبان، مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسولؐ خداخبرِ ولادت سُن کرشاداں وفرحاں تشریف لائے، نواسہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر عقیقہ کیا۔ حسین نام رکھا۔ چونکہ حضرت ہارونؑ کے بیٹوں کا نام شبّر وشبیّر تھا۔ جس کے معنی حسن وحسین ہیں۔

آپ کے القاب رشید، طیّب، وفی وسیّد وزکی وسبط وتابع لمرضات اللہ ہیں اور اعلیٰ واشرف لقب آپ کا ''سبط وسیّد'' ہے۔ کیونکہ پیغمبرؐ اسلام اسی نام سے آپ کو پکارتے تھے۔ آپ کی امامت پر رسولؐ خدا، علیؑ مرتضیٰ اور حسنؑ مجتبیٰ کی نص دلیل ہے۔ آپ کی عمر چھپّن سال کچھ ماہ ہوئی۔ حیاتِ رسولؐ میں آپ کی عمر چھ برس، بعد رحلتِ رسولؐ تیس سال اور بھائی کے زمانے میں دس سال اس کے بعد دس برس اور زندہ رہنے کا موقع ملا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے آپ کی عمر اٹھاوَن سال بتائی ہے۔ آپؑ کے چھ فرزند اور چار دختران تھیں۔ اولادِ ذکور علیؑ اکبر، علیؑ اوسط، علیؑ اصغر، محمد عبداللہؑ اور جعفرؑ، سوائے علیؑ اوسط یعنی امام زین العابدین علیہ السّلام کے سب کربلا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے بعض نے تین لڑکیاں بتائی ہیں۔ زینبؑ، سکینہؑ، فاطمہؑ۔

بعض نے علی اکبرامام زین العابدینؑ کو لکھا ہے۔ آپ کی زیارتِ قبر کا ثواب ضبطِ تحریر سے باہر ہے۔ بعض علما نے آپؑ کی قبر کی زیارت کو واجب بتایا ہے۔ حتیٰ کہ اگرکوئی قصداً ترک کردے تو وہ عاقِ رسولؐ خدا ہے۔ آپؑ کی زیارت مومن کے لیے باعثِ

درازیٔ عمر ہے اور زائر کا ہر قدم ایک حج کے ثواب کے برابر ہے اور ایک دِرم جو اِس راہ میں خرچ ہو دس ہزار دراہم کے برابر ہے۔ جو شخص آپ کی زیارت کرے معرفت بھی رکھتا ہو خدا اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ زیارت حضرت امام حسینؑ واجب ہے اور سو حج و سَو عُمرہ کا ثواب رکھتی ہے۔ امام محمّد باقر علیہ السّلام کا اِرشاد ہے کہ ایک نماز واجب حرم سیّد الشہداء میں پڑھنا ایک حج کے برابر ہے اور آپ کی تُربت کی خاک ہر مرض کی دَوا ہے۔

آپ کی قبرِ مطہّر کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر اِس کی تسبیح بنالی جائے تو پڑھنے والے کے لیے ہر دانہ پر چالیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ وہاں (کربلائے معلّٰی میں) دفن ہونے والا حساب و کتاب روزِ قیامت سے محفوظ ہے۔ رسولؐ خدا نے نواسہ (امام حسینؑ) کو واقعۂ کربلا اور شہادت کی خبر سُنائی۔ تو آپؑ نے پوچھا: بعد شہادت، میری زیارت کو کوئی آئے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں میری اُمّت کے بہت سے نیک بندے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور مجھ سے اُمیدِ شفاعت رکھیں گے۔ خدا اِن کو روزِ قیامت درجاتِ عالیہ پر فائز فرمائے گا۔ آپؑ یہ سُن کر خوش ہوگئے۔

مشہور ہے بہت سے راویوں نے نقل کیا ہے کہ آپؑ کو تمام عمر کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا گیا جس قدر آپؑ کربلا میں خوش تھے۔ منقول ہے کہ آپؑ کوفہ کے سفر میں ایک منزل پر قیام پذیر تھے کہ فرزدق شاعر آپ کی خدمت میں آیا، اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ آپ نے کوفہ کا قصد کیوں کیا ہے جب کہ کوفہ والوں نے آپ کے بھائی (مُسلم) کو شہید کردیا جس کو میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کہ: خدا، مُسلم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، باغِ فردوس میں جگہ دے۔ انہوں نے اپنا فرض اَدا کیا، باقی فریضہ ہمیں اَدا کرنا ہے۔

آپؑ کربلا پہنچے۔ کوفیوں نے ابنِ زیاد کے خوف سے بے وفائی کی، ابنِ زیاد نے

آپ کو چہار طرف سے بائیس ہزار فوج سے گھیر لیا۔

ابنِ بابویہ اور ابنِ طاؤس نے فوج کی تعداد سو ہزار یعنی ایک لاکھ لکھی ہے اور امام حسینؑ کا لشکر بہتر افراد سے زیادہ نہ تھا۔ جس میں چھ مہینہ کا بچّہ بھی شامل ہے۔ مگر اِس قلّت سپاہ کے باوجود صابر و شجاع نواسۂ رسولؐ نے وہ جنگ لڑی کہ حیدرِ کرّار نے میدانِ جمل و صفّین میں اِس طرح نہ لڑی ہوگی۔ اس شیرِ خدا کے شیر نے تنِ تنہا چار ہزار ملاعین کو واصلِ جہنّم کیا اور سینکڑوں ایسے دشمنوں کو جو آپؑ کی تلوار کی زد میں آچکے تھے چھوڑ دیا۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے اِس کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا، میرے جدّ حسینؑ ابنِ علیؑ جانتے تھے کہ ان کے صُلب سے شیعہ پیدا ہونے والے ہیں اس لیے اِن کو چھوڑ دیتے تھے۔

الغرض آپ کی شہادت خدا کی نظر میں ایک مرتبہ عظیم تھی۔ اِس لیے آپ کو ہر وقت حصولِ شہادت میں زیادہ سے زیادہ کوشش تھی اور وہ ملاعین جو قتلِ حسینؑ کے لیے کربلا میں موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچا جو جلد یا کچھ دیر ہی میں کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو کر واصلِ جہنّم نہ ہوا ہو۔

یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ عمر سعد قبل واقعۂ کربلا، جب مسجد میں آتا تھا تو نمازی اُسے دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ ہے قاتلِ حسینؑ (نواسۂ رسولؐ) ایک روز اس نے امام حسینؑ سے عرض کیا کہ یہ احمق مجھے آپ کا قاتل کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ احمق نہیں ہیں یہ فرمانِ رسولؐ کے مطابق سچ کہتے ہیں۔ لیکن اے عمر سعد تو یقین رکھ کہ مجھے قتل کر کے تو، ایک روز بھی عراق کا گندم چین سے نہ کھا سکے گا اور جلد حسرتوں کو لیے ہوئے جہنّم رسید ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا خدا نے چند ہی دنوں بعد امیر مختار ثقفیؒ کو ظالموں پر مسلّط کیا اور عمر سعد اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا۔ مختار علیہ الرحمہ نے ہر اُس شخص کو جو مقابل امام حسینؑ لڑنے آیا یا اس واقعہ میں معاون تھا چُن چُن کر ختم کیا اور مستحقِ ثوابِ عظیم قرار پایا۔ (مختار کس طرح

ثوابِ عظیم کا مستحق نہ ہو جبکہ مطابق فرمانِ رسولؐ، امام حسینؑ پر رونے پر جنّت واجب ہو تو اِتنے بڑے کارِنمایاں کرنے والے مختار پر جنّت واجب نہ ہوگی۔ یقیناً ہوگی۔)

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں مرقوم ہے کہ جو دُشمنانِ حسینؑ، مختار کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان کی تعداد اسّی ہزار تھی۔ اور فعلِ مختار کی امام محمد باقر علیہ السّلام، امام جعفر صادق علیہ السّلام اور امام زین العابدین علیہ السلام نے نہ صرف تعریف کی ہے بلکہ مختار کو دُعا سے یاد فرمایا ہے۔ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ میرے فرزند حسینؑ کو ظالم قتل کریں گے اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ ایک جوان قبیلہ ''ثقیف'' کا ظالموں سے بدلہ لے گا اور تین سو تراسی ملاعین کو قتل کرے گا۔

کشف الغمّہ اور امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ منہال کوفی حج سے واپسی میں خدمت امام (زینؑ العابدین) میں گیا۔ امامؑ نے مُختار کے بارے میں اس سے پوچھا۔ اُس نے جواب دیا۔ آپ کے بابا کے قاتلوں سے اِنتقام لے رہا ہے۔ آپؑ نے حُرملہ لعین کے متعلّق بھی پوچھا۔ اُس نے کہا، وہ ابھی زندہ ہے۔ امامؑ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا۔ خداوندا اِس کو لُو ہے اور آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا مزہ چکھا۔

منہال امامؑ سے رخصت ہو کر کوفہ پہنچے، دیکھا ایک مقام پر کچھ لوگ جمع ہیں اور مختار ثقفی کھڑے ہیں کہ اتنے میں حُرملہ لعین پیش ہوا اور مختارؒ نے اس کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر منہالؔ نے بڑی بلند آواز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مختارؒ نے اِس جوش کی وجہ پوچھی تو منہالؔ نے امامؑ کی ملاقات اور اُن کی دُعا کا تذکرہ کیا۔ یہ سُن کر مختار ثقفی فوراً سجدۂ شکر بجالائے اور بولے، اے معبودِ حقیقی میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے امامؑ کی دُعا کو میرے ہاتھوں سے پورا کرایا۔

بے شک مُختار ثقفی نجات یافتہ ہے اور اِس کا بڑا درجہ ہے (جبکہ محض تمنّا کرنے والوں کا کہ ہم امامؑ کے ساتھ ہوتے اور اُن کے دشمنوں سے اِنتقام لیتے، خدا اِن کو جنّت

عطا فرماتا ہے۔) معتبر تواریخ میں مذکور ہے کہ عمرو بن لیث ایک روز اپنے لشکر کی شان و شوکت کا جائزہ لینے کے لیے ایک میدان میں کھڑا تھا۔ پھر حکم دیا کہ ہر اُس سردار کو جو ہزار سپاہیوں کا سردار ہو ایک سونے کا گُرز دیا جائے۔ چنانچہ ایک سو بیس سونے کے گُرز تقسیم ہوئے۔ عمرو بن لیث یہ دیکھ کر کہ وہ ایک سو بیس ہزار فوج کا مالک ہے۔ گھوڑے سے اُتر کر فوراً خاک پر پیشانی رکھ کر تادیر رُوتا رہا۔

لوگوں نے کہا اے بادشاہ یہ رونے کا کیا موقع ہے آپ کو تو اپنی کثرتِ فوج پر خوش ہونا چاہیے وہ رُویا اور بولا کہ مجھے اِس وقت واقعۂ کربلا یاد آ گیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ میری فوج وہاں حسینؑ کے کام آتی اور نواسۂ رسولؐ کو ظالم درندوں سے میں بچا سکتا، یا ظالموں کو نیست و نابود کر دیتا، یا میں خود قتل ہو جاتا۔ جب عمرو بن لیث کا اِنتقال ہو گیا تو اکثر نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ تاجِ مرصّع اور شاہی لباس سے آراستہ پس و پیش حوران و غلمان جنّت میں فروکش ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ مرتبہ کس سبب سے ملا۔ اس نے کہا۔ ''صرف اُس روز کی گریہ وزاری اور اس تمنا پر کہ کاش میں واقعۂ کربلا میں امامؑ کے ساتھ ہوتا۔''

لہٰذا اُمیر مختارؒ اور اُس کے شریک کار یا ہر روز بعد نماز، زیارتِ سیّد الشہداءؑ میں:

یا لیتنا کنامعکم: کہنے والے کیوں نہ اس رُتبہ پر فائز ہوں گے۔

کتاب امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے باسنادِ صحیح منقول ہے کہ کسی نے امام علی رضا علیہ السّلام سے سوال کیا کہ فرزندِ رسولؐ، کیا مٹی کھانا جائز ہے۔ آپؑ نے فرمایا: حرام ہے مگر خاکِ تربتِ امام حسینؑ کہ اِس میں ہر دَرد، ہر مرض اور ہر الم کی شفا ہے۔ اگر بقدر نخود (چنا) کھائیں۔ بلکہ اگر خاکِ تربت یا تسبیح خاک شفا کسی کے پاس ہو وہ بھی ہر خوف اور ہر بلا کی دَوا، اور مصیبت سے باعثِ اَمان ہے۔

ابنِ بابویہ اور شیخ طوسی نے امالی میں تحریر کیا ہے کہ حسین ابنِ محمد ابن عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ مسجدِ مدینہ میں دو شخص باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ میں سخت دَرد میں مبتلا تھا جو کسی دَوا سے نہ جاتا تھا۔ ایک روز ایک بوڑھی (سلمہ نامی) میری

ہمسایہ آئی اور اُس نے کہا: میں تیری دَوا کیے دیتی ہوں، یہ کہہ کر وہ گھر سے ایک گلاس پانی لائی۔ میں نے اُسے پیا، فوراً آرام ہوگیا۔

میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا چیز تھی؟

اس نے اپنے ہاتھ کی تسبیح کو دِکھا کر کہا کہ اس کا ایک دانہ، پانی میں ملا دیا تھا۔ میں نے کہا: یہ تسبیح کس چیز کی ہے۔ اُس نے جواب دیا: خاکِ تربتِ حُسین علیہ السّلام ہے۔ میں نے کہا: اے رافضیہ دور ہو۔ تو نے خاکِ حُسین سے میرا علاج کیا ہے۔ وہ ناراض ہوکر چلی گئی اس کے بعد سے درد پھر شروع ہوگیا۔ اَب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔

اور اسی کتاب میں موسیٰ بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ یوحنا نصرانی سے بغداد میں میری ملاقات ہوگئی اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے اپنے دین اور نبی کی قسم بتلا کہ کربلا میں جس کی زیارت کو جاتے ہیں وہ کون شخص ہے۔ میں نے کہا: علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا پسر اور نواسۂ رسولؐ ہے۔ لیکن تو کیوں پوچھتا ہے؟ اُس نے کہا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ غور سے سُن، ایک رات خلیفہ ہارون رشید کا خادم میرے پاس آیا اور مجھے بڑی عجلت سے موسیٰ بن عیسیٰ کے گھر لے گیا اور کہا خلیفہ کا حکم ہے کہ یہ میرا عزیز ہے اس کا علاج کر میں نے دیکھا وہ بے ہوش ہے میں نے کہا اُس کو کیا تکلیف ہے۔ ایک طشت لایا گیا جس میں میں نے دیکھا کہ اُس کی ساری آنتیں اس طشت میں پڑی تھیں۔

میں نے کہا یہ کیا واقعہ پیش آیا ان لوگوں نے کہا اس سے قبل بالکل تندرست تھا۔ بنی ہاشم کے ایک شخص سے باتیں کر رہا تھا، اس نے اِثنا گفتگو خاکِ تربتِ حسینؑ کا اور اس کی شفایابی کا ذِکر کیا۔ اس نے کہا: یہ رافضی اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ خاکِ تربت کو دوا سمجھتے ہیں۔ بنی ہاشم نے کہا کہ یہ واقعہ مجھ پر گزر چکا ہے۔ میں سخت بیمار تھا، خاک شفا سے مجھے بالکل فائدہ ہوگیا۔

موسیٰ بن عیسیٰ ہنسا اور اس مرد ہاشمی سے کہا کہ تیرے پاس اس میں سے کچھ خاک تربت ہے، اس نے کہا: ہاں۔ بولا: اچھا لے آ۔ چنانچہ ہاشمی خاک تربت حسینؑ لایا اور موسیٰ

بن عیسیٰ نے تحقیراً مذاق اُڑانے کے طور پر ''خاک شفا'' کو لے کر اپنی دُبر (جائے پائخانہ) میں رکھ لیا اور ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ چلّایا۔ ہائے آگ، آگ! طشت طشت! چنانچہ طشت لایا گیا اور اس کی تمام آنتیں اس طشت میں بھر گئیں۔ میں نے ہارون رشید کے قاصد سے کہا کہ اس کا علاج سوائے جناب عیسیٰؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ مردِ گستاخ فی النّار ہو گیا اور یوحنّا نصرانی مسلمان ہو گیا۔

فرمانِ خاتم الانبیاءؐ ہے کہ: من بکیٰ علی الحسینؑ اوتبا کی وجبۃ له الجنّۃ:
جو حسینؑ پر رُوئے یا رُلائے، اس پر جنّت واجب ہے۔

''عیون اخبار رضا'' میں مذکور ہے کہ جو غمِ حسینؑ کو یاد کر کے آنسو کا ایک قطرہ بھی بہائے خدا اس کے سارے گناہ معاف فرماتا ہے اور جو شخص کربلا میں آپ کے ساتھ قتل ہو جانے کی تمنّا کرتا ہے خدا اس کو شہدائے کربلا کا درجہ عطا کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے سامنے ایک شخص نے واقعۂ کربلا کے متعلّق ایک شعر پڑھا، امامؑ سُن کر روئے اور فرمایا۔ جو شخص کسی کو غمِ حسینؑ میں رُلائے اُس پر بہشت واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے غم کی یاد پر بہشت واجب ہو جائے۔ اس کے قاتلوں کا کیا انجام ہوگا۔

عمر ابن سعد کے ہمراہیوں میں سے ایک ظالم کا بیان ہے کہ جب ہم سرہائے شہدا شام لیے جا رہے تھے تو ایک ''دَیر'' کے قریب سے گزر ہوا۔ دیوارِ دَیر پر یہ شعر لکھا تھا۔

أترجوا أُمّة قتلت حُسيناً
شفاعة جدّه يوم الحساب

یعنی جس اُمّت نے حسینؑ کو قتل کیا کیا وہ حسینؑ کے جدِّ اَمجد سے اُمیدِ شفاعت بروز (یوم الحساب) قیامت رکھ سکتے ہیں۔ ''دَیر'' کے راہب نے بھی مذکورہ بالا شعر دیکھا اور بتلایا کہ یہ شعر اس دیوار پر قبل بعثتِ محمدؐ بھی تحریر تھا۔

ذکرِ امام چہارم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

اِمام زین العابدینؑ: اِسم مبارک علیؑ، کنیت ابوالحسن، اولادِ حضرتؑ (بروایت شیخ مفید علیہ الرّحمہ) پندرہ تھیں۔ اور بروایت کمال الدّین آپؑ کے کوئی دُختر نہ تھی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ، یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ (ایرانی) تھیں۔ آپؑ ستاون ۵۷ سال حیات رہے۔ دو سال جدِّ اَمجد کا زمانہ دیکھا، دس سال عَمِ ذی حشم کا وقت دیکھا، دَس سال پدر بزرگوار کے ساتھ گزارے باقی عمر درجۂ امامت میں گزری۔ روزِ شنبہ ۱۸ یا ۲۵ محرم الحرام کو عبدالملک کی زہرخورانی سے رحلت فرمائی۔ قبر امام حسنؑ کے نزدیک جنّت البقیع میں دفن ہوئے۔

صاحبِ کشف الغمّہ کے مطابق حضرت امام ''زین العابدینؑ'' کے نامِ نامی کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ایک شب جبکہ آپ نمازِ تہجد میں مشغول تھے شیطان بصورت سانپ آیا اور آپ کے پیَر کے انگوٹھے کو مُنہ میں لے کر اذیّت پہنچانے لگا مگر آپ کے خشوع وخضوع میں سرِ مُوفرق نہ آیا۔ شیطان خجل اور شرمندہ ہوکر واپس گیا۔ کچھ توقف بعد ہاتفِ غیبی کی آواز سُنی گئی ''انت زین العابدین'' اُس روز سے آپؑ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ چونکہ علم وفضل وعمل میں اَفضلِ خلائق تھے اور جدّ وعمّ اور پدر کی امامت پر ''نص'' تھی۔ اِس لیے آپؑ اِمام منصوص من اللہ قرار پائے۔ حضرت امام حسینؑ کے بعد کوئی بھی اس زمانے میں آپ سے اَفضل نہ تھا اور نہ کسی نے بنی اُمیّہ میں سے امام معصوم ہونے کا دعویٰ کیا۔ بنی ہاشم سے جب محمد حنفیّہ آپؑ کی امامت کے معترف تھے تو اَوروں کا کیا ذِکر۔

آپ کی امامت پر خود رسولؐ خدا نے ''نص'' فرمائی کہ حسینؑ کے بعد اس کی اولاد

میں نو (۹) امام ہوں گے۔ جن میں آخری ''مہدیؑ'' (عجّل اللہ فرجہ) ہوگا۔ امام حسینؑ نے کربلا میں بہ سلسلۂ وصیّت آپ کی امامت میں ''نص'' فرمائی اور کوفہ روانہ ہونے سے پیشتر تبرکات رسولؐ خدا، جنابِ اُم المومنین اُمّ سلمہ کے سُپرد فرما کر کہا کہ یہ تبرکات جو تم سے طلب کرے میرے ''امام'' ہے۔ آپ بعد واقعہ کربلا جب مدینہ پہنچے تو جناب اُمّ سلمہ سے وہ تبرکات آپؑ نے طلب فرمائے۔

ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ بعد شہادتِ حضرت امام حسینؑ، دعوائے امامت محمد حنفیہؒ نے کیا اور طے یہ پایا کہ وہ اور امامؑ چہارم دونوں سنگِ اَسود سے اس اَمر کا فیصلہ چاہیں۔ چنانچہ محمّد حنفیہؒ اور امام زینؑ العابدین دونوں حجرالاسود (سنگِ اَسود) کے قریب گئے۔ پہلے محمّد حنفیہؒ نے اس پتّھر سے تصدیقِ امامت چاہی۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

پھر امام زینؑ العابدین نے فرمایا: اے پتّھر! آیاتِ الٰہیہ میں بزرگ تر آیت، بحقّ خالقِ علیم ہمیں خبر دے کہ بعدِ حضرت امام حسینؑ، مستحقِ امامت کون ہے؟

حجرِ اَسود نے بہ فصاحت و بلاغت جواب دیا کہ امامت کا حقدار بعدِ حسینؑ بن علی علیہ السّلام علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ہے۔

محمّد حنفیہؒ نے بڑھ کر امام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی امامت کا اِقرار اور اِعتراف کیا۔ درحقیقت یہ نزاع صرف اس وجہ سے تھی کہ محمّد حنفیہؒ چاہتے تھے کہ جو لوگ مجھے امام غلطی سے سمجھنے لگے ہیں اور مُصر ہیں اِن کو اِطمینان ہوجائے کہ امام میں نہیں ہوں بلکہ حجرِ اَسود کی گواہی کے مطابق علیؑ بن حسینؑ (زین العابدینؑ) ہی امام ہیں۔ ورنہ محمّد حنفیہؒ نے اپنے والد بزرگوار، اَپنے دونوں برادرِ عالی مقدار سے بارہا سُنا تھا کہ بعدِ حسینؑ امامت کے مستحق علیؑ بن حسینؑ ہیں۔ پھر محمّد حنفیہؒ جیسا سعادت مند فرزندِ علیؑ ابنِ ابی طالب اَیسا غلط دعویٰ کیسے کرسکتا تھا۔

آپ کے معجزات اور واقعات جیسا کہ فقہائے عامّہ اور علماءِ مخصوصہ نیز موّرخین نے تحریر کیے ہیں بے شمار ہیں، ہم چند حالات و واقعات صرف اِس غرض سے کہ غلامانِ علیؑ

محروم نہ رہیں، تحریر کر رہے ہیں۔

آپؑ جب اِرادہ وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو کانپتے، تو لوگ پوچھتے، فرزندِ رسولؐ یہ کیا حالت و کیفیت ہے؟ آپؑ فرماتے تمہیں نہیں معلوم کہ میں کِس کے حضور میں جا رہا ہوں۔

مشہور ہے کہ ایک روز گھر میں آگ لگ گئی مگر آپ نماز میں اُسی طرح مشغول رہے لوگ ہر طرف سے چلّائے آگ آگ! مگر آپؑ نے سجدہ سے سر نہ اُٹھایا اور جب سر اُٹھایا تو آگ بُجھ چکی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپؑ نے گھر کی آگ کا بھی خیال نہ کیا۔ امام نے فرمایا اس وقت میرے خیال میں آتشِ دوزخ تھی جو اِس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تمام ذواتِ مقدّسہ، معصومین اَخلاقِ محمدیؐ کا جیتا جاگتا نمونہ تھیں۔

ایک مرتبہ کسی نے آپؑ کو گستاخانہ اَلفاظ میں یاد کیا۔ محبّان کو آپ کے یہ بات سخت ناگوار گزری۔ امام سے شکایت کی، آپؑ نے یہ سُن کر عمامہ سر پر رکھا، عِبا دُوش پر ڈالی اور اُس گُستاخ کے گھر کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے اور اصحاب بھی ساتھ ہولیے۔ آپؑ نے اُس کے دروازہ پر پہنچ کر دَقّ الباب کیا۔ وہ باہر آیا۔ تو آپ نے فرمایا، جو کچھ تو نے مجھے کہا ہے اگر وہ سچ تھا تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر وہ سب جھوٹ اور کذب تھا تو خدا تجھے معاف فرمائے۔ یہ سُن کر سارے اَصحاب حیران ہوگئے اور وہ گستاخ خجل ہو کر قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا آپ نے اس کو معاف کردیا اَور سینے سے لگالیا۔ یہ تھیں اخلاقِ محمدیؐ کی وہ تلواریں جن سے اقلیمِ قلوب فتح ہوئے۔

آپؑ ہمیشہ اپنی عبادت کے اُمور میں کسی سے مدد نہ لیتے تھے حتیٰ کہ وضو کے واسطے ظرف خود اُٹھاتے اور پانی سے خود اُسے لب ریز کرلیتے اور ہمیشہ آپؑ لوگوں کی ضروریات کو پوشیدہ طور پر پورا کرتے۔ گندم اور جو کے تھیلے رات کو خود اپنے دوش پر اُٹھا کر فقراء اور مساکین وغیرہ کے گھروں پر پہنچاتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کون اور کیا، کہاں سے لایا۔

آپ کی رحلت کے بعد تقریباً سو گھرانے بے سروسامان رہ گئے۔ بردباری، صبر و

تحمّل کا یہ عالم تھا کہ ایک رات آپ نے اپنے غلام کو کئی آوازیں دیں، لیکن وہ نہ بولا۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے آواز پر نہ بولنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا، میں آپ کی طرف سے بے خوف تھا۔ یہ سُن کر آپ نے فوراً دستِ دُعا بلند فرمائی اور کہا، پالنے والے شکر ہے تیرا کہ تو نے میرے غلام کو مجھ سے بے خوف رکھا، نہ کہ خوف زدہ۔ پھر غلام کو آزاد کر دیا۔

ایک دفعہ عبدالملک ابنِ مَروان خانۂ کعبہ میں مشغول طواف تھا۔ اسی اثناء اُس نے امام کو دیکھا کہ مشغولِ طواف ہیں اور اُس کی طرف مطلق توجہ نہیں فرمائی تو وہ سخت بَرہم ہوا۔ پھر ایک گوشہ میں امامؑ کو بُلوا کر تُرش لہجہ میں بولا: مجھے دیکھا اور تغافل سے کام لیا اس بات سے خوف نہ آیا کہ جس طرح یزید بن معاویہ نے تمہارے باپ کو قتل کیا، کہیں میں تمہیں نہ قتل کرا دوں۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار کو قتل کرنے والے نے اُن کی دُنیاوی زندگی کو تباہ کیا اور میرے پدرِ بزرگوار نے اُس کی آخرت کو برباد کر دیا۔ اگر تو بھی ویسا ہی بننا چاہتا ہے۔ بن جا۔

وہ یہ بات سُن کر ڈرا اور بولا: میں اَیسا کبھی نہیں چاہوں گا بلکہ آپ سے آخرت کا فائدہ حاصل کروں گا اور میں دُنیاوی فائدہ آپ کو پہنچاؤں گا۔ آپؑ نے وہیں پر اپنی عبا زمین پر بچھا دی اور اُس پر کچھ سنگ ریزے ڈال کر دُعا فرمائی خداوندا اپنے دوستوں کی منزلت اس کو دِکھا دے۔ عبدالملک نے دیکھا کہ سنگ ریزے جواہرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ آپؑ نے اس سے فرمایا، جس کا خدا کی نظر میں یہ مرتبہ ہو وہ دُنیا والوں کا کیوں محتاج بنے اور پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

تمام روایانِ معتبر نے تحریر کیا ہے کہ آپؑ کو بعد واقعہ کربلا، تاحیات کسی نے خالی اَز گریہ نہیں دیکھا۔ ہر وقت واقعہ کربلا کو یاد کر کے روتے۔ آب و طعام سامنے آتے تو گریہ کرتے۔ لوگوں نے کہا: مولا، کب تک یوں ہی روئیے گا۔ فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ پسر تھے اُن میں سے ایک بیٹا گُم ہو گیا تھا۔ حالانکہ زندہ تھا مگر اس کی

مفارقت اور جدائی میں اِس قدر روئے کہ کمر جھک گئی۔ سارے بال سفید ہو گئے۔ آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔ میں نے اپنے باپ، بھائی اور اقرباء کی صرف ایک دِن میں اٹھارہ لاشیں دیکھیں کہ خاک وخون میں تڑپ رہی ہیں۔ کیا میں نہ روؤں اور صبر کر کے بیٹھ رہوں۔

سیرت الائمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے فرزند امام محمّد باقرؑ جب کہ کمسن تھے گھر کے کنوئیں میں گر گئے۔ والدۂ امام باقرؑ بہت بے چین ہوئیں۔ (اُس وقت حضرت امام زین العابدینؑ مصروف نماز تھے) وہ کبھی پریشان حال کنوئیں کے قریب پہنچتیں، کبھی مصلّی امامؑ کے پاس پہنچتیں۔ مگر امامؑ مصروفِ نماز رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کنوئیں پر پہنچے اور ہاتھ بڑھا کر بچّے کو باہر نکال لیا۔ پھر فرمایا میں بچّے کے محافظ کے حضور میں تھا اور زوجہ کو بچہ دیتے ہوئے اتنا اور فرمایا، اللہ پر توکّل کرنا سیکھو۔

زہری سے یہ معتبر روایت منقول ہے کہ امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا جو سخت پریشان تھا۔ بولا! مولاؑ میں عیالدار ہوں اور چار سو دراہم کا مقروض بھی ہوں۔ آپؑ نے یہ سنا تو بہت محزون ہوئے۔ لوگوں نے سببِ رنج پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ اور کون سی مصیبت ہوگی کہ ایک مومن پریشان حال اور مقروض ہو اور میں اس کی مدد نہ کر سکوں۔ اس بات پر روتا ہوں۔ وہ مومن شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ باقی لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ راستے میں آپس میں ایک دوسرے سے بولے (مومن پریشان حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ لوگ بھی عجیب ہیں کہ اپنے راہبر (امام) کو مختار کائنات کہتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر وہ خود اتنا مجبور ہے کہ کسی ضرورت مند کی مدد نہیں کر سکتے۔

یہ بات کسی طرح امام کو معلوم ہوگئی آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ ہمارے کھانے میں جو دو روٹیاں ہیں وہ اس مومن پریشان کر بلا کر دے دو۔ چنانچہ مومن پریشان جب آیا تو اُس سے آپؑ نے فرمایا: اِس وقت میرے پاس سوائے اِن دو رُوٹیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ لے جاؤ خدا اِس میں برکت کرے گا۔ وہ دونوں نان لے کر چلا گیا اور راستے میں سوچنے لگا۔ ان دو روٹیوں میں کیا ہوگا۔ اِتنے میں اسے ایک ماہی فروش مل گیا۔ اِس مومن پریشان

نے اُس سے ایک روٹی کے عوض ایک مچھلی خرید لی اور ذرا آگے چل کر ایک روٹی دے کر نمک لے لیا۔ کچھ دور آگے بڑھا تھا کہ دو آدمیوں نے آواز دی وہ رُک گیا یہ دونوں قریب پہنچ کر بولے یہ اپنی روٹیاں لے لے اور نمک و مچھلی بھی اپنے استعمال میں لاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بہت ہی ضرورت مند ہو۔

یہ پریشان حال گھر آیا، بیوی سے مچھلی بنانے کو کہا۔ بیوی مچھلی صاف کرنے لگی۔ اسی درمیان مچھلی کے پیٹ سے دو نہایت بیش قیمت موتی نکلے۔ اُس نے اپنے شوہر کو دِکھائے وہ بہت خوش ہوا اور انہیں بڑی قیمت میں فروخت کر ڈالا۔ پھر اس سے قرض ادا کیا اور خود آسودہ حال ہو گیا۔

طاؤس یمانی نے اپنی کتاب فصول المہمہ میں نقل کیا ہے کہ میں نصف شب میں حجرۂ حضرت اسماعیل السّلام میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا، امام زین العابدینؑ سجدہ میں ہیں اور اِن کلمات کی تکرار فرما رہے ہیں:

الٰھی عبیدك بفنائك مسكينك بفنائك فقيرك بفنائك۔

اس کے بعد جب بھی کوئی مصیبت بیماری یا ضرورت پیش آئی بعد نماز میں نے سجدہ میں اِن کلمات کو اَدا کیا اور مقصد فی الفور حاصل ہو گیا۔

آپ کے معجزات کے بارے میں ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور فریاد کرنے لگی۔ آپ نے اس کو قریب بلایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے بچہ کو فلاں شخص نے پکڑ لیا اور اور اس نے کل سے دودھ نہیں پیا۔ یہ چاہتی ہے کہ صرف اتنی دیر کو بچّہ اس کو دے دیا جائے کہ یہ اس کو دودھ پلا دے۔ لوگوں کو تعجب ہوا آپ نے اُس کے بلانے کو ایک آدمی بھیجا، اس نے اِقرار کیا آپ نے فرمایا کہ وہ بچّہ صرف اتنی دیر کو منگوا دو کہ یہ اس کو دودھ پلا دے، جب بچّہ آیا اور ہرنی دودھ پلا چکی تو بچّہ کو امامؑ کی خدمت میں پیش کیا، امامؑ نے اس شخص سے درخواست کی وہ بچّہ مجھے دے دے، اس نے امام کو بخش دیا آپ نے اس کو ہرنی کے

حوالہ کر دیا اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہتی ہوئی چلی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد شکر یہ، خدا سے سب کے واسطے دُعا کر رہی تھی۔

امامؑ عالی مقام نے فرمایا ہے کہ جو قلیل رِزق پر خدا سے راضی رہے خدا بھی اس کے قلیل عمل سے راضی رہتا ہے۔

''یہ بھی فرمایا کہ دولت مند وہ ہے جو اللہ کے دیئے پر قناعت کرے۔''

امامؑ کا حج بیت اللہ کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے عبدالملک کا زمانہ سلطنت تھا اس کا بیٹا ہشام جو بنی اُمیّہ کا دَسواں بادشاہ ہوا، حجِ بیت اللہ کو آیا، حاجیوں کا اِزدحام دیکھا سوچا جب مجمع کم ہوجائے تو سنگِ اسود کے بوسہ کو جائے اور ایک منبر پر بیٹھ گیا۔ شام کے معززین و اَراکین ہشام کے چاروں طرف جمع تھے دیکھا ایک جوان، ضعیف و لاغر آیا اور مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ ہشام کے مصاحبین میں ایک شخص نے تعجب سے پوچھا: یہ کون آدمی ہے جس کی ہیبت اور جلالت سے لوگ اِس قدر متاثر ہوئے کہ خود بخود ہٹ گئے۔

ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں اَہل شام کا رُجحان امام زین العابدینؑ کی طرف نہ ہوجائے کہا کہ میں اِس شخص کو نہیں جانتا۔ اِتفاقاً عرب کا مشہور شاعر فرزدق قریب کھڑا تھا۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھ کر اُس سے نہ رَہا گیا، اس نے ہشام اور شامیوں کی طرف رُخ کر کے کہا: اِس شخصیت سے میں خوب واقف ہوں۔ سُنو یہ کون ہے؟ یہ کہہ کر فرزدق (شاعر) نے امامؑ کی شان میں ایک طویل قصیدہ فی البدیہہ پڑھا۔ سارا مجمع فرزدق کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ہشام نے بَرہم ہوکر فرزدق کو بمقام غسنان قید کر دیا۔

امامؑ کو جب خبر ہوئی، فرزدق کے پاس بارہ ہزار دراہم بھیجے۔ اُس نے دراہم نہ لیے اور کہلا بھیجا کہ مولاً میں نے قصیدہ مالِ دُنیا کے لیے نہیں کہا بلکہ آخرت چاہتا ہوں۔ امامؑ نے دوبارہ کہلایا، کہ جو ہم دے دیتے ہیں، واپس نہیں لیتے۔ اِس کو رکھ لو، نجاتِ آخرت بھی ہوجائے گی۔

(مترجم نے اِس واقعہ کو اَپنی کتاب ''ذکرِ معصوم'' میں بھی لکھا ہے۔ فرزدق شاعر کے

قصیدے کے چند اشعار کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

انہیں کعبہ، حلّ و حرم جانتے ہیں — قریش اِن کو اہل کرم جانتے ہیں
قدم بوسی کرتے ہیں بطحا کے ذرّے — وہ ان کا مقام قدم جانتے ہیں
زمانے کے جوّاد و اہلِ کرم بھی — اِن ہاتھوں کو ابرِ کرم جانتے ہیں
نبیؐ اِن کو شیرِؑ خدا جانتے ہیں — شہنشاہِ خیرؐ الامم جانتے ہیں
بڑھا دست بوسی کو خود سنگِ اسود — مقام اِن کا کیا ہے یہ ہم جانتے ہیں
فضائل کو اِن کے مراتب کو اِن کے — خدا اور لوح و قلم جانتے ہیں
یہ وہ ہیں ہم اِن کے غلاموں کا رُتبہ — ملک سے فزوں محترم جانتے ہیں
نہ جانے اگر کوئی جاہل نہ جانے — عرب جانتے ہیں عجم جانتے ہیں
نہ سمجھیں انہیں اہل دوزخ نہ سمجھیں — مقام اِن کا اہلِ اِرم جانتے ہیں

یہ دِلفگار امام اُس پُر آشوب دَور میں امیرؑ المومنین کی طرح خطبات دے کر خطاب تو کرسکا، مگر آنسوؤں میں معرفت کے دَریا ضرور بہا دیئے۔

دعاؤں میں ''صَحِیفۂ کامِلہ'' کی توحید کے گلزار سجا دیئے۔

رُخ بدل کر ذرا ہدایت کے — کام سب کر گئے اِمامت کے

ذکرِ امامِ پنجم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

ابوجعفر محمد بن علیؑ بن حُسین بن علی ابنِ اَبی طالب علیہم السّلام۔ اِسمِ مبارک محمّد، لقب، باقر، شاکر، ہادی، کنیت، ابوجعفر۔ آپ مادر اور پدر (دونوں) کی طرف سے ہاشمی تھے۔ والد، پسرِ امام حسینؑ اور والدہ دختر امام حسنؑ آپ کی ولادت ۳ ماہ صفر المظفر ۵۷ھ مدینہ منورہ میں ہوئی اور رِحلت ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ساٹھ سال ہوئی۔ قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ شہادت، ابراہیم ابنِ ولید کی زہر خورانی سے ہوئی اور اَولاد برِوایتے چار اور بروایتے چھ اور براویت شیخ مفید علیہ الرّحمہ، سات تھیں (جعفرؑ بن محمد الصّادق۔ عبداللہ، ابراہیم، عبیداللہ، علی اور دختر زینب) رنگت گندمی، قامت درمیانہ، آپ کے زمانہ کا شاعر کمیت وسیّد حمیری۔

آپ کی انگشتری کا نقش (ربّ تذرنی فرداً) دربان کا نام جابر جعفی تھا۔ معجزات بے شمار ہیں۔ آپ باقر لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ کثرتِ علم کی وجہ سے اظہر من الشّمس ہیں۔ چنانچہ جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ: اے جابرؓ! اُمید ہے کہ تو میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند جس کا نام باقر ہوگا اور وہ اَولادِ حسینؑ سے ہوگا، ملاقات کرے گا۔ خدا اُس کو علم وحکمت سے بہت نوازے گا جب تجھ سے ملاقات ہو تو میرا اسلام پہنچانا۔

خواجہ نصیر الدّین علیہ الرّحمہ اپنے رسالہ ''اَوصاف الاشراف'' میں بیان فرماتے ہیں کہ جب جابر زیارت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے مشرف ہوئے تو امامؑ نے فرمایا کہ:

جابر (کیا حال ہے۔

(جابرؔ چونکہ بوجہ پیری بہت نحیف ہوگئے تھے) کہا کیا حال بیان کروں۔ پیری کو جوانی پر، بیماری کو تندرستی پر، موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔

امامؑ نے یہ سن کر جابرؔ کو ٹوکا اور فرمایا: جابر! ہمارا حال اِس کے بالکل برعکس ہے۔ حق تعالیٰ اگر پیری دے یا جوانی، بیماری دے یا تندرستی، زندگی دے یا موت ہمیں ہر چیز پسند ہے اور یہ تم کو بھی پسند ہونا چاہیے کیونکہ جابرؔ تم مقامِ صبر پر ہو اور میں مقامِ رضا پر جو اُفضل ترین مقام ہے۔

جابرؔ یہ سُن کر فوراً تعظیم کو اُٹھے، ہاتھوں کا بوسہ لیا، پَیروں کی طرف جُھکے مگر امامؑ نے منع کر دیا۔ جابرؔ نے کہا: رسولؐ اللہ نے سچ فرمایا۔ بے شک آپ ''باقر العلوم'' ہیں۔ یعنی علوم کو شگافتہ کرنے والے۔

یہ روایت بھی مشہور و معروف ہے کہ عبدالملک بن مَروان نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ محمد بن علی (امام محمد باقرؑ) کو میرے پاس بھیج دے۔ حضرتؑ اپنے ساتھ ایک کمسن پسر کو (جو بعد میں جعفر صادقؑ کے نام سے مشہور ہوئے۔) بھی شام لے گئے۔ یمنؔ کے قریب جب پہنچے تو آپؑ نے ایک بہت بڑا ''دیر'' دیکھا کہ لوگ کثرت سے جمع ہیں اور ایک راہب کی زیارت کو آرہے ہیں جو سال میں ایک مرتبہ نکلتا ہے اور لوگوں کے مشکل مسائل کا جواب دیتا ہے۔

امام بھی اس طرف بڑھے اور مجمع میں جا کر کھڑے ہوگئے۔ اِتنے میں راہب بھی آ گیا۔ پیرانہ سالی سے اس کی بھویں آنکھوں پر لٹک آئی تھیں۔ اُس نے آتے ہی مجمع پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اِسی اثنا اُس کی نظر امامؑ پر پڑی مخاطب کرتے ہوئے بولا: آپ کیا ہمیں میں سے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میں اُمّتِ محمدیہؐ میں سے ہوں۔

پھر اُس نے کہا: آپ عالِم ہیں یا جاہل۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا: میں جاہل نہیں ہوں۔

راہبؔ نے پھر کہا: کیا میں کچھ باتیں دریافت کر سکتا ہوں؟

امامؑ نے فرمایا: بے شک۔

اُس نے کہا: اچھا بتلائیے، وہ کون سا وقت ہے جو نہ دِن ہے نہ رات؟

آپؑ نے فرمایا: ختم شب سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت ہے جو دِن ہے نہ رات۔ یہ اَوقاتِ جنّت سے ہے۔ اس وقت بیماروں کو قدرے آرام ہو جاتا ہے۔ دردمندوں کے درد میں کسی حد تک کمی ہو جاتی ہے۔ جس کو رات بھر نیند نہ آئی ہو اس وقت نیند آ جاتی ہے اور خدا کی طرف توجّہ کرنے والوں کے لیے تو یہ مخصوص وقت ہے۔

راہب نے پھر پوچھا: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنّت میں لوگ کھائیں پئیں گے مگر بُول و بَراز نہیں کریں گے۔ کیا دُنیا میں اس کی کوئی مثال ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جَنین (بچّہ ماں کے شکم میں کھاتا پیتا ہے مگر بول و بَراز نہیں کرتا)۔

راہب نے پھر کہا: آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جنّت میں میوے کھانے سے کم نہ ہوں گے، کیا اس کی بھی دُنیا میں کوئی مثال ہے؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا: ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلا لو مگر اس کی لَو میں کمی نہیں ہوتی۔

پھر پوچھا: اچھا یہ بھی بتلائیے کہ ایک درخت ایسا ہے کہ خانۂ محمدیہ میں اُس کی جڑ ہے اور اس کی شاخیں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں کیا اس کی کوئی مثال ہے؟

امامؑ نے فرمایا: سورج کی شعاعیں ہر جگہ اور ہر گھر میں موجود ہیں اور اس وقت وہ درخت میں ہوں جو نہ صرف اِس جگہ بلکہ ہر مقام پر ہوں۔ راہب نے یہ بھی دریافت کیا کہ جنّت کے دروازہ کی کُنجی (چابی) چاندی کی ہے یا سُونے کی؟

آپؑ نے فرمایا: نہ چاندی کی ہے نہ سونے کی چابی ہے بلکہ مومن کی زبان اس کی چابی ہے۔ جب مومن زبان سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو جنّت کا دروازہ کُھل جاتا ہے۔

راہبؔ نے پھر کہا کہ: اچھا اَب ایک بڑا مشکل سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیجیے۔

امامؑ نے فرمایا: اِس شرط پر کہ تو اِسلام قبول کر لے۔

اُس نے وعدہ کیا اور کہا: دو بھائی ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ہی دِن دونوں کا اِنتقال ہوا۔ مگر ایک کی عمر سو سال اور دوسرے کی دُوسو ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ دو بھائی نبی تھے اور ایک کا نام عزیز، دوسرے عُزیر تھا، جو توام پیدا ہوئے۔ دونوں کی عمریں پچاس سال کی ہوئیں۔ اِن میں سے ایک بھائی کا ایک روز ایسے قریے سے گزر ہوا جو نہایت سر سبز اور شاداب تھا۔ اور اہل قریہ اپنی معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تھے اور اب سوائے بوسیدہ ہڈیوں کے اِن کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ چنانچہ اِن کو یہ دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی۔ ایک درخت سے کچھ پھل توڑ کر کھائے اور کچھ کا شیرہ نکال کر برتن میں رکھ لیا اَور پھر ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر سوچا کہ اب روزِ قیامت یہ قوم جن کی ہڈیاں بھی خستہ اور بوسیدہ ہو چکیں، کیسے زندہ ہو سکتی ہیں۔ یہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ بحکم خدا اِن کی، روح قبض کر لی گئی اور سو برس بعد فرشتہ کو حکم ہوا کہ اِس نبی کو زندہ کرو اور پھر ان سے پوچھو کہ تم کتنی دیر سوئے۔

چنانچہ فرشتہ نے حکم الٰہی کے مطابق انہیں زندہ کر کے پوچھا۔ اے نبی تم کتنی دیر سوئے؟ عزیزؑ نے دیکھا کہ شیرہ ظرف میں موجود ہے۔ جب سویا تھا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اَب طلوع ہو رہا ہے چنانچہ کہا ایک شب۔

فرشتہ نے کہا: نہیں، سو سال۔ آؤ اگر یقین نہ ہو تو اپنی سواری کے گدھے کو دیکھ لو کہ خستہ، خراب بلکہ کچھ ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ فرشتہ نے بحکم خدا سواری کے گدھے کو پھر زندہ کر دیا۔

عزیزؑ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ان اللہ علیٰ کُلّ شيٍ قدیر (سورۂ عنکبوت) اور سوار ہو کر گھر آ گئے۔ پچاس سال اور زندہ رہے اور پھر دونوں ایک ہی روز وفات پا گئے۔ ایک کی عمر اُس وقت ایک سو سال تھی اور دوسرے کی دوسو سال۔

راہب یہ جواب پا کر مبہوت رہ گیا اور امامؑ کے قریب پہنچ کر بولا: آپ کیا محمد رسول

اللہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں محمد تو ہوں۔ لیکن فرزندِ محمد رسولؐ اللہ ہوں۔

یہ سُن کر راہب اور سارا مجمع مسلمان ہوگیا۔ آپ وہاں سے دمشق پہنچے۔ دربار خلافت سجا ہوا تھا، اراکین سلطنت کا مجمع تھا۔ ہشّام تختِ سلطنت پر بادۂ اِمروز کے نشہ میں جھوم رہا تھا۔ تیراندازی کا کمال دِکھایا جارہا تھا۔

ہشّام نے سوچا توہینِ امامت کا اچھا موقع ہے۔ کہنے لگا: آپ بھی نشانہ پر تیر لگائیں۔

امامؑ نے اِنکار فرمایا، اُدھر سے اِصرار بڑھا سمجھا کہ اِن سے تیر اندازی ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اِصرار بڑھتا رہا۔ چنانچہ امامؑ نے کمان طلب کی۔ جس کے تَرکش میں نو تیر تھے۔ امامؑ نے ایک تیر چلّہ میں لگایا جو نشانہ کے بیچ میں پیوست ہوگیا اور نو کے نو تیر ایک نشانہ اور ایک ہی نقطہ پر اس طرح لگائے کہ ایک تیر کا نشانہ نظر آنے لگا، ہر طرف سے مرحبا، مرحبا کا شور بلند ہوا۔

ہشّام شرمندہ ہوا اور دونوں معصوموں (امام محمّد باقر و امام جعفر صادق علیہما السّلام) کو تختِ شاہی پر اپنے قریب جگہ دی، اور پوچھا: کیا آپ کے فرزند بھی فنِ تیر اَندازی سے کچھ واقف ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے ہم اہلبیت رسولؐ کو تمام علوم و کمالات سے آراستہ کر کے خلق فرمایا ہے۔

ہشّام نے امامؑ کی مقبولیت سے گھبرا کر مدینہ کی واپسی کی اجازت دے دی۔ مگر راستہ میں ہر جگہ یہ تاکیدی حکم بھیجا کہ آب و طعام کا کوئی بندوبست نہ ہونے پائے تاکہ مدینہ پہنچتے پہنچتے امام زندہ نہ رہ سکیں۔ مگر امامؑ کو اُسی راہب (نومسلم) اور اُس کے شاگردوں نے نہایت آرام کے ساتھ مدینہ تک کا کھانے پینے کا اِنتظام کیا۔

امامؑ عالی مقام کا سینہ علوم کا خزینہ تھا زمانہ نے کچھ تھوڑی سی مہلت دی تھی کہ آپ کے درس و تدریس کا ایک بے پایاں سلسلہ شروع ہوگیا۔ سینکڑوں اپنے اور غیر اِس چشمۂ علم

سے سیراب ہوئے۔ امام زہری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ جیسے بزرگ، آپؑ ہی کی درسگارہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔ آپؑ کے سعید شاگردوں نے خدمت دین کے لیے امامؑ کے اشارہ سے بہت سی کتابیں لکھیں۔ آپؑ کی خداداد قابلیت کا اپنا اور غیر سبھی معترف تھا۔

مشہور عالم ابنِ حجر مکّی اپنی کتاب صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرتؑ نے معارف اور حقائق کے وہ دَریا بہائے جس سے سوائے دیوانے اور اندھے کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ابوجعفر قمی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا۔ آپ وارثانِ رسولؐ خدا سے ہیں، فرمایا: ہاں!

میں نے کہا: رسولؐ خدا تو وارثِ انبیاءؑ تھے۔ فرمایا: ہاں!

میں نے کہا: آپ مُردہ کو زندہ اور نابینا کو بینا کرسکتے ہیں، فرمایا ہاں! مجھے امامؑ نے اپنے قریب بُلایا، جب میں نزدیک پہنچا تو اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر ملا۔ میں اگرچہ عرصہ دراز سے نابینا تھا مگر آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں گویا میں کبھی نابینا ہی نہ تھا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اے ابوبصیر کیا تو اِسی طرح رہنا چاہتا ہے اور روزِ قیامت اَوروں کی طرح حساب وکتاب دینا چاہتا ہے یا پھر اَیسا رہنا چاہتا ہے کہ یوم الحساب بغیر حساب و کتاب داخلِ جنّت ہو؟

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں حساب و کتاب کی طاقت نہیں رکھتا، میں نابینا ہی رہنے پر راضی ہوں۔ آپؑ نے پھر دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیرا اور میں پہلے کی طرح نابینا ہوگیا۔

کتاب ''کشف الغمہ'' میں مذکور ہے کہ عباد بن کثیر بصری نے کہا کہ میں خدمتِ امام محمّد باقر علیہ السّلام میں گیا اور میں نے سوال کیا کہ مردِ مومن کا حق، اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر پوچھا مگر جواب نہ ملا۔ جب تیسری بار پھر دریافت کیا تو میری طرف غور سے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا کہ مردِ مومن کا حق، اللہ تعالیٰ پر یہ

ہے کہ اگر کسی درخت سے کہے کہ میرے پاس آجا تو وہ آجائے (پھر ایک درختِ خرمہ کی طرف اشارہ کیا جو فاصلہ پر تھا) عباد بن کثیر کہتا ہے کہ بخدا میں نے دیکھا، وہ درخت چلا اور امامؑ کی طرف آیا۔ امامؑ نے پھر اُسے واپس کر دیا اور وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

روایت تواتر سے مشہور ہے کہ مفضل بن عمر نے کہا کہ میں امامؑ کے ہمراہ تھا۔ ایک شخص مکّہ اور مدینہ کے درمیان رو رہا تھا۔ سامان اس کا زمین پر پڑا تھا اور اس کا خچر مَر گیا تھا۔ یکایک اس کی نظر امامؑ پر پڑی۔ چلاّ چلاّ کر رونے لگا اور بولا: فرزندِ رسولؐ! میرا گدھا مَر گیا ہے۔ مجھ میں سامان کا بار برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے نہ ہی پیدل سَفر کر سکتا ہوں اِس صحرا میں مجھے جان و مال کا خطرہ لاحق ہے۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ امامؑ نے دستِ دُعا بلند کیے ہی تھے کہ خچر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کشف الغمہ'' میں عطائے مکّی سے روایت ہے کہ میں نے علما کو کسی کا احترام کرتے ہوئے اِس طرح نہیں دیکھا جس طرح امام ابوجعفر (یعنی محمّد باقر علیہ السّلام) کا احترام کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں تمام علما اِس طرح دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے جیسے شاگرد اُستاد کے سامنے اور علما جب آپ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو کہتے: وصی اَوصیاء یا وارثِ انبیاء نے یہ فرمایا ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ احادیث امامؑ باقر مرسل ہیں مسند نہیں ہیں۔ امامؑ نے سنا تو فرمایا جو بھی حدیث میں تم سے بیان کرتا ہوں اس کو سند کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور انہوں نے امیرؑ المومنین جدِّ نامدار سے، انہوں نے رسولؐ اللہ سے، انہوں نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خدائے تعالیٰ سے روایت کی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میں کوئی سند نہیں رکھتا۔

باقر العلوم نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی دوستوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور سب سے بڑی مہربانی بھائیوں کے ساتھ مہربانی کرنا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا، تم اگر چاہتے ہو کہ یہ معلوم کرو کہ میرے دوسرے بھائی کے دِل میں میری محبت یا دوستی کتنی ہے؟ تو اپنے دِل کو

ٹٹولو کہ تمہارے دِل میں اس کی محبت کتنی ہے۔

امام علیہ السّلام کے ''زرّیں اقوال'' میں سے دُنیا اگر صرف ایک ہی قول پَر عمل کرلے تو معاشرہ کی نہ صرف مکمّل اِصلاح بلکہ انسان مومن کامِل بن جائے۔ آپ نے اپنے فرزندِ اَرجمند صادق آلِ محمّد سے فرمایا کہ خدا نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔

(۱) اپنی خوشی کو اَپنی اطاعت میں چھپایا ہے پس تم اس کی اطاعت سے کسی اطاعت کو معمولی سمجھ کر ترک نہ کرنا، ہوسکتا ہے کہ جس کو تم معمولی سمجھ کر ترک کردو اُسی میں اس کی خوشی پوشیدہ ہو۔

(۲) اُس نے اپنے غضب کو معصیت اور گناہ میں نہاں رکھا ہے لہٰذا کسی بھی گناہ کو معمولی جان کر اُس کا مرتکب نہ ہونا۔ کیا معلوم کہ اُسی میں اُس کا غضب مضمر ہو۔

(۳) اُس نے اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چُھپایا ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں سے کسی کو حقارت سے نہ دیکھنا، شاید وہی خدا کا دُوست ہو۔

جابر ابن عبداللہ انصاری کی معرفت رسولؐ خدا کا پیغامِ سلام امام محمد باقر علیہ السّلام کو بھیجنا آپ گزشتہ صفحات میں قارئین پڑھ چکے ہیں، اب ہم اِس واقعہ کو منظوم ترجمہ کی صورت میں پیش کررہی ہیں۔ ''مترجم''

سنو اِک حدیث پیمبرؐ سُنائیں — امامت کی تصویرِ عظمت دکھائیں
رسولِ خدا رونقِ انجمن تھے — زبانِ وحی پر وحی کے سخن تھے
تھے پیشِ نبیؐ سب نبیؐ کے پیارے — جمع جیسے ہوں چاند کے گرد تارے
تھے جابرؓ بھی بزمِ رسالتؐ میں حاضر — اَدب داں، مزاجِ رسالتؐ کے ماہر
اِرادہ تھا پوچھیں حضور رسالتؐ — مری عمر کتنی ہے فرمائیں حضرتؐ
نگاہِ رسالتؐ نے دِل کو ٹٹولا — بنوعِ دِگر عقدۂ عمر کھولا
مخاطب ہوئے جابرؓ رازداں سے — مدارج ہیں تیرے بلند آسماں سے

خوشا بخت دیکھا ہمارا زمانہ
علیؑ و حسینؑ و حسنؑ کا زمانہ

مبارک ہو عابدؑ کا ہمراز ہونا
زیارت سے باقرؑ کی ممتاز ہونا

مگر میرے باقرؑ سے جابرؓ جو ملنا
سلام اس کی خدمت میں میرا بھی کہنا

شب و روز جابرؓ کو اِک بے کلی تھی
نہ تھی چشم، چشمِ بصیرت کُھلی تھی!

تڑپ تھی کہ آئے مبارک وساعت
امامتؑ کو دوں میں پیامِ رسالتؐ

خدا نے وہ ساعت بھی آخر دِکھائی
کلی پانچویں بھی امامت میں آئی

وہ جابرؓ کو دِن بھی خدا نے دِکھایا
پدر کی معیّت میں فرزند آیا

مصلّے پہ جابرؓ کو بیٹھے جو دیکھا
جبین صحابی کو بچّہ نے چوما

بصیرت نے پایا جو قبلہ نُما کو
کیا سجدہ فرزندِ خیرؐ الوریٰ کو

کہا پیش کرتا ہوں خدمت میں حضرتؑ
درودِ نبوتؐ، سلامِ رسالتؐ

زبانِ مبارک سے پھر بولے باقرؑ
کہو حسرتِ دِل کوئی ہو تو جابرؓ

کہا اِک عنایت امامؑ اُمم ہو
زیارت کا مشتاق ہوں گر کرم ہو

اِمامت نے اک ہاتھ آنکھوں پہ پھیرا
ہوئی چشم پُرنور، رُخصت اندھیرا

زیارت ہوئی نائبِ مُصطفیٰؐ کی
صحابیؓ نے حضرتؑ سے پھر اِلتجا کی

نہیں روشنی کی مجھے اَب ضرورت
نہ دیکھوں گا اب میں کوئی اور صورت

ذکرِ امامِ ششم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

جعفرؑ بن محمد الصّادق: والد کا نام امام محمد باقرؑ، والدہ کا نام اُمّ فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ کنیت ابوعبداللہ و ابواسماعیل، القاب صادق، فاضل صابر اور طاہر۔ صادق سب سے زیادہ مشہور لقب ہے۔ قامت درمیانہ۔ رنگ گندمی۔ آپ کے دربار کا شاعر سیّد حمیری۔ آپ کا دربان مفضّل ابنِ عمر۔

آپ کی انگشتری کا نقش ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ۔

آپؑ کے زمانہ میں خلفاء بنی اُمیہ ہشام بن عبدالملک۔ ولید بن یزید ابن عبدالملک۔ ابراہیم بن ولید۔ مروان بن محمد ابنِ مروان ہوئے اور بنی عبّاسیہ میں سفّاح اوّلین خلیفہ اور ابوجعفر منصور دوانقی دوسرا خلیفہ بنی عباس ہوا۔ آپؑ کی اولاد ذکور چھ تھیں (موسیٰ، محمد، علی، عبداللہ اسماعیل اور اسحاق) اور اولاد اُناث صرف ایک (اُمّ فروہ) تھی۔

آپؑ کی عمرِ عزیز اڑسٹھ (۶۸) سال ہوئی۔ بارہ برس خدمتِ امام زین العابدین علیہ السّلام (یعنی جدِّ بزرگوار) میں گزرے اور اُنیس سال (بعدِ رحلت جدِّ بزرگوار) پدرِ بزرگوار امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں گزرے۔ چونتیس سال زمانۂ امامت امام رہے۔ منصور عباسی ابوجعفر دوانقی کے حکم سے زہرخورانی سے آپ کی وفات ہوئی۔ قبرِ اَطہر جنّتُ البقیع (مدینہ منوّرہ) میں ہے۔ آپ اپنے تمام بھائیوں میں جلیل القدر مرتبہ امامت پر فائز تھے۔

علما نے جس قدر اَحادیث آپؑ سے نقل کی ہیں کسی اور امام سے نقل نہیں کیں۔ صاحبِ کشف الغمّہ تحریر فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے آپ کے زمانے کے راویانِ

حدیث کی تعداد چار ہزار لکھی ہے اور کتابِ اُصول جوڑاویانِ آنحضرتؑ نے تالیف و تصنیف کیں وہ چار سَو کتب تھیں اور آپؑ کی امامت محتاجِ دلائل نہیں اِس لیے کہ ہر فرقہ نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا ہے۔ نیز وہ معجزات و آیات جو آپؑ کی دستِ مبارک سے ظاہر ہوئے اُن کو ہر موافق اور مخالف نے ذکر کیا ہے۔

صاحب فصول المہمہ واحمد خورازمی و صاحبِ کشف الغمہ سے روایت ہے کہ ایک بد باطن حاسد نے منصور دوانقی سے آپ کی بے جا شکایت کر کے اُس کو اتنا برانگیختہ کر دیا کہ اس نے فوراً اپنے وزیر ربیع کو حکم دیا کہ جعفر صادقؑ کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔

منصور نے آپؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں نہ قتل کروں۔ جب آپؑ قریب پہنچے تو بگڑ کر بولا: کیا تم نے مُلک بھر کے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا ہے اور میری فوج کو وَرغلاتے ہو؟

امامؑ نے فرمایا: میں نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں کیا اور نہ میرے تصور میں اِس طرح کے خیال گزرے۔ اگر تو چغل خور کی باتیں صحیح مانتا ہے تو تو بھی اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کر یہ سُن کر منصور کچھ مطمئن ہوا۔

آپؑ کو قریب بٹھایا اور کہا: مجھ سے فلاں بن فلاں نے یہ سب کچھ کہا ہے۔

آپ نے فرمایا: کہ اگر اس کو حاضر کیا جائے تو میری اور اس کی راست گوئی اور دروغ گوئی ظاہر ہو جائے گی۔

چنانچہ منصور نے اُس شخص کو بلایا اور اُس سے کہا: کیا تو نے جعفرؑ بن محمدؑ کے بارے میں مجھ سے ایسا اور ویسا نہیں کہا؟

اُس نے کہا: ہاں، میں نے کہا ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں قسمیں کھانی شروع کیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے منصور اجازت دے کہ جس طرح میں کہوں یہ اُس طرح قسم کھائے۔ منصور نے اجازت دے دی آپؑ نے اس سے فرمایا:

کہو برئت من حول اللہ وقوتہ والتجائت الی حولی وقوتی لقد فعل جعفر کذا و کذا وقال کذا و کذا: اس احمق نے بغیر سوچے اسی طرح قسم کھالی۔ کچھ دیر نہ گزری کہ اس جگہ تڑپ تڑپ کر جہنّم رسید ہوا۔

منصور ڈرا اور امامؑ سے بڑی معذرت چاہی اور انہی مذکورہ تینوں کتابوں میں تحریر ہے کہ داؤد بن علی ابن عبداللہ ابن عباس نے آپ کے ایک غلام (معلّٰی بن خنیس) کا مال و متاع چھین کر اس کو ہلاک کر دیا۔ جب امامؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے کہا تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا اور میری دُعا سے نہ ڈرا۔ داؤد ہنسا اور کہا مجھے اپنی دعا سے ڈراتے ہو۔ ایسی دعائیں بہت سی دیکھی ہیں۔ آپ اُٹھ کر دولت سرا تشریف لائے۔ نماز اَدا کی دستِ دعا بلند کیے خدایا اس باغی سے ہمارا اِنتقام لے اَبھی دعا ختم ہی ہوئی تھی کہ داؤد کے گھر سے آوازِ گریہ وزاری بلند ہوئی معلوم ہوا کہ جہاں جانا تھا چلا گیا۔

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں مدینہ منوّرہ سے مکّہ معظمہ کی جانب امامؑ کے ساتھ جا رہا تھا کہ دیکھا ایک سیاہ کُتا تیزی سے بھاگتا ہوا آ رہا ہے۔ امامؑ نے اس سے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں اتنی تیزی سے بھاگ رہا ہے۔ ابوحمزہ کہتا ہے میں نے دیکھا وہ کُتا ایک پرندہ کی شکل میں تبدیل ہو کر آسمان کی طرف اُڑ گیا مجھے حیرت ہوئی۔ امامؑ نے فرمایا: تم نے اسے پہچانا یہ قوم جنّات سے عثم ہے یہ ہشّام بن عبدالملک کے فوت ہونے کی خبر لے کر آیا تھا کہ آج شام میں رخصت ہوا۔

کتاب خرائج میں مفضّل ابن عمر سے روایت ہے کہ میں منیٰ میں خدمتِ امامؑ میں تھا کہ ہمارا گزر ایک ضعیفہ کی طرف سے ہوا جو اپنے دو بچّوں کو لیے ہوئے رو رہی تھی اور ایک گائے قریب میں مَری ہوئی پڑی تھی۔ امامؑ نے ضعیفہ سے پوچھا کیوں اِس بے تابی سے رو رہی ہے؟ــــ وہ مُردہ گائے کی طرف اشارہ کر کے بولی، میری اور میرے بچّوں کی روزی اس پر منحصر تھی۔ یہ مرگئی، اب میری اور بچّوں کی گزر اَوقات کیسے ہو گی۔

امامؑ نے فرمایا، کیا تو چاہتی ہے کہ تیری گائے زندہ ہو جائے۔ ضعیفہ نے کہا اوّل تو یہ

بات ناممکن سی ہے اور پھر اگر زندہ ہوگئی تو میرے لیے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوسکتی ہے یہ سُن کر امامؑ نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا فرمائی بعدہ مری گائے کوٹھوکر ماری وہ فی الفور اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ضعیفہ فرطِ خوشی میں چلاّ اُٹھی، خدا کی قسم تو، (امامؑ) عیسیٰؑ پیغمبر ہے آپ فوراً آگے روانہ ہوگئے۔ تاکہ لوگ پہچان نہ سکیں۔

مندرجہ بالا کتاب میں مذکور ہے کہ صفان ابنِ یحییٰ نے لکھا ہے کہ ایک شخص (کوفہ کا رہنے والا تھا) مجھ سے بیان کیا کہ میری منکوحہ (بیوی) نے مجھ سے کہا کہ ہم امامؑ کی زیارت سے محروم ہیں اگر اس مرتبہ حج کو چلیں تو امامؑ کی زیارت سے بھی مشرف ہوسکیں گے۔ میں نے کہا بخدا ہمارے پاس سفر خرچ مطلق نہیں ہے۔ بیوی نے کہا میں اپنی قیمتی اشیاء فروخت کرکے یہ سعادت حاصل کروں گی چنانچہ ہم نے رقم مہیّا کی اور حج کو روانہ ہوئے جب حج کر چکنے کے بعد مدینہ منوّرہ پہنچے تو بیوی سخت بیمار ہوگئی۔ قریب تھا کہ ہلاک ہوجائے۔ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے کر زوجہ کو اس میں چھوڑا اور امامؑ کی خدمت میں پہنچا۔ امام نے میری مزاج پُرسی کی اور عورت کا حال پوچھا۔ میں نے کہا، نازک حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ شاید واپسی پر اُسے زندہ نہ پاسکوں۔

یہ سُن کر امامؑ نے کچھ دیر گردن جُھکا کر خاموشی اختیار کی۔ پھر سر اُٹھا کر فرمایا: جاوہ مومنہ اب بالکل روبصحت ہے۔ جب میں واپس آیا تو دیکھا وہ بے شک صحیح وسالم بیٹھی ہے۔ میں نے اُس سے کہا یہ بتاؤ کہ تم اتنی جلدی کیوں کر صحت یاب ہوگئیں۔

زوجہ نے جواب دیا: عجیب واقعہ ہوا، میں مرنے کے قریب تھی کہ ایک بزرگ آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا حالت ہے۔ میں نے کہا ملک الموت سامنے نظر آرہے ہیں۔ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کیا تمہارے واسطے خدائے تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے کہ تم ہماری اطاعت کرو؟ موت کے فرشتہ نے کہا: لاریب یا اِمامی! آپ نے فرمایا، اِس کو ابھی بیس سال کی اور مہلت دُو یہ سن کر ملک الموت خاموشی سے واپس چلے گئے۔

میں نے پھر پوچھا: اُس بزرگ کے متعلّق بھی بتلاسکتی ہے؟

اُس نے کہا: نورانی صورت، عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ میں سمجھ گیا۔

ابنِ حمزہ سے روایت ہے کہ میں راہِ مکّہ میں حضرتؑ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے درخت کی طرف دیکھا اور کہا: اے درخت، خدا نے تجھے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا کچھ کھانے کو دے۔ یہ فرمانا تھا کہ درخت خرموں سے لد گیا اور وہ خُرمے ایسے خوش ذائقہ تھے کہ اس سے قبل کبھی نہیں کھائے تھے۔ ایک اعرابی ہمارے ساتھ اور بھی تھا۔ اُس نے یہ دیکھ کر کہا کہ آج میں نے وہ جادو دیکھا جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا، ہم وارثِ انبیاء ہیں۔ ہم میں کوئی ساحر اور کاہن نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں۔ وہ قبول فرماتے ہیں۔ اگر تو کہے تو میں تیرے واسطے دُعا کروں کہ تو مسخ ہو کر کُتا ہو جائے اور دُم ہلاتا ہُوا اپنے گھر جائے اور گھر والے مار کر نکال دیں۔

اُس نے کہا ضرور دُعا کیجیے، میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ حضرتؑ نے دُعا فرمائی اور اعرابی فوراً کُتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا، جا دیکھ اس کے گھر والوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں نے جا کر دیکھا کہ اس کے گھر والے مار رہے ہیں۔ وہ برابر دُم ہلا کر خوشامد کر رہا ہے مگر اس کو انہوں نے گھر سے نکال کر ہی دَم لیا۔ کُتا واپس حضورِ امام آیا، اور چلّا چلّا کر رونے لگا۔ امامؑ کو اس پر رحم آیا، دُعا کی وہ اَپنی اصل شکل میں ہو گیا اور پھر فوراً ایمان لے آیا۔

یونس ابنِ ظبیان سے روایت ہے کہ ہم سب حضرتؑ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے امامؑ سے سوال کیا: کہ وہ چار پرندے جن کو حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کر کے پھر زندہ کر دیا تھا جن کا ذِکر قرآن میں موجود ہے وہ پرند ایک جنس کے تھے یا مختلف۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں اے فرزندِ رسولؐ ضرور دیکھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے چار پرند (مور، باز، کبوتر اور کوّا) منگوائے۔ پھر ان کو ذبح کیا اور ہر ایک کے سر علیحدہ کر کے اپنے پاس رکھ لیے اور باقی کے ٹکڑے کرا کر مکان کے چاروں جانب ڈلوا دیئے۔ اس کے بعد آپؑ نے پہلے مور کو آواز دی اس کا ہر حصہ جُڑ کر حاضر ہوا آپ نے اُس کا سر لگا دیا وہ زندہ ہو کر اُڑ گیا۔ اسی طرح آپ نے ہر ایک کو بُلا کر اور سَر کو لگا لگا کر اُڑا دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا زمانہ اس لیے زیادہ قابلِ توجّہ ہے کہ یہ زمانہ زوالِ سلطنت بنی اُمیّہ اور آغاز سلطنت بنی عباس کا زمانہ تھا۔ باہمی خانہ جنگی کے باعث امامؑ کو اتنا وقت اور موقع مل گیا کہ پیغامِ حق اُمّتِ محمدیؐ تک پہنچا کر خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ چنانچہ کتبِ احادیث تقریباً چار سَو جن کا ذکر اوپر ہوا آپ کے اشارہ پر آپ کے شاگردوں نے تدوین و تالیف کیں۔ چونکہ ائمہ ماسبق میں صرف آپ ہی کو یہ موقع ملا تھا۔ کہ فقہ، حدیث، علم دین صحیح سنتِ رسولؐ کو قدرے اِطمینان اور سکون کے عالم میں موافقین اور مخالفین کے سامنے پیش کیا۔ اس لیے اس کو جو درحقیقت فقہِ محمدیؐ تھی فقہ جعفری کہا گیا۔

آپؑ ہی کے زمانہ میں "مذہبِ صوفیہ" کا آغاز ہوا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پَیروانِ مذہب حقّہ کے لیے اَقوالِ ائمہ سے حقیقت مذہبِ صوفیہ پر کچھ روشنی ڈالتے چلیں۔ جس نے دیگر مذاہب کے علاوہ مذہبِ حقّہ اِمامیہ پر بھی اَپنے اثرات ڈالنے کی کوشش کی جس کے متعلق اکثر ائمۂ طاہرینؑ نے اَپنے پَیروؤں کو ان کے مکر و فریب سے بروقت آگاہ فرما کر اُن کے دامِ فریب سے نجات دِلائی۔

جو کچھ اس کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں مذہبِ صوفیہ کے متعلق گفتگو ہے وہ اس قدر طویل ہے کہ اگر لکھی جائے تو ایک مستقل کتاب کی صورت اِختیار کر لے لہٰذا ہم نہایت اِختصار سے صرف اس قدر لکھ رہے ہیں کہ مذہب اِسلام میں افتراق کا سبب ایک مذہبِ صوفیہ بھی ہے۔

سب سے پہلا اختلاف جو مذہب اسلام کے لیے اِنتہائی نقصان کا باعث ہوا وہ اس

وصیّت نامہ کی مخالفت تھی جس کو خاتم الانبیاءؐ وقتِ رحلت تحریر فرمانا چاہتے تھے جس کا محمد شہرستانی (جو کہ علمائے اہلسنّت میں سے ہیں) اِعتراف کرتے ہیں۔ اِس بات کو اور دیگر علمائے کِبار نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہ چیز مذہب میں اِتنے بڑے اِختلاف اور تفریق کا باعث ہوئی کہ ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق ایک خیال قائم کرلیا اور چونکہ خواہشات متفرق ہیں مذاہب متفرق ہوگئے اور اس کے بعد بڑا اِفتراق مذہبِ صوفیہ کی وجہ سے پیدا ہوا جو کہ مذہبِ اہلسنّت ہی کے برگ و بار ہیں۔

بعض لوگوں نے لفظ ''صوفی'' کے معنی اور وجہِ تسمیہ میں بڑی غلط بیانی، اور فریب دہی سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ''اَصحابِ صفّہ'' کو صوفی کہتے ہیں اور لوگوں کے یہ ذہن نشین کیا ہے کہ یہ بڑے زاہد اور عابد ذوات تھیں جن کو ''اَصحابِ صفّہ'' کا مقام حاصل تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

شیعہ اور سنّی اِس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا صوفی جس کو کہا گیا وہ ابو ہاشم کوفی تھا اور اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ یہ شخص راہبوں کی طرح اونی موٹا لباس ایک خاص رنگ کا پہنتا تھا جس پشمینہ کو ''صوف'' کہتے تھے۔ اور یہ مثلِ نصاریٰ، حلول اور اِتحاد کا قائل تھا۔ فرق اِس قدر تھا کہ نصاریٰ تو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں حلول و اتحاد کے قائل تھے اور آج بھی یہی عقیدہ ہے کہ خدا اِن (عیسیٰؑ) میں سما گیا تھا اور یہ کوفی خود اپنے بارے میں کہتا تھا کہ خدا مجھ میں حلول کرگیا ہے۔ اِس کا مقصد صرف دینِ اسلام کو مسخ کرنا تھا ائمہ اثنا عشر اور نبیؐ خیر البشر علما وقدمائے اہلِ حقّہ نے اس مذہب کے پیر وؤں کو کافر بتایا ہے۔

مذہبِ ''صوفیہ'' کی بے شمار شاخیں ہیں، لیکن دو مذہب اصل ہیں۔ ایک مذہب صوفیہ حلولیہ، دوسرا اِتحادیہ۔ اوّل مذہبِ حلولیہ کو اِعتقاد یہ ہے کہ خدا ہم میں حلول کرگیا ہے اور جملہ عارفین کے جسم میں وہ حلول کر جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اعتقاد عقلاً باطِل ہے کیونکہ حلول کرنے والا کسی محل یا بدن کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہوتا ہے۔ وہ ممکن ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا اور خدا واجب ہے ممکن نہیں۔

دوم مذہبِ اتحادیہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اور خدا ایک ہوگئے ہیں اور اسی طرح خدا عارفوں کے ساتھ ہوجاتا ہے جس طرح لوہا آگ میں ڈال دو تو لوہا آگ ہوجاتا ہے۔ یہ اعتقاد بھی عقلاً باطل ہے۔ لوہا آگ کے صفات تو اختیار کرلیتا ہے مگر لوہا لوہا رہتا ہے، آگ نہیں ہوسکتا اسی طرح واجب اور ممکن ایک نہیں ہوسکتے اور یہ اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، مشرک ہے، متعدد خداؤں کا ماننے والا ہے اس لیے کہ اگر ایک وقت میں سَو عارف جمع ہوجائیں تو سَو خدا بھی ہوجائیں گے۔

اصل مذہب صوفیہ یہ دُو گروہ ہیں اِس کے بعد سینکڑوں شاخیں اور معتقدات پیدا ہوگئے۔ کسی نے کہا: میں خدا ہوں۔ کسی نے کہا: دُنیا کی ہر چیز خدا ہے۔ بہرحال ہم تصوّف اور اس کی تفصیل کو جو کہ کتاب حدیقۃ الشیعہ میں از صفحہ ۵۵۳ تا ۶۰۶ تحریر ہے۔ چند سطروں میں ختم کر کے ناظرین کو اِن صفحات کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔

صوفیوں کے متعلّق امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو بھی خود کو صوفی کہتا ہے وہ درحقیقت لوگوں کو دھوکا دے کر حق سے باطل کی طرف پھیرنا چاہتا ہے البتہ وہ لوگ جو صرف تقّیہ کے طور پر اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں اور عقائد باطلہ کے قائل نہیں، وہ مستثنٰی ہیں۔

مواعظ و نصائح امامِ جعفرؑ صادق

کفارہ عمل السّلطان الاحسان الی الاخوان: یعنی بادشاہوں کی ملازمت کا کفّارہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ہے۔

آپؑ نیز فرمایا کہ: جو شخص اپنے مومن بھائیوں کو خوش کرتا ہے۔ خداوند عالم اُس کو فرشتہ کی شکل دے کر اس کی رحلت کے بعد قبر میں اس کے ساتھ بھیجتا ہے جو اس سے قبر میں کہتا ہے کہ گھبرانا نہیں، قیامت تک میں تیرے ہمراہ تیرا معاون و مددگار رہوں۔

ارشاد امامؑ ہے: جو شخص اپنے لیے جو بات پسند کرتا ہے اگر وہی بات اپنے برادر مومن کے لیے پسند نہیں کرتا تو گویا اس نے حق برادری اَدا نہیں کیا۔

نیز فرمایا: توبہ میں تاخیر کرنا امروز و فردا پر ٹالنا بڑی نادانی ہے اور اس کی بخشش کی اُمیّد پر گناہ کرتے رہنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور گناہوں پر اِصرار کرنا اس کے خوف سے بے خوف ہونا ہے اور خوفِ خدا سے بے خوف نہیں ہوتا مگر زیاں کار۔

آپ نے فرمایا: یہ دُنیا جب کسی کی دوست بن جاتی ہے تو اَوروں کی نیکیاں اور خوبیاں بھی اِس کے نام کر دیتی ہے اور جب دُنیا برگشتہ ہو جاتی ہے تو اُس کی نیکیاں اور خوبیاں بھی چھین کر دوسروں کے نام کر دیتی ہے۔

نیز فرمایا کہ تین چیزیں دُنیا اور آخرت کی بزرگی کا باعث ہیں۔

نیکی کرنا اِس شخص کے ساتھ جس نے تیرے ساتھ بُرائی کی ہو اور عطا کرنا اس کو جس نے تجھے محروم رکھا ہو اور ملنے کی کوشش کرنا اس سے جو تجھ سے علیحدگی کی کوشش کرتا ہو۔

اور آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ چھ گروہ، چھ اوصاف کی وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں۔

(۱) اُمراء، ظلم کی وجہ سے۔ (۲) عرب، تعصّب کے باعث۔

(۳) دہقان، غرور کے سبب۔ (۴) سوداگر، خیانت کی بدولت۔

(۵) کاشتکار، جہالت کی وجہ سے۔ (۶) علما، حسد کے باعث۔

اِرشاد ہوا: بہترین بندہ وہ ہے جس میں پانچ صفات پائی جائیں:

(۱) جب نیکی کرے تو اپنے نیک کام پر خوش ہو۔

(۲) اگر بدی سرزد ہو جائے تو شرمندہ ہو جائے۔

(۳) اگر کوئی اِس کو کچھ دے، اس کا شکریہ ادا کرے۔

(۴) اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو صبر کرے۔

(۵) اگر کوئی اِس کے ساتھ ظلم یا بدی کرے تو معاف کر دے۔

آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم اور اس کے سچّے رسولؐ نے ہمیں اِن نعمتوں سے نوازا ہے جو سوائے ہمارے اور کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے۔

اس میں سے اِلہام ہے، حدیث ملائکہ ہے۔

جفرِ احمر ہے کہ یہ وہ ظرف ہے جس میں سلاحِ رسولؐ و تبرّکاتِ رسولؐ ہیں۔
زبورِ داؤدؑ ہے۔ توریتِ موسیٰؑ ہے۔
انجیل عیسیٰؑ ہے۔ جو قبل ظہور قائمِ آلِ محمدؐ ظاہر نہیں ہوسکتیں۔
جفر ابیض ہے۔ یہ وہ ظرف ہے جس میں صحفِ سابقہ، اور مصحف فاطمہؑ جس میں ابتداء سے قیامت تک کے حالات مندرج ہیں۔ یہ بھی قبلِ ظہور قائم آلِ محمدؐ ظاہر نہیں ہوسکتی۔

ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ میں نے حضرتؑ سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا:
عصائے موسیٰؑ والواح ہمارے پاس ہیں۔
خاتمِ سلیمانؑ اور سلاح و تبرّکاتِ رسولؐ خدا، ہمارے پاس ہیں۔
تابوتِ سکینہ کی طرح تبرّکاتِ نبی کریم، جہاں ہوں۔ امامت وہیں ہوتی ہے۔
رسولؐ اللہ کی زرہ میرے پدرِ بزرگوار نے پہنی اور اب میں پہنتا ہوں۔ کسی اور کے جسم پر صحیح نہیں آسکتی۔ سوائے باقی ائمہ طاہرینؑ تا قائم آلِ محمدؐ—

عمر ابنِ ابان سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے کہ امام حسن علیہ السّلام نے سفرِ کربلا سے پہلے تبرّکاتِ رسولؐ، جناب اُمِّ سلمہ کے سپرد کیے تھے کہ جو تم سے یہ تبرّکات بعد میرے طلب کرے وہی امام ہوگا۔
آپ نے فرمایا: ہاں اور اب وہ تبرّکات میرے پاس ہیں۔

آپؑ کے فضل و کمال و معجزات کے سلسلہ میں ایک روایت شامی کی مشہور ہے۔ کشف الغمہ، توحید ابن بابویہ اور دیگر کتب احادیث میں مرقوم ہے یونس ابنِ یعقوب نے کہا کہ میں حاضر تھا کہ حج کے موقع پر ایک عالمِ آیا اور امامؑ سے اُس نے کہا: میں شام سے آیا ہوں اور علمِ کلام و فقہ میں دستگاہ تام رکھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے اصحاب سے مناظرہ کروں۔
آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تم کہو گے وہ کلامِ رسولؐ ہوگا۔ یا تمہارا کلام ہوگا۔

اُس نے کہا: کچھ کلام رسولؐ اور کچھ میرا کلام ہوگا۔
آپؑ نے فرمایا: تو شریک رسولؐ ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔
آپ نے فرمایا: تو کیا خدا کی جانب سے تجھ پر وحی آتی ہے۔ اُس نے کہا: نہیں۔
آپ نے فرمایا: کیا تیرے کلام کا ماننا خدا اور رسولؐ کے کلام کی طرح واجب ہے۔
اس نے کہا: نہیں۔

امام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ خود تسلیم کرتا ہے کہ میرے کلام کی کوئی قیمت نہیں۔ پھر آپ نے اپنے ایک شاگرد (ہشام) سے کہا: تم اس سے مناظرہ کرو۔

شامی نے ہشام سے کہا: کہ میں جعفر صادق کی امامت کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ہشام، امامؑ کا نام سن کر لرز گئے اور کہا: اے شامی، خدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے یا خود مخلوق، مخلوق پر مہربان ہے۔

شامی نے کہا: خُدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے۔
ہشام نے کہا: خدا کی مہربانی دین و مذہب میں مخلوق پر کیا ہوسکتی ہے۔
شامی نے کہا: یہی کہ انسان کو مکلّف فرمایا اور انسان کی راہبری کی۔
ہشام نے کہا: وہ راہبر کون ہے۔
اس نے کہا کہ: وہ رسولؐ خدا ہیں جن کو خدا نے اپنی جانب سے خلق فرمایا۔
ہشام نے کہا: بعد رحلتِ رسولؐ رہبری کس نے کی؟
شامی نے کہا: بعد آنحضرتؐ، کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ رہبر ہے۔

ہشام نے کہا: آیا کتاب و سنّتِ رسولؐ اس چیز میں جس میں ہم میں اِختلاف ہو ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور اختلاف دور کرسکتی ہیں اور اتفاق پیدا کرا سکتی ہیں؟

شامی نے کہا: بے شک۔

ہشام نے کہا: پھر تجھ میں اور مجھ میں یہ اختلاف کیوں ہے اور تو شام سے آیا ہے کہ مجھ سے بحث کرے اور تو سمجھتا ہے کہ تیری رائے دین کے معاملہ میں کافی ہے۔ حالانکہ تو

اِقرار کرتا ہے کہ رائے ہر شخص کی جداگانہ ہے ورنہ تو شام سے یہاں نہ آتا۔

جب گفتگو یہاں تک پہنچی، شامی دریائے فکر میں کچھ دیر ڈوبا رہا پھر بولا۔

اچھا یہ بتلاؤ کہ خدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے یا خود مخلوق۔

ہشام نے کہا: خدا مہربان ہے مخلوق پر۔

شامی نے کہا: خدا نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کسی راہبر کو مقرر کیا۔

ہشام نے کہا: ہاں وہ راہبر ابتداء میں رسولؐ تھا بعدہ دوسرا۔

شامی نے کہا: وہ دوسرا سوائے رسولؐ کون ہے؟

ہشام نے کہا: اس وقت یا اِس سے پیشتر۔

اس نے کہا: اِس وقت

ہشام نے امامؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: (هذا جالس) یہ جو سامنے بیٹھا ہے۔

جو ہمیں آسمان و زمین کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ علمِ رسولؐ وراثتاً اِن کو پہنچا ہے۔

اِس نے کہا: یہ کیسے معلوم ہو؟

ہشام نے کہا: جو جی چاہے امامؑ سے سوال کر۔

شامی نے کہا: ہاں پھر مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ امامؑ نے شامی سے فرمایا: میں تجھے سوال کی زحمت سے نجات دیے دیتا ہوں۔ بتلا کیا تو، فلاں روز فلاں وقت فلاں چیز کھا کر فلاں سے یہ یہ باتیں کر کے نہیں چلا تھا؟ کیا تو نے راستہ میں فلاں فلاں جگہ منزل نہیں کی؟ فلاں دوست کے یہاں قیام نہیں کیا؟ اس سے یہ باتیں نہیں کیں؟

یہ سُن کر شامی حیران رہ گیا اور کہنے لگا: **اسلمت بالله الساسیه: اب میں مسلمان ہو گیا۔**

امامؑ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ کہو کہ: امنت بالله ساعیه: اب میں مومن ہو گیا۔ شامی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی جانشینِ رسولؐ ہیں۔

صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابوشاکر جو آپ، کو ایک بہت بڑا عالم سمجھتا تھا۔ امامؑ کی خدمت میں آیا اور حدوثِ عالم اور وجود صانع پر امامؑ سے دلیل چاہی۔

آپ نے فرمایا: میں تجھے آسان ترین دلیل اس مسئلہ پر دینا چاہتا ہوں۔ ذرا قریب آ۔ آپ نے ہاتھ پر ایک انڈہ رکھ کر فرمایا، دیکھو اِس میں سفیدی اور زردی چاندی اور سونے کی طرح رَقیق اور بہتی ہوئی ہیں اور پھر بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں اور نہ سفیدی زردی میں ملتی ہے نہ زردی سفیدی میں۔ نہ کوئی درست کرنے والا کاریگر اس کے اندر جاتا ہے نہ بگاڑنے والا باہر آتا ہے۔ پہلے سے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے نر پیدا ہوگا یا مادہ۔ کچھ دِنوں بعد یہ متغیر ہو کر شق ہوتا ہے اور ایک طائرِ خوشنما طاؤس کی شکل و رنگ کا اس میں سے نکل آتا ہے بتلاؤ کیا تمہاری عقل اِسے مانتی ہے کہ یہ سب صفتیں بغیر کسی علیم و خبیر صانع کے آپ سے آپ ہو رہی ہیں۔

ابوشاکر دیسانی نے یہ سُن کر سَر جُھکا لیا اور کہنے لگا: اچھا ایک بات کا اور جواب عنایت فرمائیے ہم کہتے ہیں کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ کیا وہ اِس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اس انڈے میں زمین و آسمان کو سما دے۔

آپؑ نے فرمایا: دیسانی انڈہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ اس نے آنکھ کے ایک تِل میں جو "مسور" کے دانہ سے بڑا نہیں، زمین و آسمان سما رکھے ہیں۔ ذرا اوپر نیچے دیکھو آسمان و زمین آنکھ کے تِل میں سَما جاتے ہیں۔ دیسانی نے بڑھ کر امامؑ کے قدم چومے۔

ایک روز ایک مہمان آپ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا مختلف غذائیں دیکھ کے۔ کہنے لگا کہ آج تو ہم لذیذ کھانے کھا رہے ہیں کل روزِ قیامت اِن کا حساب دینا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اس سے بزرگ و بالاتر ہے کہ ہمارے کھانوں کا وہ محاسبہ کرے۔

وہ شخص بولا، خدا ہی، نے تو قران میں کہا ہے: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (سورۃ التکاثر آیت نمبر ۸) یعنی لوگوں سے قیامت کے دِن نعمتوں کی باز پُرس کی جائے گی۔

امامؑ نے فرمایا اس آیت میں نعمت سے مُراد کھانے نہیں ہیں بلکہ نعمت سے مطلب ہم اہلبیتؑ کی محبّت اور موَدّت ہے، قیامت کے دِن ہماری محبت کا سوال ہوگا۔

فقط ہے روزِ سوالِ محبت ِ حیدرؑ
یہ ناسمجھ جسے روزِ حساب کہتے ہیں

اولادِ امامؑ

آپ کی اَولاد میں فرزندِ اکبر اسماعیل تھے۔ عمر اور شفقتِ پدری کی وجہ سے اکثر حضرات کا خیال تھا کہ بعدِ امامؑ اسماعیل امام ہوں گے۔ مگر وہ حیاتِ امامؑ میں دُنیا سے رحلت کر گئے اور جنّت البقیع میں دفن ہوئے۔ امامؑ کو اِس فرزند کے اِنتقال پر بڑا صدمہ ہوا۔ کافی دور تابوت کو کاندھا دیئے چلے۔ کئی جگہ تابوت کو زمین پر رکھوا کر خود بھی چہرہ دیکھتے اور لوگوں کو دِکھاتے رہے۔ اس میں مصلحت یہ بھی تھی کہ جو لوگ اِن کو نائبِ امام سمجھتے تھے اُن کو اِن کی رحلت کا یقین کُلّی ہو جائے۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ یہ ماننے لگے کہ بعد رحلتِ اسماعیل اِن کے فرزند محمد بن اسماعیل کی طرف امامت منتقل ہوئی۔ بعض لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ اسماعیل غائب ہو گئے مگر زندہ ہیں۔

اس فرقہ کو ''اسماعیلیہ'' فرقہ کہا جاتا ہے جو امامت کے تاقیامت فرزندانِ اسماعیل میں باقی رہنے کے قائل ہیں۔ اسماعیل کے دو فرزند (عبداللہ اور اسحاق) علم و فضل میں درجۂ کمال پر تھے جو بے شمار احادیث کے راوی ہیں یہ دونوں اپنے بھائی حضرت موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے قائل تھے۔ اِن سے چھوٹے محمد بن جعفر تھے جو بڑے متّقی و پرہیز گار تھے۔ جنہوں نے زید ابن علیؑ بن حسینؑ کی طرح مامون پر خروج کیا اور علی بن جعفر اور عباس بن جعفر دونوں فاضل اور متّقی عظیم القدر تھے جو امام موسیٰ کاظمؑ کی اِمامت کے قائل تھے۔

اِرشادِ امام برائے مومنین

آپؑ نے اپنے موالیان میں سے ایک شخص نافذ سے فرمایا کہ جب تم کسی کو کوئی

رقعہ یا عریضہ لکھو تو پہلے بغیر سیاہی کے قلم سے کاغذ پر لکھو۔ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲)۔

پھر مطلب سیاہی سے لکھو تو ان شآء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔ نافذ کہتے ہیں کہ اکثر میں نے ایسا ہی کیا، اور ہر مرتبہ اپنے مقصود کو پالیا۔

معاویہ ابن عمار سے منقول ہے کہ امامؑ نے فرمایا جو محمدؐ و آل محمدؐ پر سو مرتبہ درود پڑھے خدا اس کی سو حاجتیں بَر لاتا ہے۔ اور بہ سند صحیح حضرتؑ سے روایت ہے کہ جو روزانہ سو بار کہے۔ لا الله الا الله الملك الحق المبین فقیری اور پریشانی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں نے حضرتؑ سے درخواست کی کہ کوئی دُعا مجھے تعلیم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے جدِّ بزرگوار (رسولؐ خدا) سے روایت کی ہے کہ جب خدا تمہیں کوئی نعمتِ عطا فرمائے تو کہو: "الحمد للہ"

اور اگر تنگیٔ رِزق کی شکایت ہو تو کہو! "استغفر الله"

اور اگر کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی غم و اَندوہ ہو تو کہو! "لا حول ولا قوة الا بالله۔"

یہی سفیان ثوری ایک روز امامؑ کی خدمت میں پہنچا، امامؑ ایک اچھا لباس زیب تن کیے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اس نے اِعتراض کیا کہ آپؑ کے اَجداد تو اِس قسم کا لباس نہیں پہنتے تھے، آپؑ نے کیوں پسند فرمایا؟ امامؑ نے اوپر کا لِباس ہٹا کر دکھایا وہ لباس جو نیچے پشمینہ کا نہایت معمولی فقیرانہ تھا پھر فرمایا: اوپر کا لباس تمہارے واسطے ہے اور نیچے کا لباس خدا کے لیے۔

شعیب عقرقوفی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مجھے ہزار دراہم دیے کہ امامؑ تک پہنچا دوں۔ میں نے امتحاناً پانچ دراہم اس میں سے نکال کر اور پانچ دراہم کھوٹے ملا کر امام کو پیش کیے۔ آپؑ نے تھیلی کھول کر وہی پانچ درہم جدا کر کے مجھ سے فرمایا، اپنا مال تم لو اور میرا مال مجھے دو۔ میں شرمندہ ہوا اور معافی چاہی۔

کتب فریقین میں بہ تواتر مذکور ہے کہ ابنِ محسن اَسدی نے کہا کہ میں ایک روز امام

محمدؑ باقر کی خدمت میں گیا، اِمام جعفر صادقؑ آپ کے پاس کھڑے تھے۔ میں نے کہا: آپ ان کی شادی کب فرمائیں گے اب یہ ماشاء اللہ قابلِ شادی ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: دیکھو جو اس کیسہ میں ہے اس سے ایک کنیز خرید لاؤ۔ میں دو روز بعد جب خدمتِ امامؑ میں پہنچا آپ نے سر بمہر تھیلی دے کر فرمایا۔ یہ تھیلی فلاں شخص کو جا کر دے آؤ اور جو کنیز اُس کے پاس باقی رہ گئی ہو اس کے بدل خرید لاؤ۔

میں حسب الارشاد اس کے پاس پہنچا تو اس کے پاس ایک کنیز باقی تھی۔ میں نے اس کی قیمت دریافت کی، اُس نے کہا کہ ستّر دینار سے کم نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا اس تھیلی میں جو رَقم ہے وہی اِس کی قیمت ہے اگر منظور ہو تو تھیلی لے لو۔ اس نے وہی بات دُہرائی۔ اُس کے ایک دوست نے کہا تھیلی کی مُہر بھی تو توڑ کر دیکھو میں نے تھیلی کھول کر دیکھا تو ستّر دینار ہی نکلے۔

جب میں کنیز خرید کر امامؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے کنیز سے فرمایا: نام کیا ہے تمہارا؟ کنیز نے حمیدہ بتایا۔ آپؑ نے کہا، تم دُنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہو۔ آپؑ نے پھر پاک دامنی کے بارے میں دریافت فرمایا، تو اُس نے کہا: بَردہ فروش جب بھی کوئی غلط (بَد) اِرادہ کرتا تھا تو میں نے یہی دیکھا کہ ایک بزرگ سفید پوش فوراً آتے اور اُس کو سخت سزا دیتے اور پھر نکال دیتے۔

امامؑ نے جعفر صادقؑ کو بُلا کر یہ کنیز عطا فرمائی اور یہ بھی کہا کہ اِس سے ایک ایسا شخص متولّد ہوگا۔ جو بہترین بندگانِ خدا سے ہوگا اور اس کا نام ''موسیٰؑ'' ہوگا۔ وہ امامِ وقت بھی ہوگا۔

ذکرِ امامِ ہفتم حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابنِ ابی طالب علیہم السلام، پدرِ بزرگوار کا نام: امام جعفر صادقؑ، والدہ ماجدہ: حمیدہ بربریہ۔ آپؑ کا نام: موسیٰؑ،
کنیت: ابوالحسن، ابواسماعیل، ابو ابراہیم اور ابوعلی، القاب، کاظم، صابر، صالح اور امین۔

ولادت: روزِ یکشنبہ ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ، وفات: ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ۔

مدّت عمرِ عزیز: بچپن سال۔ مدّتِ امامت: پینتیس برس۔ قبر مبارک: بغداد (مقابر قریش)۔ سبب شہادت: سندی بن شاہک کے زہر سے جو ہارون رشید کے حکم سے کھلایا گیا۔ آپ کی انگشتری کا نقش: ''الملك لله وحده'' تھا۔

آپ کے زمانے کا شاعر: سیّد حمیری، دربان محمد بن فضل،

آپ کے دور کے جابر بادشاہ: (ہادی، موسیٰ، ہارون رشید)

اولادِ امجاد، بیس (۲۰) پسر اور اٹھارہ (۱۸) دختر۔

آپ کے فضائل تحریر سے باہر ہیں۔ اہل مدینہ آپ کو زین المجتہدین کہتے تھے اور حاجت مند باب الحوائج اِلی اللہ اور آپ کے اِس صبر کی وجہ سے جو ہر دوست و دشمن کی ایذا رسانی پر فرماتے آپ کو ''کاظم'' کہا گیا۔ معجزات آپ کے بے شمار ہیں۔

چند مسلمہ فریقین جو فصول المہمہ، اور کشف الغمہ میں مندرج ہیں، بیان کیے جاتے ہیں۔ شفیق بلخی سے روایت ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کو روانہ ہوا جب مقامِ قادسیہ پر پہنچا۔ تو میں نے ایک خوبصورت گندمی رنگ کے جوان کو دیکھا جو قافلہ سے الگ تھلگ ایک

طرف جا رہا تھا۔ میں سمجھا کہ یہ جوان صوفیہ ہے قافلہ میں شامل ہو کر قافلہ کو تنگ کرنا چاہتا ہے۔ میں آگے بڑھا تا کہ ملامت و سرزنش کر کے اس ارادہ سے اس کو باز رکھوں جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری طرف دیکھ کر اُس نے کہا:

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (سورہ حجرات آیت ۱۲)

کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے گمان سے پرہیز کرو اِس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ میں نے سوچا اس نے میرے دِل کی بات بتلا دی۔ شاید یہ صلحاء میں سے کوئی ہے۔

دوسری منزل پر میں نے دیکھا کہ وہی شخص نماز میں مشغول ہے اور نہایت خضوع وخشوع سے باچشم گریاں نماز ادا کر رہا ہے۔ میں نے نماز ختم ہو جانے کا انتظار کیا۔ نماز ختم کر کے خود اس نے کہا اے شقیق! فرمانِ خدا ہے (اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ) (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۸۲)

توبہ کرنے والے کو میں نے بخش دیا اور میں بخش دیتا ہوں۔ میں نے سوچا ضرور یہ کوئی ابدال ہے جو رازِ دِل سے واقف ہے۔ میں بات نہ کرنے پایا تھا کہ وہ غائب ہو گیا۔

جب ہم ایک دوسری منزل پر پہنچے تو دیکھا ایک کنوئیں کے پاس وہی شخص کھڑا پانی کھینچ رہا ہے کہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں جا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رُخ اُس شخص نے آسمان کی طرف کیا اور کہا: اے پالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیر کرتا ہے۔ خدایا سوائے تیرے، میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تو ایسا نہ کر کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے اس کہنے پر کنوئیں کے پانی نے جوش مارا اور پھر اتنا بلند ہوا کہ اُس شخص نے اپنا لوٹا پانی سے بھرا ہوا ہاتھ بڑھا کر لے لیا اور پھر وضو کر کے نماز ادا کی۔

جب نماز سے فراغت پائی تو اس صحرا کی ریگ اُٹھا کر قدرے لوٹے میں ڈالی اور ہلا کر پیا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور بولا کہ اس نعمت میں سے مجھے بھی کچھ دیجیے کہ میں بھی پیاسا ہوں۔ اُس نے کہا یہ نعمتیں ہم پر دائی ہیں تو اپنے ایمان کی اصلاح کر اور وہ

ظرف مجھے دے دیا۔ جب میں نے پیا تو وہ شکّر اور ستّو کا مخلوط اور نہایت خوش ذائقہ کے ساتھ ساتھ خوشبودار تھا جو اس سے پیشتر کبھی نہ نوش کیا تھا اور پھر میں مکّہ معظمہ پہنچ گیا۔

صبح دیکھا کہ وہی نیک ذات طواف کر کے باہر نکل رہا ہے لوگ ہر طرف سے بڑھ بڑھ کر دست بوسی اور قدم بوسی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ ہیں تب میں سمجھا کہ بے شک یہ چیزیں سوائے امام کے اور کسی سے نہیں ظاہر ہو سکتیں۔ ایک عربی شاعر نے یہ پورا واقعہ عربی زبان میں نظم بھی کیا ہے۔

کتاب فصول المہمہ میں کتاب دلائل حمیری سے نقل کیا ہے کہ ابوخالد رسانی راوی ہے کہ جب مہدی خلیفہ نے آپؑ کو عراق طلب کیا، میں آپؑ کی خدمت میں گیا، مجھے غمگین دیکھا تو پوچھا: کیوں متفکّر اور ملول ہو؟

میں نے کہا: آپ اُس ظالم کے پاس جا رہے ہیں جو آپؑ کا جانی دشمن ہے۔

فرمایا: فکر نہ کر میں فلاں روز تک بخیریت واپس آ جاؤں گا۔ پھر میں نے وہ وقت اِنتظار میں گزارا۔ شام ہوگئی مگر امامؑ تشریف نہ لائے۔ مجھے طرح طرح کے شکوک پیدا ہوئے۔ اِسی اثنا دیکھا کہ گھوڑے پر سوار تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آئے تو میں نے سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کے جواب کے بعد فرمایا: کیا تو شک میں مبتلا تھا؟

میں نے کہا: بے شک، مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ اُس باغی کے پاس سے بخیریت آئے۔

فرمایا: ہاں، لیکن دوسری بار پھر گرفتاری کی تیاری ہے جس کے بعد گلو خلاصی دشوار ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ اِشارہ ہارون رشید کی طرف تھا۔

مذکورہ بالا کتب میں تحریر ہے کہ ابراہیم بن عبدالحمید سحری قبا کی طرف سفر کر رہا تھا، راستہ میں امام سے ملاقات ہوئی۔ امامؑ نے پوچھا: ابراہیم! کہاں کا اِرادہ ہے؟

میں نے کہا: نخلستان خریدنے جا رہا ہوں، کیونکہ میں ہر سال خریدتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: کہ تم ٹِڈّی سے بے خوف ہو؟ میرے دِل میں وَہم پیدا ہوا اور میں نے اس سال نخلستان نہ خریدا۔ چنانچہ اس سال ''ٹِڈّی'' آئی اور خشک وتر ہر چیز برباد کرگئی۔ میں حضرتؑ کے اس اشارہ کی وجہ سے بھاری نقصان سے بچ گیا۔

منجملہ اِن معجزات کے علی بن یقطین (وزیر ہارون رشید) جو محبِّ اہلبیتؑ تھا، اس کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے اَپنے اس قابل وزیر کو خوش ہوکر ایک لباسِ فاخرہ اور کثیر رقم دی۔ ابنِ یقطین نے وہ رقم اپنے ایک غلام کے ذریعہ اور وہ لباس امامؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ امامؑ نے دوسرے روز وہ رقم تو حاجت مندوں کو تقسیم کردی اور لباس اَپنے ایک آدمی کی معرفت یہ تاکید کرکے ابن یقطین کو واپس کردیا کہ اس کو حفاظت سے اپنے پاس رکھّے۔ کچھ عرصے بعد کسی قصور پر ابنِ یقطین نے اپنے غلام کو برطرف کردیا۔ اُس نے ہارون رشید سے شکایت کی کہ تیرا وزیر تیرے سخت مخالف ہے اور حضرت موسیٰ کاظم کو اپنا پیشوا اور امام مانتا ہے۔ چنانچہ جو رقم اور لباس فاخرہ تو نے اُسے دیا ہے۔ وہ سب میرے ذریعہ موسیٰ کاظمؑ کو دے دیا ہے۔

یہ سن کر ہارون رشید بہت برہم ہوا اور اُسی وقت علی بن یقطین کو بُلوا کر پوچھا، میں نے تمہیں لباس فاخرہ بخشا تھا وہ کیا ہوا؟ ابنِ یقطین نے کہا، میں نے بطور یادگار حفاظت سے رکھ دیا ہے۔ اگر حکم ہوتو منگوالوں۔ ہارون رشید نے دیکھنے کے لیے ایماء ظاہر کی۔ ابنِ یقطین نے آدمی بھیج کر وہ لباس منگوالیا۔ ہارون رشید نے دیکھ کر اُس غلام کو بہت ڈانٹا اور حکم دیا کہ اِس کاذِب غلام کو ہزار تازیانے لگائے جائیں۔ چنانچہ ابھی نصف دُرّے بھی نہ لگنے پائے تھے کہ وہ فی النار ہوگیا، اب ابنِ یقطین کو معلوم ہوا کہ اِس پوشاک کی واپسی اور حفاظت سے رکھنے کی تاکید کی مصلحت کیا تھی۔

اِس کے بعد اِس کے ایک دوسرے وزیر نے ہارون رشید سے شکایت کی کہ واقعی غلام (مرحوم) صحیح کہتا تھا، بے شک ابنِ یقطین رافضی ہے۔ اِدھر شکایت ہوئی اُدھر امامؑ کا رُقعہ، ابنِ یقطین کے پاس پہنچا کہ آج سے میرا حُکم ہے کہ تم ابوحنیفہ کے طریقہ پر وضو کیا

کرو۔ ابنِ یقطین حیران رہ گیا۔ کہ ایک دَم مذہبِ حقّہ میں اِتنی بڑی تبدیلی۔ مگر امامؑ وقت کے حکم کی تعمیل بھی عینِ عبادت ہے۔ بہرحال ہارون رشید نے اپنے علماء کو طلب کر کے مشورہ کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ ابنِ یقطین رافضی ہے۔ طے یہ پایا کہ ابنِ یقطین نماز کے لیے اپنے گھر میں وضو کرتا ہے بادشاہ خود کسی طرح اس کو وضو کرتے دیکھے۔

غرض کہ ایک پوشیدہ جگہ میں بادشاہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اِسی دوران ابن یقطین وضو کرنے صحن میں آیا اور ابوحنیفہ کے مسلک پر وضو کیا، ہارون رشید دیکھ کر مطمئن ہوا اور واپس جا کر اُس وزیر کو جس نے یہ خبر دی تھی قتل کا حکم دے دیا۔ اُدھر امامؑ کا رُقعہ پہنچا کہ آج سے مذہبِ حقّہ کے طریقہ پر وضو کیا کرو۔ ابنِ یقطین حیران تھا کہ یہ کیا مصلحت ہے کہ ہارون رشید نے علی ابنِ یقطین کو بُلوا کر کہا کہ اَب تک تمہارے متعلق جو کچھ لوگوں نے شکایتیں کر کے مجھے بدگمانی میں مبتلا کر دیا تھا وہ واقعی غلط اور بے بنیاد نکلا اب میں تمہاری طرف سے بے حد مطمئن ہو گیا اور کسی کی شکایت تمہارے خلاف نہیں سنوں گا اور وضو کرنے کا قصّہ بھی سنا دیا۔ تب ابنِ یقطین کی سمجھ میں آیا کے میرے مولاؑ نے مجھے مسلک ابوحنیفہ کے طریقہ پر وضو کا کیوں حکم دیا تھا۔

علی بن حمزہ نے کتابِ مذکور میں تحریر کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امامؑ کے ہمراہ تھا، امامؑ گھوڑے پر اور میں خچر پر سوار تھا کہ سامنے سے ایک شیر آتا ہوا دِکھائی دیا میں اور میرا خچر گھبرایا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ امام بہ اطمینان جا رہے ہیں۔ پھر اُس نے امامؑ کی طرف رُخ کیا۔

امامؑ نے شیر کو اپنی جانب آتے دیکھا تو گھوڑے کو روک لیا۔ شیر قریب پہنچ کر اپنے دونوں اگلے پیر رکاب پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے اپنی زبان میں کچھ کہا اور کچھ آواز نکال کر واپس چلا گیا۔ جب نظر سے دور ہو گیا اور میرے حواس ٹھکانے لگے تو میں نے امامؑ سے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں تو ڈر گیا تھا کہ شیر آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ یہ کیا واقعہ تھا؟

امامؑ نے فرمایا اس کی شیرنی دَردِ زِہ میں مبتلا تھی، وہ (شیر) کہتا تھا کہ آپ دُعا فرما

دیں کہ خدا اُس (شیرنی) کی مشکل کو آسان کر دے۔ میں (امام) نے اُس سے کہا جا اور اطمینان رکھ، اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کرے گا وہ چلا گیا۔

کتاب کشف الغمہ میں ابونصیر سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا کہ "امام" کی پہچان کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یوں تو بہت سی پہچان ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ امام وہ ہے جو ہر زبان میں کلام کر سکے۔ اسی اثناء ایک شخص خراسان سے آیا اور بعد سلام عربی میں گفتگو کرنی شروع کی، امامؑ نے جواب خراسانی زبان میں دیا۔

اُس نے کہا: میں نے اس لیے اس زبان میں گفتگو نہیں کہ شاید آپؑ یہ زبان نہ جانتے ہوں۔ لیکن آپ تو مجھ سے کہیں زیادہ فصیح یہ زبان بولتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: سُبحان اللہ! اگر میں تیری زبان کو تجھ سے بہتر نہ جانوں تو تجھ پر مجھ کو فضیلت کیا ہے، اور اگر تجھ پر فضیلت نہیں تو میں امام کہلوانے کا کیا حق رکھتا ہوں۔

اُس نے کہا: صدقت یابن رسول اللہ۔

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں خدمتِ امام میں حاضر تھا کہ ایک مسافر آیا اور حضرت سے ہم کلام ہوا جو پرندوں کی طرح بول رہا تھا۔ امام نے بھی اسی طرح اس کا جواب دیا حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ زبان تو میں نے کبھی سُنی ہی نہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ چین کا رہنے والا ہے اور اپنی زبان میں بول رہا تھا مگر چین کی زبانوں میں بھی اختلاف ہے اور تمہارا، امام ہر زبان کو جانتا ہے۔

میں نے تعجب سے امامؑ کی طرف دیکھا تو فرمایا: متعجب نہ ہو امام وہ ہے جو ہر پرند ہر جاندار، یہاں تک کہ زمین پر رینگتے ہوئے کیڑوں کی زبان سے بھی واقف ہو۔

خصائصِ امام سے ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ آگ اس کے جسم اور لباس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ چنانچہ کتبِ سیر وحدیث خصوصاً کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ بعد حضرت امام جعفر صادقؑ، آپ کے بڑے فرزند عبداللہ نے دعوائے امامت کیا، ایک روز مسجد میں

لوگوں نے اس کا ذِکر، امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے کیا۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں لا کر صحنِ خانہ میں جمع کی جائیں اور اس میں آگ روشن کی جائے جب لکڑیاں جل کر انگارے ہو گئے تو آپؑ نے اپنے بھائی عبداللہ کو بلوایا اور خود اُٹھ کر اُس آگ میں جا بیٹھے اور لوگوں سے اور عبداللہ سے باتیں کرتے رہے پھر باہر آ کر کپڑے جھاڑ کر بیٹھ گئے اور عبداللہ سے مخاطب ہوئے کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ بعد پدر تم جانشین اور امام ہو تو اُٹھو اور کچھ دیر تم بھی اس آگ پر بیٹھ کر دکھاؤ۔ عبداللہ نہایت شرمندہ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے اور پھر باہر نہ نکلے۔

ہشام ابن سالم سے روایت ہے اور کشف الغمہ میں منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی رحلت کے بعد لوگوں کا گمان تھا کہ عبداللہ چونکہ آپ کے بڑے فرزند ہیں لہٰذا وہی امام ہیں۔ میں اور مومن طاق، اِن کی خدمت میں بغرض اطمینان گئے اور اِن سے سوال کیا کہ زکوٰۃ کتنی چیزوں میں واجب ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوسو درہم پر پانچ درہم۔ میں نے کہا: سو درہم پر؟ انہوں نے کہا ڈھائی درہم۔ اِس جواب سے ہم سمجھ گئے کہ یہ مسائل شرعیّہ سے واقف نہیں۔ لہٰذا امام نہیں ہو سکتے۔

میں نا اُمید باہر آیا اور سوچنے لگا۔ اب مسائل کس سے معلوم کیے جائیں۔ زیدیہ سے، معتزلہ سے یا قدریہ سے اس فکر میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ لے چلا۔ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ منصور عبّاسی کا جاسوس تو نہیں۔

مگر جب وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس لے گیا تو اُنہوں نے فرمایا: مسائل نہ زیدیہ سے نہ معتزلہ وغیرہ سے پوچھو بلکہ امام عصر (زمانہ) حقہ سے پوچھو۔

میں نے کہا: بعد امام جعفر صادق علیہ السّلام کیا آپ امام ہیں؟

فرمایا: خدا ان شآء اللہ تمہاری ہدایت فرمائے گا۔

میں نے کہا: کیا اُن کے بعد آپ ہی امام ہیں؟ امامؑ نے پھر وہی جُملہ دُہرایا۔

میں نے کہا: آپ کے علاوہ بھی کوئی اور امام ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے مسائل مشکلہ میں مدد لی اور انہیں علم کا بحرِ ذخار پایا۔

حسن بن عبداللہ زاہد سے روایت ہے جو کہ اپنے زمانہ کا بڑا محدث اور فقیہ تھا کہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس گیا۔ اِن سے گفتگو کے بعد اِس نتیجہ پر پہنچا کہ میں ان کے سامنے طفلِ مکتب ہوں۔ میں نے حیران ہوکر سوال کیا کہ کیا اَب آپ ہی امام ہیں؟

آپ نے فرمایا: اگر تجھے بتلادوں تو تو قبول کرلے گا؟

کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: تم اس وقت اپنے امام کی خدمت میں ہو۔ میں نے اپنے اطمینان قلب کو دلیل چاہی۔

امام نے فرمایا: اس سامنے والے درخت کے پاس جاؤ اور کہو کہ تجھے تیرے امام نے طلب کیا ہے۔ جب یہ پیغام پہنچا، درخت فوراً امامؑ کی طرف چل پڑا۔ جب قریب پہنچا تو آپؑ نے پھر حکم دیا کہ اپنی جگہ پر واپس جا۔ یہ دیکھ کر میں سخت متعجب ہوا اور امام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ امامؑ جب ہارون رشید کی قید میں تھے ہارون رشید نے ابو یوسف اور محمد بن الحسن کو جو اہلسنّت کے مجتہد تھے اور ابوحنیفہ کے شاگردوں کو امامؑ کے پاس اِس خیال سے بھیجا کہ اِن سے علمی مُباحثہ کرکے انہیں ذلیل کریں اور جہالت کا اِلزام لگائیں۔ چنانچہ یہ لوگ پہنچے اور قید خانہ کا دروازہ کھلوایا اور اندر جا بیٹھے، ابھی گفتگو کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ محافظِ زنداں، امامؑ کے پاس آیا اور بولا: حضورؑ میں کچھ روز کی رخصت پر جارہا ہوں اگر آپؑ کچھ فرمائیں تو واپسی پر ہمراہ آپ کی کوئی پسندیدہ چیز لیتا آؤں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ چلا گیا تو امامؑ نے فرمایا: اس آدمی پر حیرت ہے کہ آج رات کو یہ مرجائے گا اور مستقبل کی باتیں کررہا ہے۔

یہ سن کر سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور قید خانہ سے باہر آ گئے۔ پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہم تو علمی بحث و مباحثہ کرنے آئے تھے اور یہ تو علمِ غیب کی باتیں کرنے لگے۔ چلو آج رات اُس شخص کے گھر پر چل کر دیکھیں کہ وہ مرتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اُس کے گھر کے قریب کی مسجد میں جا کر ٹھہرے۔ جب نصف شب گزری تو اُس کے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اُسی آدمی کا اِنتقال ہوگیا ہے۔ پھر صبح یہ لوگ امامؑ کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ یہ علم آپ نے کس سے حاصل کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ علم اُن علوم میں سے ہے جس کو رسولِ خدا نے علیؑ مرتضیٰ کو تعلیم فرمایا تھا یہ اِن علموں میں سے نہیں کہ ہر شخص اس سے واقف ہو اس کے بعد انہوں نے چاہا کہ کچھ سوال کریں مگر نہ کر سکے اور نادِم و شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔

علی ابنِ حمزہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا گدھا مکّہ معظّمہ کے راستہ میں مر گیا، وہ رو رہا تھا۔ امامؑ نے پوچھا: کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا: میرا گدھا مَر گیا ہے اب میں آگے جاسکتا ہوں نہ پیچھے لوٹ سکتا ہوں۔ کروں تو کیا کروں؟ امامؑ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ نہ مرا ہو۔ اُس نے کہا کہ آپ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی افسوں (منتر) ایسا تجھے نہیں آتا جو اِس کو زندہ کر دے یہ سن کر وہ چیں بہ جبیں ہوا۔ آپ نے پھر پڑی ہوئی لکڑی اُس مُردہ گدھے کو ماری۔ گدھا فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔

امامؑ نے پھر فرمایا: تو نے ہمارا مذاق دیکھا، جا سوار ہو اور اپنا راستہ لے۔ اس کے بعد آپؑ نے اس کو چاہِ زَمزم پر دیکھا، جب اُس کی نظر آپ پر پڑی دَوڑ کر آپ کے ہاتھ چومے۔

امامؑ نے پوچھا: تیرے گدھے کا کیا حال ہے؟

کہنے لگا: بالکل ٹھیک ہے۔ مگر یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: تیری حاجت بَر آئی، اَب تجھے اِس سے کیا کام؟ میں بندۂ خدا ہوں۔

المختصر یہ کہ اِسی قسم کے بہت سے معجزات آپؑ سے ظاہر ہوئے اور بعد وفات بھی ہزاروں معجزے آج تک ظاہر ہو رہے ہیں اور لوگ "باب الحوائج" سے اپنی حاجات لے کر جاتے ہیں۔

آپ کی امامت پر نصوص رسولؐ خدا، امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب، امام حسنؑ مجتبیٰ، امام حسینؑ شہید کربلا، آپ کے آباؤ اجداد بزرگواران سے ہیں۔ کتبِ فریقین میں بھی مذکور ہے۔ کتاب فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں ہے کہ عبدالرحمٰن ابنِ حجاج نے کہا کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں گیا۔ آپ مسجد میں مشغول دُعا تھے اور قریب موسیٰ کاظمؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ امامؑ دعا فرماتے اور موسیٰ کاظمؑ آمین کہتے تھے۔ جب دُعا سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ اِس اَمر سے آگاہی بخشیے۔ آپ کے بعد امام کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! موسیٰؑ نے پیغمبر کی زِرہ پہنی اور اِن کے قد پر بالکل دُرست آئی۔ میں سمجھ گیا کہ موسیٰؑ کاظم بھی امام ہیں۔

ان دونوں کتابوں میں ابوالاعلیٰ اور فیض ابنِ مختار سے روایت ہے کہ فیض نے کہا میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: مولاؑ ہماری دستگیری فرمایئے اور یہ ارشاد کیجیے کہ آپ کے بعد کون امام ہے؟ اِتنے میں فرزند، (موسیٰ کاظم) جو ابھی بہت چھوٹے تھے، آ گئے اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اِن کا دامن مضبوط پکڑ لو اور خوب پہچان لو۔

یعقوب سراج سے روایت ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا امامؑ گہوارے کے قریب کھڑے ہوئے موسیٰ کاظمؑ سے باتیں کر رہے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: قریب آؤ اور اپنے امام کو سلام کرو۔ میں نے اور قریب تر ہو کر سلام کیا، آپ نے گہوارے سے بزبان فصیح و بلیغ جواب سلام دیا اور فرمایا: جاؤ اور اپنی دختر کا نام تبدیل کر دو کیونکہ اس کا نام ہمارے دشمن دوست رکھتے ہیں۔ یعقوب کا بیان ہے کہ میرے گھر میں ایک روز قبل لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام بحکم امام تبدیل کر دیا۔ آپ فقرائے مدینہ کو پوشیدہ کثیر رقم سے اِمداد پہنچاتے تھے۔ آپؑ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کون شخصیت تھی۔

آپ اکثر اوقات یہ دُعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَالْمَوْتِ وَالْعَفْوِ عِنْدَالْحِسَابِ

اور آپ اکثر سجدہ میں یہ دُعا پڑھتے۔

اِلٰهِي اِنْ عَظُمَ الذَّنْبُ مِنْ عَبْدِكَ فَلْيَحْسِنَ الْعَفْوَمِنْ عِنْدِكَ:

آپ فرائض نافلہ اور تعقیبات کے بعد جب سجدہ میں جاتے تو ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتی۔ اگر آپ کو کوئی بدی سے یاد کرتا تو بجائے اِنتقام کے اُس پر اِحسان فرماتے۔

اِسحاق بن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ مومن کیا بخیل ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے کہا: کیا خائن اور دَروغ گو بھی ہوتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میرے پدرِ بزرگوار نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ مومن سب کچھ ہوسکتا ہے مگر خائن اور دروغ گو کبھی نہیں ہوسکتا، آپؑ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔ سُنو اور اِس پر عمل کرو تاکہ کثیر فائدہ حاصل ہو۔ اگر کوئی شخص تمہارے داہنے کان میں تمہیں بُرا بھلا سب کچھ کہے اور بائیں کان میں کہے کہ میں نے نہیں کہا تو اُس کا عُذر قبول کرلو اور اُس کو معاف کردو اور فرمایا کہ جس شخص کا روزِ آخر، روزِ اَوّل سے بُرا ہو۔ خدا کی رحمت سے محروم ہے۔

آپؑ کے سامنے ایک آدمی نے اپنے مَرنے کی دُعا مانگی، اور موت کی آرزو کی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: کیا خُدا سے تیری کوئی قرابت یا دَوستی ہے جو اُس سے ملنے کی جلدی ہے۔

اُس نے کہا: نہیں۔

پھر فرمایا: کیا اِس قدر نیکیاں کرلی ہیں کہ بخشش کا کامل یقین ہوگیا ہے۔

اُس نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: جب نہ وہ ہے نہ یہ اور اَبدی ہلاکت کی آرزو کرتا ہے توبہ کر، اور اِس

تمنّا سے درگزر ہو۔

آپؑ کے بیس (۲۰) پسر اور اٹھارہ (۱۸) دختر تھیں۔ آپ کی اَولاد میں ''احمد'' سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ امامؑ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ باقی اَولاد سب کریم، جلیل اور صاحبِ ورع تھی جن کی تفصیلی تذکرہ کو یہ مختصر کتابچہ برداشت نہیں کرسکتا۔ دیگر کتب میں ملاحظہ فرمایئے۔

امامؑ کی شہادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ حاسدوں نے ہارون رشید کو خبر دی کہ لوگ ہر طرف سے خُمس وزکوٰۃ، تحفہ تحائف امامؑ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اِن کو خلیفہِ برحق جانتے ہیں اور وہ تجھ پر خروج کا اِرادہ رکھتے ہیں۔ اِس پر ہارون رشید نے تصدیق چاہی تو یحییٰ بن خالد برمکی نے کہا، جس کو یہ معلوم تھا کہ امامؑ کے بھائی اسماعیل کا لڑکا (علی) امامؑ کے سخت خلاف ہے اس سلسلہ میں اِن کے کسی عزیز کو بُلوا کر معلومات کرلیں۔ چنانچہ علی بن اسماعیل کو ہارون رشید نے بلوایا۔

اِدھر امامؑ کو معلوم ہوا تو علی بن اسماعیل کو بُلوا کر فرمایا تم بغداد کیوں جارہے ہو؟

اس نے جواب میں کہا: مجھ پر قرض بہت ہوگیا ہے اس کی ادائیگی کی صورت نکالنے کے لیے جارہا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہارا قرض میں اَدا کردوں، وہ راضی نہ ہوا۔

امامؑ نے پھر منع کیا۔ مگر نہ مانا۔ امام نے فرمایا: اچھا جاتے ہو تو برائے خدا میرے بچّوں کو یتیم کرنے کی کوشش نہ کرنا اور تین سو درہم کی تھیلی اُس کو دی اور آخری بار پھر فرمایا: اے برادرزادے! میرے بچّوں کو یتیم نہ کرنا۔

جب وہ چلا گیا تو امامؑ نے اصحاب سے فرمایا: یہ مجھے قتل کرانے کی کوشش میں جارہا ہے۔

اصحاب نے حیران ہوکر کہا: جب آپ جانتے ہیں تو اِس پر اِس مہربانی اَور عطا کی کیا ضرورت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میرے جدِّ (رسولؐ خدا) نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عزیز اپنے عزیز کا

حق صلہ رحمی اَدا کرے اور وہ اس کی ہلاکت کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

علی بن اسماعیل جب بغداد پہنچا تو ہارون رشید کا پہلا سوال ہی اِس سے امامؑ کے متعلّق تھا۔ ابنِ اسماعیل نے کہا: ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اِن (امام موسیٰ کاظمؑ) کے پاس مشرق ومغرب سے اس قدر مال آتا ہے کہ تیس ہزار دینار میں ابھی ایک قریہ خریدا ہے۔

ہارون رشید نے حکم دیا کہ ابن اسماعیل کو تیس ہزار دینار خزانے سے دے دیئے جائیں اور خود عمرہ کے بہانے مکّہ سے ہوتا ہوا مدینہ پہنچا اور حضرتؑ کو گرفتار کرکے بصرہ بھیج دیا۔ پھر آپؑ بغداد میں سندی بن شاہک کی نگرانی میں مُقیّد رہے۔ ایک عرصہ بعد ہارون رشید کے حکم سے زہر دے دیا گیا اور اس نے ستّر (۷۰) معتبر لوگوں سے تحریری توثیق و تصدیق کرادی کہ امامؑ اَپنی طبعی موت مَرے ہیں۔

علی ابن اسماعیل کو جب ہارون رشید کا عطیّہ پہنچا، اُس وقت وہ عالم جاں کنی میں تھا۔ اُس نے اشارہ سے کہا اب میں اس کا کیا کروں گا۔ خود ہی جا رہا ہوں چنانچہ اَقرب نے ''عملِ عقرب'' کرکے دُنیا سے اس کا کوچ کرادیا۔

علی بن اسماعیل کے ذریعہ ہارون رشید کو یہ اطلاع مِل جانے پر کہ امام کے معتقدین بہ کثرت ہوتے جا رہے ہیں، کہیں حضرت موسیٰ کاظمؑ دعوائے خلافت نہ کر بیٹھیں اور میری خلافت خطرہ میں پڑ جائے۔ اِس لئے اس نے زہر دِلوانے کی یہ ترکیب سوچی کہ دَھاگا کو زہر میں تَر کرکے سوئی کے ذریعہ انگور سے نکالا اور کافی تعداد میں انگوروں میں اسی طرح زہر بھر کر اپنے خادم کو دے کر کہا کہ وہ امامؑ سے کہے کہ ہارون رشید نے آپ کو اپنی قرابت کی قسم دی ہے کہ یہ بہت عمدہ انگور آپ کو بھیج رہا ہوں آپ انہیں ضرور کھائیں۔ خادم انگور لے کر روانہ ہوا اور ساتھ ہی ہارون رشید کا کُتّا (جو خادم سے مانوس تھا) بھی ہولیا۔

خادم نے پہنچ کر امامؑ کو انگور پیش کیے۔ آپؑ نے اِنکار فرمایا۔ خادم نے اِصرار کیا

کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ نہ صرف انگور آپ تک پہنچا دوں بلکہ کھلوا دوں۔ امامؑ نے ایک انگور اُٹھا کر کُتّے کے سامنے ڈال دیا وہ کھاتے ہی تڑپنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے مرگیا۔ بعد میں آپؑ نے بھی کچھ انگور تناول فرمالیے۔ خادم فوراً واپس ہوا۔ ہارون رشید نے اُس سے کُل واقعہ تفصیل سے معلوم کیا، خادم نے سارا واقعہ بتلاتے ہوئے کُتّے کے مَر جانے کا بھی تذکرہ کردیا۔ یہ سن کر ہارون رشید بڑا ملول ہوا اور کہا افسوس!! یہ سودا بڑا مہنگا پڑا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے مُسیّب (جو نگہبان اور آپ کے معتقدین میں سے تھا) کو بلا کر فرمایا: مُسیّب! میں مدینہ جارہا ہوں تاکہ قبرِ رسولؐ سے وِدَاع ہولوں اور جو اَسرارِ اِمامت مجھے پدر سے مِلے ہیں اپنے فرزندِ اَرجمند (علی رضاؑ) کے سُپرد کرآؤں۔

مُسیّب نے کہا: مولاؑ اِتنے پاسبانوں کے ہوتے ہوئے میں قیدخانے کا دروازہ کیسے کُھول سکتا ہوں اور آپ کیسے باہر جاسکتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: مُسیّب تم بڑے سُست اِعتقاد ہو تمہیں نہیں معلوم کہ میں وہ اِسم جو آصفؔ نے تختِ بلقیس کے لانے کے واسطے ورد کیا تھا وہی پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ، بے شک وریب مجھے میرے نورِ نظر سے ضرور مِلا دے گا۔

اِتنے میں لَب ہائے مبارک کو ہلکی سی جنبش ہوئی اور میں نے دیکھا کہ خالی زنجیریں پڑی ہیں۔ امامؑ نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں بے حد حیران و پریشان تھا اور دِل میں وسوسے پیدا ہونے لگے کہ دیکھا واپس آگئے اور زنجیریں خود بخود قدم بوسی کو بڑھیں۔

پھر امامؑ، مُسیّب سے بولے: میں پرسوں اپنے خدا سے جاملوں گا۔ یہ سن کر میں مُسیّب رونے لگا۔ امامؑ نے فرمایا: نہ رُو میرا پسر (علی رضاؑ) تیرا اِمام ہے۔

جب تیسرا دِن ہوا تو مجھے بلایا اور فرمایا: وقتِ رحلت قریب ہے۔ جس وقت پانی مانگوں مجھے پانی دے دِینا اور دیکھنا، میرا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اگر اُس وقت میرے پاس کسی کو دیکھے تو اِس سے ہمکلام نہ ہونا۔ حضرتؑ نے جو وقت بتلایا تھا اس وقت میں نے دیکھا ایک شخص آپ کے پاس بیٹھا آپؑ سے ہم کلام ہے پھر ذرا وقفہ کے بعد اُس نے پانی

مانگا اور غسل دیا۔ پھر یہ فرمایا: مُسیّب میں تیرا امام ہوں اور غائب ہو گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی رحلت کے جب تین روز باقی تھے تو ایک شخص آپؑ کے معتقدین میں سے دروازۂ زنداں کے پاس آیا اور اُس وقت جو نگہبان تھے اُن سے برائے ملاقاتِ امام اجازت چاہی مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ اُس نے پھر ایک بڑی رقم پیش کی۔ اِس پر ایک بولا قید خانے کے دروازے سے تو اجازت نہیں مل سکتی۔ البتہ اس کے بالکل پیچھے والی دِیوار میں ایک سوراخ ہے وہاں سے بات کر سکتے ہو۔ وہ خوش ہو گیا اور پشتِ زندان جا کر اس نے اندر جھانکا تو کسی طرف کچھ نہ نظر آیا سوائے اِس کے کہ ایک گوشہ میں ایک سفید کپڑا زمین پڑا ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد اُس میں حرکت ہوئی اور امامؑ نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ: پالنے والے تیرا کِس طرح شکر ادا ہو کہ تو نے اپنی عبادت کے واسطے کیا پُر سکون مقام عطا فرمایا ہے۔

میں نے سلام کیا اور عرض کی: مولاؑ غلاموں کو زیارت کی تمنّا ہے۔

فرمایا: پَرسوں بغداد کے پُل پر ملاقات ہو گی۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی کہ امامؑ پرسوں بغداد کے پُل پر تشریف لائیں گے۔

چنانچہ تیسرے دِن جوق دَر جوق لوگ پُل پر جمع ہونے شروع ہوئے۔ اِنتظار تھا کہ امامؑ کب تشریف لاتے ہیں کہ اَچانک ایک تابوت آتا ہوا دِکھائی دیا۔ جو اِس پُل پر لا کر رکّھا گیا۔ ایک مُنادی نِدا کر رہا تھا کہ رافضیوں کے امام کا اِنتقال ہو گیا ہے۔ یہ اُس کا جنازہ ہے۔ لوگ سُن کر دہاڑیں مار کر رُونے لگے سلیمان بن جعفر جو ہارون رشید کا عزیز تھا، یہ خبر سُن کر اپنے بیٹوں اور عزیزوں کو لے کر سر برہنہ، گریبان چاک نکل آیا اور تابوت کو لیے ہوئے یہ سب لوگ سر برہنہ پاپیادہ قریش کے قبرستان تک پہنچے۔

امامؑ کا جنازہ جس جاہ و حشم اور شان و شوکت سے اُٹھایا گیا اس کا اندازہ کچھ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بغداد کے پُل سے کاظمین تک دو ہزار پانچ سو دینار کی خوشبو صرف ہوئی تھی۔ آپؑ کی وفات ۲۵ ماہ رجب ۱۸۳ھ کو واقع ہوئی۔ عمر مبارک چون (۵۴) سال ہوئی اور زمانۂ امامت پینتس (۳۵) برس تھا۔

ذکرِ امامِ ہشتم حضرت امام علی بن موسیٰ الرّضا علیہ السلام

امام ثامن وضامن علی بن موسیٰ الرّضا صلوٰۃ اللہ علیہ و علیٰ اٰبائہٖ و اَولادہٖ آپ کا نام علیؑ، کنیت ابوالحسن، القاب رضا، صابر، زکی، رضی اور ولی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اُم ولد کنیت اُم البنین اور لقب خیزران، آپؑ کے زمانے کا شاعر اور مدّاح ''دعبل خزائی'' اور دربارن محمد بن الفرات تھا۔ صوفیہ کا خیال ہے کہ معروف کرخی تھا۔ جو بالکل خلاف حقیقت ہے۔ آپ کی انگشتری کا نقش: لاحول ولا قوّۃ الا باللہ تھا۔

آپ کے زمانے میں امین و مامون خلیفہ تھے۔ رنگ گندمی، درمیانہ قد، تاریخ ولادت گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ھ عمر عزیز پچپیس سال، مدّتِ امامت بیس سال، وفات سناباد میں ہوئی جو کہ شہر طوس کا ایک قریہ تھا، جو کہ آپ کی قبر کی برکت سے ایک بڑا شہر مشہد مقدّس کے نام سے مشہور ہے۔ سببِ انتقال مامون رشید کی زہر خورانی تھا۔ خادمِ خاص ابوالصلّت ہروی۔ اَولاد میں پانچ پسران (محمد بن علی۔ حسن۔ حسین۔ ابراہیم، اور جعفر) ایک دختر نیک اختر اور بروایت شیخ مفید علیہ الرّحمہ بجز امام محمد تقی، آپ کے کوئی فرزند نہ تھا۔ آپ کے اَوصاف و اخلاقِ حسنہ و مناقب و سیرت پاکیزہ، دوست و دشمن کی زبان پر اِتنے ہیں کہ قلم تحریر سے قاصر ہے۔

کتب فریقین میں مذکور ہے کہ مامون رشید نے جب آپ کو ولی عہد تجویز کیا تو جب آپ مامون کے پاس تشریف لے جاتے، دربان جو دہلیز پر متعیّن تھے آپ کی تعظیم کو کھڑے ہوجاتے اور پردہ اُٹھا کر آپ کے داخل ہوجانے کا اِنتظار کرتے۔ دربانوں اور پردہ برداروں نے حسد سے یہ طے کیا کہ اَب کے جب امامؑ رضا آئیں تو کوئی تعظیم کو نہ

کھڑا ہوا اور نہ کوئی پردہ اُٹھائے مگر جب امامؑ آئے تو وہ سب بے قصد کھڑے ہوگئے اور پردہ بھی اُٹھایا۔ بعد میں شرمسار ہوئے اور عہد کیا کہ اب ہرگز تعظیم کو نہ کھڑے ہوں گے اور نہ پردہ اُٹھائیں گے۔

چنانچہ جب امامؑ عالی مقام تشریف لائے تو بے اختیار پھر سب دربان کھڑے ہوگئے البتہ پردہ نہیں اُٹھایا۔ حضرتؑ جب دروازہ کے قریب آئے تو ہوا کچھ ایسی آئی کہ پردہ خود اُٹھ گیا اور آپ اندر تشریف لے گئے یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ اتفاقیہ اَمر تھا۔ لیکن جب امامؑ واپس آئے تو پھر پردہ اُسی طرح اُٹھا جیسے کوئی قصداً اُٹھاتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب نے توبہ کی، اور کہنے لگے کہ اِن کی خدائے تعالیٰ کی نظر میں بڑی قدر و منزلت ہے۔ کیونکہ جس طرح ہوا جنابِ سُلیمانؑ کے تابع تھی، اِن کے بھی تابع فرمان ہے۔

حکایت زینب کذّابہ

مورّخین شیعہ وسُنّی نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ خُراسان میں ایک عورت تھی جو اپنا نام زینب بتلاتی تھی اور کہتی تھی کہ میں زینب بنتِ علی ہوں۔ حاکمِ خُراسان نے اس کا ذکر امام علیؑ رضا سے کیا: آپؑ نے فرمایا مجھے اِس کا کوئی علم نہیں ہے۔ زینب نے یہ سُن کر حاکمِ خُراسان سے کہا کہ اگر علیؑ بن موسیٰ میرے نسب سے اِنکار کریں گے تو میں بھی اُن کے نسب سے اِنکار کروں گی۔ حاکمِ خُراسان نے اس عورت کو امامؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ آپؑ نے اُس کی گفتگو سُن کر فرمایا کہ کل میں حاکمِ خُراسان کے پاس جاؤں گا۔ وہاں نسب کی صداقت ہوجائے گی۔

حاکمِ خُراسان کے یہاں بہت سے خونخوار درندے پلے ہوئے تھے جب کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی تھی تو اِس میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کو ''برکۃ السّباع'' کہتے تھے۔ جب امام، حاکمِ خُراسان کے پاس پہنچے تو اُس عورت کو بُلوایا گیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے گوشت کو پروردگار عالم نے درندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہ عورت یقین سے کہتی

ہے کہ میں اولادِ علیؑ و فاطمہؑ ہوں تو اِس ''برکتہ السّباع'' میں داخل ہو جائے تا کہ صدق و کِذب واضح ہو جائے۔

اس عورت نے کہا کہ آپ بھی تو اَولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے دعویدار ہیں پہلے آپ اِس ''برکتہ السّباع'' میں داخل ہو کر دِکھلائیے۔ امام اُٹھے اور ''برکتہ السّباع'' کی طرف چل دیئے یہ دیکھ کر حاکمِ خُراسان اور عوام و خواص پریشان ہوئے اور مانع ہوئے۔

امامؑ نے فرمایا: بالکل مطمئن رہو یہ کہہ کر ''برکتہ السّباع'' کے اندر داخل ہو گئے۔

امام علیؑ رضا کا داخل ہونا تھا کہ تمام درندے گردن جُھکائے آپ کے گِرد جمع ہو گئے۔ آپؑ نے محبت سے اُن کے سَر اور پُشت پر ہاتھ پھیرا، ہر ایک نے اپنی پیشانی امامؑ کے قدموں پر رکھ دی۔ تماشائی حیران تھے۔ امامؑ پھر باہر تشریف لائے اور عورت سے فرمایا: اب تم جاؤ۔ وہ پریشان تھی، جانے سے اِنکار کر رہی تھی کہ حاکمِ خُراسان نے اس کو زبردستی ''برکتہ السّباع'' میں ڈلوا دیا۔ چنانچہ چند ساعت میں درندوں نے چیر پھاڑ کر ڈال دیا اور اُس روز سے وہ زینبِ کذّابہ کے نام سے یاد کی جانے لگی۔

حکایت دیگر

شیخ طبرسی نے کتاب ''اعلام الوریٰ'' میں محمد بن عیسیٰ، اور اَبی حبیب سے روایت کی ہے کہ ہمارے شہر میں ایک مسجد ہے جس میں حاجی قیام کرتے ہیں۔ رات میں میں نے خواب دیکھا کہ رسولؐ اللہ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میں سلام کو حاضر ہوا، آپؐ کے سامنے کھجوروں کا ایک طبق رکھا تھا۔ اُس میں سے کچھ کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے اِن کو شمار کیا تو سولہ (۱۶) خُرمے تھے۔ میں خواب سے بیدار ہوا، تعبیر کچھ سمجھ میں نہ آئی۔

بیس دِن کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کے متعلق میں نے سُنا کہ مامون رشید نے اِن کو مدینہ سے بُلوایا ہے اور آپ اسی مسجد میں اُترے ہیں لوگ زیارت کو جوق در جوق جا رہے ہیں۔ میں بھی پہنچا دیکھا کہ آپ اِسی مقام پر جہاں میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا تھا، تشریف فرما ہیں اور اُسی طرح ایک کھجوروں کا طبق آپؐ کے سامنے رکھا ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، اُدھر سے جوابِ سلام ملا اور ایک مٹھی کھجوریں بھی ملیں۔ میں نے انہیں گِنا تو سولہ (۱۶) تھیں۔

میں نے پھر عرض کیا: اِبن رسولؐ کچھ اور عطا ہو؟ فرمایا: میرے جدّ (رسولؐ خدا) نے اگر اِس سے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی دے دیتا۔

میں یہ سُن کر اُن کے قدموں پر گر پڑا اور خواب کی تعبیر سمجھ میں آ گئی۔

فصول المہمہ میں حسین بن موسیٰ سے روایت ہے کہ ہم کچھ لوگ امامؑ کی خدمت میں جمع تھے کہ جعفر علوی اِس طرف سے گزرا، باحال تباہ، پھٹے پُرانے کپڑے اور کُہنہ و خستہ دَستار پہنے ہوئے سب لوگ اِس کو دیکھ کر ہنسے، حضرت نے فرمایا: تم جس پر ہنس رہے ہو، کل اُس کو بڑی شان و شوکت والا پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ کچھ ہی دِن بعد مدینہ کا حاکم ہوگیا۔ اسی طرح جب ہارون رشید مرگیا اور اَمین اس کی جگہ بادشاہ ہوا تو امامؑ نے فرمایا کہ مامون، اَمین کو قتل کردے گا۔ چنانچہ یہی ہُوا بھی۔

کشف الغمہ میں عبداللہ بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں پہلے واقفی مذہب رکھتا تھا جب حج کو گیا تو مذہب کے بارے میں مذبذب تھا۔ میں نے رو رو کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے صراطِ مستقیم اور راہِ راست دِکھا۔ اس کے بعد میں مدینہ گیا زیارتِ رسولؐ کے بعد علی بن موسیٰ الرّضاؑ سے ملنے گیا۔ دَربان سے میں نے کہا کہ آپنے آقا سے کہو، ایک شخص عراق سے آیا ہے۔ آپ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

امامؑ نے میری آواز سُن کر فرمایا: اے عبداللہ بن مغیرہ اَندر آ جاؤ۔ جب میں اندر داخل ہوا تو آپؑ نے میری طرف دیکھ کر کہا: اَے عبداللہ! تیری دُعا قبول ہوئی اور خدا نے تجھے صراطِ مستقیم دِکھائی۔

میں نے کہا: بے شک آپ حُجّتِ خدا ہیں۔

کشف الغمہ میں بکر بن صالح سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا کہ میرے یہاں ولادت ہونے والی ہے آپ دُعا فرمایئے کہ خدا

مجھے پسر عطا فرمائے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خدا تجھ کو دو بچے عطا فرمائے گا یہ سُن کر میں نے سوچا کہ ایک کا نام محمّد رکھوں گا اور دوسرے کا نام علی۔

یہ خیال دِل میں گزر رہا تھا کہ امامؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا: ایک کا نام محمود اور دوسرے اُمِ عمر رکھنا۔

جب میں گھر پہنچا تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولّد ہوئی تھی۔ میں نے امامؑ کے فرمودہ پر نام رکھے اور اپنی والدہ سے پوچھا کہ امامؑ نے اُمّ عمر نام تجویز فرمایا ہے۔ یہ راز سمجھ میں نہیں آیا۔ والدہ نے کہا: اِس وجہ سے کہ میری ماں کا نام اُمّ عمر تھا۔

داؤد کے بیٹے محمّد سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی، امامؑ کی خدمت میں تھے کہ معلوم ہوا حضرت کے چچا (محمّد بن جعفر) مَرنے کے قریب ہیں اور سب بالکل نا اُمید اور مایوس ہو چکے ہیں۔ پس ہم سب وہاں گئے دیکھا اِن کا بھائی اِسحاق اور اِن کے فرزند سَرہانے بیٹھے ہوئے رورہے ہیں۔ امامؑ بھی بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر مُسکراتے رہے پھر نماز کے واسطے اُٹھ آئے۔ لوگوں نے بڑا بُرا مانا کہ چچا کی موت پر مسکرانا کیسا؟

جب لوگوں نے آپؑ سے وجہ پوچھی، آپؑ نے فرمایا: میں اِس پر حیران تھا کہ اِسحاق جو محمّد سے بہت پہلے رحلت کر جائے گا۔ محمّد پر رُورہا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ محمّد اچھا ہو گیا اور اسحاق مر گیا۔

کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں مذکور ہے کہ مامون رشید نے جب امام علیؑ رضا کو ولی عہد بنا دیا تو کچھ عرصہ بعد قحط کے آثار رونما ہوئے، سلسلۂ اَبر و باراں منقطع ہو گیا۔ مامون رشید پریشان ہوا اور کسی کو امامؑ کی خدمت میں طلبِ باراں کی دُعا کے لیے بھیجا آپؑ نے فرمایا کہ میرے جدِّ (رسولؐ اللہ) نے مجھ سے خواب میں فرمایا ہے کہ طلبِ باراں کی دعا کرنے کے لئے صحرا کا رُخ کرو خدا تمہاری دُعا قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ دُعا کے لیے صحرا میں تشریف لے گئے، لوگ ہمراہ تھے۔

جب آپ نے دُعا فرمائی تو اَبر اُٹھا لوگ خوش ہوئے، آپؑ نے فرمایا: یہ بادل یہاں نہیں فلاں مقام پر بَرسے گا۔ بادل پھر اُٹھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں مقام پر بَرسے گا۔ یہاں تک کہ کئی بار بادل اُٹھے اور چلے گئے۔ آخری بار جو بادل اُٹھا تو آپؑ نے فرمایا: یہ بادل تمہارے واسطے ہے اَب تم لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔

چنانچہ کچھ لوگ ابھی گھر پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور جَل تھل ہوگیا لوگوں نے آپؑ سے درخواست کی کہ اب شہر تباہ ہونے والا ہے۔ فرزند نبیؐ اِس بارش کے رُک جانے کے دُعا فرمایئے۔ امامؑ نے دُعا کی اور بارش رُک گئی۔ یہ واقعہ زبان زَدِ خاص و عام ہوا، لوگوں کی عقیدت امامؑ سے بڑھ گئی۔ حاسدین اور معاندین نے مامون رشید سے جا کر شکایت کی کہ بارش تو خدا کے حُکم سے آئی، تو نے امامؑ کو بھیج کر اِن کو مقبول عام اور خود کو ناکام بنا دیا۔ ہمیں حکم دے کہ ہم اِنؑ کو بُلا کر اِن سے مُباحثہ کریں اور اِن کی مجبوری دُنیا پر ظاہر کردیں۔ مامون رشید نے اجازت دے دی۔

امامؑ کو بلایا گیا اور مخالفین نے کہا کہ یہ بارش جس کو آپؑ اپنی دُعا کا نتیجہ بتاتے ہیں یہ تو خدا کے حکم سے اِتفاقاً اپنے وقتِ مقررّہ پر آئی۔ آپ کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا، بلاوجہ امیر المومنین مامون رشید نے یہ عزّت آپ کو بخش دی۔

امامؑ نے فرمایا: کہ مخلوق جس نعمت کی شکر گزار ہے میں بھی اس نعمت کا شکر گزار ہوں۔ رہا یہ کہ تیرے امیر المومنین نے یہ عزّت مجھے بخشی ہے قطعی غلط ہے۔ یہ مقام اور مرتبہ خداوند عالم کی جانب سے مجھے کرامت ہوا ہے۔

انہوں نے کہا: اچھا خدا کی جانب سے کرامت ہُوا ہے تو تم بھی ابراہیمؑ کی طرح کہ انہوں نے مُردہ طائروں کو زندہ کیا تھا۔ اس قالین کے دوشیروں کی تصاویر کو حکم دیں کہ یہ زندہ ہوکر ہمیں کھا جائیں۔ امامؑ نے تحکمانہ اَنداز سے شیروں کی تصویر سے خطاب فرمایا:

دو نکمافاجر: یعنی اِس فاجر کو کھا جاؤ۔

امامؑ کا یہ فرمانا تھا کہ خدا کے حکم سے وہ دونوں شیر زندہ شیر بَن گئے۔ اور اس دشمنِ

خدا کو کھا گئے اور پھر امامؑ سے (اِن شیروں نے اپنی زبان میں) کہا۔ کیا اس ظلم کو بھی ختم کردیں (یہ اِشارہ مامون رشید کی طرف تھا) مامون رشید پہلے سے بیہوش تھا۔ امامؑ نے شیروں کو منع کر دیا۔ مامون رشید کو جب ہوش آیا۔ تو دونوں شیر، شیرِ قالین بن چکے تھے۔ مامون رشید مارے خوف کے کانپ رہا تھا۔ پھر امامؑ کو بڑے اِحترام سے اَپنے پہلو میں بٹھا کر باادب عرض کی کہ آپؑ نے شیروں سے میرے متعلق کیا کہہ دیا۔

آپ نے فرمایا: عنقریب معلوم ہوجائے گا۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ امامؑ کو مامون رشید کے حکم سے زہر دیا گیا اور خود بھی پیوند زمین ہوگیا۔

کشف الغمہ میں تاریخ نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ امام علی رضا علیہ السّلام جب مقام مرو تشریف لے جارہے تھے اور نیشاپور پہنچے تو آپ کے ساتھ ایک انبوہِ کثیر تھا۔ جس میں دو مشہور و معروف عالِم (محمد بن مسلم اور ابوزارہ) نے بآ واز بلند کہا:

اَے امامؑ ابنِ امام، اے فرزند خاتمؐ المرسلین، برائے خدا، روئے مبارک کی زیارت سے مشّرف فرمایئے اور کوئی حدیثِ نبویؐ ہمیں ایسی سُنایئے جو باعثِ عفوِ گناہ ہو۔

امامؑ اُس وقت کجاوہ میں تھے، اپنی سواری رُکوائی اور پردہ اُٹھایا۔ عوام کی نِگاہیں چہرۂ انور پر پڑیں۔ بے اِختیار ہوگئے۔ شوقِ قدمبوسی میں ہر شخص بے قرار تھا۔ اِک شور قیامت برپا تھا۔ امامؑ کو حدیثِ پیغمبرؐ بیان کرنا مشکل ہوگیا۔

دونوں عالِمِ مجمع سے چلاّ کر بولے: فرزندِ رسولؐ کو حدیث سُنانے دو، اور تم سب خاموش ہوجاؤ۔ مجمع خاموش ہوگیا۔ لَب ہائے امامؑ کو جنبش ہوئی۔ فرمایا: میں نے اپنے والد (امام موسیٰؑ بن جعفر) سے۔ انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار (امام جعفر صادقؑ) سے۔ انہوں نے اپنے باپ (امام محمد باقرؑ) سے۔ انہوں نے اپنے والدِ ماجد (امام زین العابدینؑ) سے۔ انہوں نے اپنے پدرِ نامدار (امام حسینؑ شہیدِ کربلا) سے۔ انہوں نے اپنے ابِ ذوِی الحشم (امام علیؑ ابنِ اَبی طالب) سے۔ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی (رسولؐ خدا) سے۔ انہوں نے جبرئیلؑ اَمین سے۔ اور جبرئیلؑ اَمین نے پروردگار عالم سے سنا کہ فرمایا

خدائے بزرگ برتر نے: کلمة لا الله الا الله حصنی فمن قالها دخل فی حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی: یعنی کلمہٴ طیّبہ میرا قلعہ ہے جس نے کہا (پڑھا) وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو داخل ہوگیا۔ وہ عذاب سے بے خوف ہوگیا۔

مشہور ہے کہ اِس حدیث کو سلاطین سامانیہ کے ایک سلطان نے سونے کی پلیٹ پر یا سونے کے پانی سے لکھوا کر وصیّت کی تھی کہ اِس کو میری قبر میں میرے ساتھ دفن کر دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ خواب میں اُس کو بڑا شاد وخرم اور خوش حال پایا اور پوچھا کہ خدا نے یہ مہربانی کس وجہ سے فرمائی۔ اُس نے کہا، امامؑ کے فرمانے سے اس حدیث کا بہ دل احترام کیا تو خداوند عالم نے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ اکثر روایات میں اِس حدیث کے آخر میں امامؑ کا فرمایا ہوا یہ فقرہ بھی ہے کہ: لکن بشرطها و شروطها وانا من شروطها:

یعنی یہ کلمہٴ طیّبہ اُس وقت حصار بن سکتا ہے جبکہ اِقرارِ نبوّت اور ائمہ معصومین پر ایمان رکھتا ہو۔ جس میں سے ایک میں ہوں۔

حکایت مشہور ومعروف شاعر دعبل ابنِ خزائی مدّاح امام علیہ السّلام: دعبل مقام ''مرو'' میں خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا اور کہا: فرزندِ رسولؐ میں نے آپ کی شان میں قصیدہ کہا ہے۔ پہلے آپ ہی کو سنانا چاہتا ہوں۔ ایک سو بیس اَشعار کا قصیدہ دعبل نے پڑھ کر سنایا، امام نے پسند فرمایا اور کہا: دو شعر اِس میں میری طرف سے بڑھا لے۔ ان دو شعروں کا مفہوم یہ تھا۔ آپؑ کی قبر طوس میں ہوگی، شیعوں کی زیارت گاہ ہوگی، ظہور قائمِ آلِ محمدؐ تک اور زائرین کو خدا روزِ قیامت امام کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

آپؑ نے قصیدہ سننے کے بعد دعبل کو دینار بطور انعام عطا فرمائے۔ دعبل نے دستِ بستہ عرض کی مولاؑ قصیدہ مالِ دُنیا کی غرض سے نہیں کہا، آقا اپنا کوئی لباس مجھے عطا فرمائیں تو میری دُنیا اور عقبیٰ دونوں میں کام آئے۔ آپؑ نے ایک قیمتی جامہ عطا کیا اور کہا یہ رقم بھی رکھو۔ اِس کی تجھے عنقریب ضرورت پیش آئے گی۔ دعبل روانہ ہُوا، جب قُم پہنچا تو اہلِ قُم نے کہا۔ یہ جامہ امامؑ ہمیں قیمتاً دے دو۔ اُس نے انکار کیا، کچھ آگے بڑھا تھا کہ کچھ لوگوں

نے اُس سے وہ جامہ چھین لیا اور ہزار دینار دینے لگے۔ اُس نے اِس شرط پر دے دیا کہ ایک پارچہ (کپڑے کا ٹکڑا) مجھے دے دیں۔

چنانچہ دعبل جب گھر پہنچا۔ تو اُس نے گھر کو ویران اور منہدم پایا۔ معلوم ہوا کہ عرب کے ڈاکوؤں نے سارا سامان لوٹ لیا اور گھر کو منہدم کر گئے۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ دعبل کو امامؑ نے سو دینار دیئے ہیں۔ معتقدینِ امامؑ نے دعبل سے ایک ایک دینار سو سو دینار میں خرید لیا اور دعبل اپنے مکان کو تعمیر کرا سکا اور اَب سمجھ میں آیا کہ امامؑ نے کیوں فرمایا تھا کہ یہ رقم تیرے عنقریب کام آئے گی۔ دعبل کو معلوم ہوا کہ اس کی کنیز گھر لٹ جانے کے بعد نابینا ہوگئی اور باپ کے گھر چلی گئی ہے۔ دعبل وہاں پہنچا اور وہ پارچہ جو جامہ امامؑ سے اُس کے پاس تھا۔ اُس نابینا کنیز کی آنکھوں پر رکھ دیا۔ بہ حکمِ خدا اُس کی آنکھیں پہلے کی طرح روشن ہوگئیں۔

امام علی رضا علیہ السّلام جب ہارون رشید کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ (ہارون رشید) اور میں اس طرح ہوں گے اور دونوں اپنی انگلیوں کو ملا لیتے۔ جب آپؑ سناباد یعنی مشہد میں ہارون رشید کے قریب مدفون ہوئے تو لوگوں کی سمجھ میں یہ معمّہ آیا۔

بروایت معتبر و مستند امامؑ عالی مقام سے خود مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔

امامؑ کی چند نشانیاں ہیں: امام عالم ترین خلق۔ پرہیزگار ترین خلق اور سخی۔

عادِل اور عابد ترین اہلِ زمان ہو اور پیدائشی مختون (ختنہ شدہ) ہو۔

اور جس طرح سامنے دیکھتا ہے اسی طرح پسِ پشت بھی دیکھتا ہو۔ اُس کا سایہ نہ ہو۔

اگر خود سو رہا ہو تو دِل بیدار ہو اور پیدا ہوتے ہی کلمہ شہادت زبان پر ہو۔

رسولؐ خدا کی زِرہ اس کے جسم اور قد پر نہایت موزوں اور صحیح ہو۔

مخلوقِ خدا پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو۔ جس چیز کے لیے لوگوں کو منع کرے خود بھی عامل ہو۔

اُس کی دُعا مستجاب ہو۔ حتیٰ کہ درخت یا پہاڑ کو حکم دے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا

دو ٹکڑے ہو جائے۔ تبر کاتِ رسولؐ اور اسلحہ رسولؐ اس کے پاس موجود ہوں۔

اس کے پاس وہ صحیفہ ہو جس میں اُس کے دوستوں اور دشمنوں کے نام ہوں اور جفر اصغر، جفر اکبر اور جفر جامع (جس میں احوال مخلوق تا رُوز قیامت مندرج ہیں) اُس کے پاس ہو۔

مخلوق کے اعمال اس کے سامنے ہوتے ہوں۔ اِنسانوں کی طرح کھاتا، پیتا، ہنستا، بولتا اور سوتا جاگتا ہو، فرحان اور غمگین ہو۔

اُبوالصّلت سے روایت ہے کہ امام ہر شخص سے اُس کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ میں نے کہا: مولاً مجھے تعجب ہے کہ آپ بے شمار زبانوں کے عالم ہیں۔ امامؑ نے فرمایا:

اے ابوالصّلت ہم خدا کی طرف سے مخلوق پر حُجّت ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم جن پر حاکم بنائے گئے۔ اُن کی زبان سے ناواقف ہوں۔

آپ کے بے شمار مُباحثے ہیں جو مختلف الاعتقاد لوگوں سے ہوئے اور ان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں تحریر ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین روز میں آپ قران ختم فرماتے تھے۔ زیادہ تر صائم رہتے تھے۔ رات بھر عبادتِ الٰہی فرماتے۔ کسی کی حاجت رَد نہ کرتے۔ آپؑ کو کبھی کسی نے تھوکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپؑ کبھی کسی کے سامنے تکیہ لگا کر یا پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے نہ نیم دَراز ہوئے۔ آپ ہنسنے کے موقع پر صِرف مُسکراتے تھے۔ آپ کے دسترخوان پر نوکر چاکر حتیٰ کہ دربان بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ہمیشہ معمولی لباس پہنتے مگر جب باہر نکلتے تو جامہ نیکو اور خوشبو اِستعمال فرماتے۔

آپؑ کی امامت پر نصوصِ رسولؐ خدا، جناب امیرؑ اور دیگر ائمہ طاہرین بے شمار ہیں۔

نخر سے روایت ہے کہ امام موسیٰؑ کاظم اکثر شیعوں اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بلوا کر فرمایا، تم کو معلوم ہے کہ کیوں بلوایا ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں معلوم۔ آپؑ نے پھر فرمایا بغور سُنو اور یاد رکھو اور گواہ بھی رہنا کہ میرا پسر علیؑ بنِ موسیٰ میرا قائم مقام، میرا وصی اور تمہارا امام میرے بعد ہے۔ اگر کسی کا مجھ پر قرض ہو وہ ان سے لے

لے۔ اگر میں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے، اس کو یہ وفا کریں گے اور جو مجھے دیکھنا چاہے وہ اِن کو دیکھ لے گویا اُس نے میری زیارت کی۔ المختصر یہ کہ اِسی قسم کی اور معتبر مختلف روایتیں ہیں۔ کتاب شواہد النبوۃ مُلّا جامی۔ فصول المہمہ۔ کشف الغمہ اور عیون اخبارِ رضاؑ، نصوص سے پُر ہیں۔

مواعظِ امامؑ

امام علیہ السّلام نے فرمایا: تین مقام نہایت وحشت ترین ہیں۔

ایک وہ دِن، جس روز اِنسان شکمِ مادر سے دُنیا میں آیا۔

ایک وہ دِن، جب دُنیا سے سفر کرے گا۔

ایک وہ روز، جس دِن پھر زندہ کیا جائے گا۔

حق تعالیٰ نے اِن تین مقاموں پر حضرت یحییٰؑ ابنِ زکریاؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کو سلام پہنچایا ہے اور فرمایا ہے:

سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورۂ مریم، آیت نمبر ۱۵)

آپؑ نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم فرمایا ہے اور تین چیزوں کی اس کے ساتھ شرط لگا دی ہے۔ نماز کا حکم دیا ہے، زکوٰۃ کی اس کے ساتھ شرط لگا دی۔ اگر زکوٰۃ اَدا نہ ہو تو نماز بے کار ہو جائے گی اور اپنی شُکر گُزاری کا حکم فرمایا اور ماں باپ کی شُکر گُزاری کو لازم قرار دیا۔

اگر کوئی شخص اپنے والدین کا شُکر گزار نہیں تو خدا کا شُکر گُزار ہونا بے کار ہے۔

پروردگارِ عالم نے تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا اور صِلہ رحمی کو اس کے ساتھ لازم قرار دیا۔ اگر کوئی صِلہ رحم (یعنی اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک اور محبت کرنا) بجا، نہ لائے تو تقویٰ بے کار ہے۔

امامؑ نے فرمایا: عقل و دانش کی علامتوں میں سے ایک حِلم اور کم گوئی ایک علامت ہے اور کم گوئی درحقیقت ایک دَر ہے دَرہائے حکمت سے، جو باعثِ محبت اور اکثر خوبیوں

کی رہنما بھی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہر کام میں سب سے اچھا معاون اور دوست عقل ہے۔ اور سب سے بُرا جہل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: دُنیا اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک یہ پانچ خصلتیں اُس میں نہ ہوجائیں۔ (۱) کامل بُخل۔ (۲) لمبی اُمیدیں۔ (۳) بہت زیادہ لالچ۔ (۴) قطعِ رحمی۔ (۵) دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور دُنیا کو اِختیار کرنا۔

آپؑ نے اِرشاد فرمایا: روایت کی ہے میرے آباء نے امیرؑ المومنین سے اور انہوں نے رسالتؐ مآب سے کہ اے بندۂ خدا، دوستی کر صرف خدا کے واسطے اور دشمنی کر صرف خدا کے واسطے۔ جس نے ایسا کیا وہ ولی اللہ ہوگیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: گناہِ صغیرہ میں قدم نہ رکھو کیونکہ یہ راہ ہے۔ گناہِ کبیرہ کی۔ اور خلافِ رضائے الٰہی، معمولی بات بھی نہ کرو کیونکہ یہ مخالفتِ عظیم کی طرف لے جاتی ہے۔
نیز یہ بھی فرمایا: اگر لوگ جنّت کے شوق میں اور دوزخ کے خوف سے اللہ سے نہیں ڈرتے تو بھی وہ لائقِ صد شکر گزاری ہے۔ اِس لیے کہ پیدائش سے اب تک جتنے احسان اُس (اللہ) نے فرمائے ہیں اور فرما رہا ہے اُس کا پیغمبرؐ اور جملہ انبیاءؑ و مرسلینؑ بھی، شکر اَدا نہیں کرسکتے جو حق ہے شکر اَدا کرنے کا۔

اَسبابِ زَہر دَادَن

مامون رشید کے زہر دینے کے وجوہ میں سے ایک وَجہ یہ بھی ہے کہ امامؑ جب شہر مرد پہنچے تو مامون نے طے کیا کہ ہفتہ میں دو روز وہ مظلوموں کی فریاد سُنے۔ طریقہ یہ تھا کہ وہ امامؑ کو اپنے دائیں طرف بیٹھا لیتا تھا۔ ایک رُوز ایک صوفی دُرویش پیش ہوا۔ جس نے چوری کی تھی، مامون رشید نے اس کی طرف دیکھا، پیشانی پر سجدہ کا نشان، جسم پر صوفیانہ لباس، بظاہر نیک صورت، مامون نے اس سے سوال کیا کہ بے شرم! اِن نیک صفات کے ہوتے ہوئے، بُرائی کی طرف کیوں مائل ہوا۔

صوفی نے کہا: مجبوراً نہ قصداً بلکہ تو نے میری حق تلفی کی جس کے باعث یہ فعل سرزد ہوا۔

خلیفہ مامون رشید نے کہا: مجھ پر تیرا کون سا حق تھا جس کو میں نے تلف کیا۔

صوفی نے کہا کہ: خُمس جس میں غریب مسافر بھی شریک ہیں۔ چونکہ مجھے تو نے میرے حق سے محروم کر دیا، نوبت چوری تک پہنچی۔

مامون رشید نے کہا: میں تیرے اِس عذر پر ''حد'' کو ترک نہیں کر سکتا اور حکم خدا کی بجا آوری ضرور کروں گا۔

صوفی نے کہا: پہلے حد خود اپنے اوپر جاری کر پھر مجھ پر جاری کرنا۔

مامون رشید، امامؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: آپ سمجھے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں، یہ شخص یہ کہتا ہے کہ چونکہ میری حق تلفی کی گئی ہے اس لیے میں بھی دوسروں کی حق تلفی کرتا ہوں۔

مامون خلیفہ برہم ہوا اور صوفی سے بولا: خدا کی قسم میں تیرا ہاتھ ضرور قطع کروں گا۔

صوفی نے کہا: تو میرا ہاتھ کیسے قطع کر سکتا ہے، حالانکہ تو، میرا غلام ہے۔ مامون رشید نے کہا: میں تیرا غلام کیسے ہو گیا؟

صوفی نے کہا کہ: تیرے باپ نے تیری ماں کو مسلمانوں کے مال (یعنی بیت المال) سے خریدا تھا جس میں تمام مسلمان شریک تھے اُن میں سے ایک میں ہوں۔ جس نے تجھے آزاد نہیں کیا۔ پہلے تو خود کو پاک کر پھر دوسروں کو پاک کرنے کی کوشش کرنا۔

جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے قران میں فرمایا ہے۔ مامون رشید نے امامؑ سے کہا: اِس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

امامؑ نے فرمایا: دُنیا و آخرت دونوں دلیل پر قائم ہیں، اس نے تجھ پر حُجت تمام کر دی ہے۔

مامون نے اگرچہ صوفی کو رہا کر دیا مگر دِل سے امامؑ کا اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ ازاں جملہ ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مامون رشید نے یہ دیکھ کر کہ میرے تمام درباری علما سے آپ

علم وفضل میں عظیم تر ہیں، امامؑ سے کہا: خدا کی قسم بہ لحاظ علم وفضل آپؑ خلافت کے حقدار ہیں، لہٰذا آپ اِس منصب کو قبول فرمائیے۔ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا کہ: اے مامون! یہ بتلا کہ خلافت اگر تیری ملکیت ہے اور خدا نے تجھے عطا کی ہے تو تجھے ہرگز یہ اختیار نہیں کہ تو اس کو خلاف مرضی خدا دوسرے کو دے دے اور اگر یہ خلافت تیری ملکیت نہیں ہے۔ تو تجھے اس کو دوسرے کو دینے کا کیا حق ہے۔

مامون نے کہا: یہ آپ کو ضرور منظور کرنا ہوگا۔

آپ نے فرمایا: کہ میں ہرگز اس کو بخوشی منظور نہیں کروں گا۔ اُس طرف سے بے حد اِصرار ہوا اور اِدھر سے برابر اِنکار۔

جب مامون مایوس ہوگیا تو کہنے لگا: اگر آپ اس خلافت کو منظور نہیں فرماتے تو ولی عہد بنا منظور کر لیجیے۔

آپ نے فرمایا: بخدا میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انہوں نے امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اِس دُنیا سے تجھ سے پہلے اُٹھ جاؤں گا۔ اُس زہر سے جو مجھے دیا جائے گا اور میں ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔

مامون رشید رویا اور کہا: یہ کس کی مجال ہے کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو نقصان پہنچائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اِس لیے منظور نہیں کر رہے تا کہ لوگ آپ کو زاہد جانیں۔

امامؑ نے فرمایا: میں اُن میں نہیں ہوں۔ کہ ترک دُنیا برائے حصول دُنیا کروں۔ میں تیرے اُن اِرادوں سے بھی واقف ہوں۔ جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔

مامون رشید نے کہا: وہ میرے کون سے اِرادے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کہ مجھے خلافت دے کر یا ولی عہد بنا کر دُنیا کو یہ بتانا اور دِکھانا چاہتا ہے کہ میں نے ترک دنیا طلبِ دُنیا کی وجہ سے کی تھی۔ دیکھو اب ولی عہد بن کر خوش ہوگیا۔

مامون بگڑا اور کہنے لگا: آپؑ ہمیشہ بدظن رہتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں

کہ اگر آپ نے ولی عہدی قبول نہ کی تو میں قتل کرادوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے کہ اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالوں لیکن نوبت جب جبر کی آ پہنچی تو اِس شرط پر ولی عہدی قبول کرتا ہوں کہ نظامِ حکومت میں کوئی دَخل نہ دوں گا مامون رشید اس پر راضی ہوگیا۔

لکھا ہے کہ کسی شخص نے آپؑ سے پوچھا کہ آپؑ ولی عہدی پر کس طرح رضامند ہوگئے؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ جس طرح میرے جدِّ امیرالمومنینؑ مجلس شوریٰ میں شامل ہونے پر مجبور کیے گئے۔ مورّخین نے تحریر کیا ہے کہ روزِ جشن ولی عہدی مامون رشید نے حکم دیا کہ فوج کو ایک سال کی تنخواہ دے دی جائے اور ہر ایک عبّاسی، علوی، علما، خطبا، شعراء کو اس قدر انعامات تقسیم ہوئے جو حساب وشمار سے باہر تھے اور حکم دیا کہ تمام فوج جو اَب تک سیاہ لباس میں ملبوس تھی، سبز لباس پہنے اور امام کے نام نامی کا سکّہ رائج ہو۔

آپؑ کے نام کا خطبہ منبروں پر شروع ہوا۔ مختلف ممالک کو آپ کی ولی عہدی کی اطلاع دی گئی۔ امامؑ نے یہ جشن کے سامان دیکھ کر اپنے ایک خاص آدمی سے فرمایا کہ یہ سب خوشیاں عنقریب نمازِ عید تک ختم ہونے والی ہیں۔

ذِکرِ نمازِ عید

عید کے دِن مامون رشید کچھ بیمار تھا۔ امامؑ کی خدمت میں پیغام آیا کہ نمازِ عید آپ پڑھائیں تاکہ لوگوں پر آپؑ کا فضل ومقام واضح ہوجائے۔ امامؑ نے جواب بھیجا کہ ولی عہدی کے قبول کرتے وقت یہ طے پایا تھا کہ اس قسم کے سیاسی اُمور میں مجھے دَخل نہ ہوگا۔ مگر مامون رشید کا اِصرار حَد سے بڑھا اور امامؑ کو مجبور کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ اس نماز کا نتیجہ کیا ہوگا مگر بادشاہ کے اِصرار سے اِس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ رسولؐ خدا کے طریقہ پر نکلوں اور نماز کے لیے جاؤں۔ مامون نے منظور کیا اور حکم دیا کہ روزِ عید تمام علما وعباد وحفّاظ، لشکر وسپاہ اور خاص وعام سب نماز کے لیے امامؑ کی رکاب میں حاضر ہوں۔

جب صبح ہوئی امامؑ نے غسل فرمایا، سفید لباس زیب تن کیا، خوشبو لگائی اور سفید عمامہ سر پر رکھا جس کے دونوں سرے دوشِ مبارک پر تھے۔ عصاء ہاتھ میں لیا اور پا برہنہ معہ لاؤ لشکر حشم و خدم خانۂ اطہر سے باہر نکلے اور سر آسمان کی طرف بلند فرما کر بہ آواز بلند تکبیر کہی، اِس کے ساتھ ہی آپؑ کی متابعت میں سب نے تکبیر کہی معلوم ہوتا تھا کہ آسمان و پہاڑ، دَر و دیوار سے صدائے تکبیر آ رہی ہے۔ جب مخلوق کی نظر آپؑ پر پڑی۔ سوار اپنے گھوڑوں سے کود پڑے۔ سر برہنہ اور پا برہنہ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے، بصد اَدب روتے پیٹتے امامؑ کے زیرِ قدم عقیدت کی آنکھیں بچھاتے روانہ ہوئے۔

یہ خبر مامون رشید تک پہنچی، مامون کے وزیر (فضل ابنِ سہل) نے مامون سے کہا کہ اگر امامؑ رضا اِس طرح عید گاہ تک پہنچے تو مجھے یقین ہے کہ مخلوق اس قدر متاثّر ہو جائے گی کہ ہمارا بچنا محال ہو جائے گا۔ مامون ڈرا پیغام بھیجا کہ امامؑ کو اس گرمی، میں میں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ آپ واپس آ جائیں نماز جو پہلے پڑھاتا تھا وہی پڑھا دے گا۔ امامؑ نے نعلین طلب کیں اور سوار ہو کر مراجعت فرمائی، بعد میں مامون رشید نے خود جا کر نمازِ عید پڑھائی۔

یہ اخبار اور خبرِ ولی عہدیِ امامؑ جب بغداد میں پہنچی تو عبّاسی نہایت برافروختہ ہوئے اور مامون رشید کے سخت خلاف ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مامون کے چچا (ابراہیم بن مہدی) کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لوگوں نے ایک عرصہ تک مامون رشید اور فضل (وزیر) کے خوف سے اس خبر کو چھپایا۔ حتیٰ کہ امامؑ نے ایک روز یہ واقعہ مامون کو سنایا کہ تو جب تک اپنے وزیر (فضل) کو اور مجھے اپنے پاس سے جدا نہیں کر دیتا تیری حکومت کا قیامؑ مشکل ہو گیا ہے۔

مامون رشید نے اس سلسلہ میں کافی معلومات اور تحقیقات کیں جب اس خبر کی صداقت کا اس کو یقین ہو گیا تو کچھ روز بعد مامون نے فضل (وزیر) کو حمّام میں ختم کرا دیا اور بغداد روانہ ہو گیا۔ راہ میں امامؑ کو زہر سے شہید کرا دیا۔ اور خلافتِ بغداد پر قابض

ہوگیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ بات بعید اَز عقل ہے کہ مامون رشید۔ امامؑ کی اس تعظیم و تکریم کے بعد اِن کے ساتھ یہ سلوک کرتا لیکن اکثر مورّخین اور علما شیعہ اس پر متفق ہیں کہ مامون نے امامؑ کو زہر دیا۔

چنانچہ ابنِ بابویہ نے عیون اخبار رضاؑ کتاب میں احمد بن علی انصاری سے روایت ہے کہ میں نے ابوالصلت (خادمِ خاصِ امامؑ) سے سوال کیا کہ تو چونکہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور تمام اَحوال سے واقف بھی تھا، بتلا کہ مامون، کس طرح امام علیہ السّلام کی اِتنی عزّت وتوقیر اور احترام کے بعد قتل پر مائل ہوگیا۔ یہ سن کر ابوالصّلت نے کہا، مامونِ رشید امامؑ کی تعظیم اور محبت صرف اس لیے کرتا تھا کہ لوگوں کو یہ یقین ہوجائے کہ امامؑ کو دُنیا سے محبت ہے اور لوگوں کی نظر میں اِن کا مقام گرجائے۔

جب اِس نے دیکھا کہ ولی عہدی کے باوجود وہ دُنیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور لوگوں کا اعتقاد روزانہ بڑھتا جارہا ہے تو اِس نے اطراف ملک سے ہر ملّت کے علماء کو بُلوا کر امامؑ سے مباحثہ ومناظرہ کرایا اور ہر عالِم مجوسی، یہودی، نصرانی اور علماء اسلام، امام کے مقابل اپنے عجز کا قائل ہوکر یہ کہنے لگا کہ واقعی امامت وخلافت کے قابل امامؑ ہی کی ذات ہے۔ یہ سُن کر مامون رشید کے حسد اور عداوت میں اور اضافہ ہوا اور اس کی سمجھ میں اب سوائے زہر کے اور کوئی بات نہیں آئی۔

عمّار بن زید سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مامون رشید ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا۔ زندگی سے مایوس ہوگیا۔ تو امامؑ کو بلوایا اور کہا: اب میرا وقتِ آخر ہے آپ مجھ سے غافل نہ رہیں۔

امامؑ نے فرمایا: خاطر جمع رکھ، تیری عمر ابھی بہت باقی ہے تو جب تک مجھے انگوروں میں زہر نہ دے دے گا (مرنہیں سکتا)۔ مجھے زمینِ خراسان میں تو ہی دفن کرائے گا۔

مامون نے کہا: میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اُس روز سے جس دن یہ گناہِ عظیم مجھ سے سرزد ہو۔

امامؑ نے فرمایا: جیسا میں کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہوگا۔

کشف الغمّہ میں امام علی رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مردِ نیک خُراسانی میرے پاس آیا اور بولا: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ فرمارہے ہیں، تم کیسے لوگ ہو تمہاری خاک میں میرا ایک حصّہ مدفون ہوگا اور میری امانت تمہارے سُپرد کی جائے گی تاکہ تم اس کی حفاظت کرو دیکھو وہ تمہاری خاک میں پوشیدہ ہونے والا میرا گوشت ہے۔

امامؑ نے اس خُراسانی کے جواب میں فرمایا: جو نبی یا امام حتیٰ کہ کسی عابد و زاہد کو خواب میں دیکھے وہ خواب سچّا ہوتا ہے۔ کیونکہ کبھی شیطان، انبیاء، اَوصیاء، اَولیاء کی شکل میں نہیں آسکتا اور اے خُراسانی! وہ اَمانت جس کو رسولؐ اللہ نے فرمایا، تمہاری خاک میں پوشیدہ کی جائے گی وہ میں ہوں۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا بشرطیکہ صاحبِ عرفان ہو تو میں اور میرے آباء (ائمۂ طاہرین) اُس کی روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔

اَبوالصلت (امامؑ کے خاص خادم) سے روایت ہے کہ امامؑ نے مجھے حکم دیا کہ ہارون رشید کی قبر کے اطراف سے مٹّی لاؤ۔ میں مٹّی لے آیا، آپؑ نے ہر ایک کو سونگھا اُن میں سے ایک مٹّی کے متعلّق فرمایا کہ اس جگہ میں مدفون ہوں گا۔ یہ جگہ جب کھودی جائے گی تو قبر تیار نکلے گی۔ کل مامون رشید کے بُلانے پر جاؤں گا اگر وہاں سے سر پر رِدا ڈالے ہوئے آؤں تو مجھ سے کوئی کلام نہ کرنا۔

چنانچہ جب صبح ہوئی اور امامؑ ابھی مشغولِ عبادت تھے کہ مامون کا غلام بُلانے آیا۔ آپؑ جب پہنچے تو مامون (خلیفہ) نے کھڑے ہوکر آپ کی پیشانی کا بُوسہ دیا۔ بڑے احترام سے اپنے قریب بٹھایا اور ایک طبق میں انار، دوسرے میں انگور پیش کیے اور کہا: ایسے لذیز انگور میں نے آج تک کھائے نہ دیکھے۔

امامؑ نے فرمایا: جنّت کے انگور سے لذیذ نہیں ہوسکتے۔

مامون رشید نے ایک خوشۂ انگور اُٹھا کر پیش کیے۔ امامؑ نے انکار فرمایا۔

مامون نے کہا: آپ ہمیشہ مجھ سے بدظن رہتے ہیں، یہ انگور تو آپ کو کھانے ہی پڑیں گے۔ امامؑ نے دو تین دانے اُٹھا کر کھالیے اور فرمایا: بس کافی ہیں پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مامون نے پوچھا: کہاں کو۔۔۔؟

امامؑ نے فرمایا: جہاں تو بھیج رہا ہے۔ یہ کہہ کر اور سر پر رِدا ڈالے گھر کی طرف چل دیئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ دروازہ بند کردو۔ فوراً بستر پر جا لیٹے۔

اِسی اثنا میں نے دیکھا، ایک جوان خوبرو (گویا امام) داخل خانہ ہوا۔ میں نے بڑھ کر اس سے پوچھا: دروازہ بند تھا پھر کیسے مکان میں داخل ہوئے؟

جواب دیا: جو مدینہ سے ایک دم یہاں لے آیا اس کو گھر میں لے آنا، کیا مشکل ہے۔

میں نے پھر پوچھا: آپ کون ہیں؟

فرمایا: میں حجتہ اللہ، محمدؑ بن علیؑ ہوں۔ امام علیؑ رضا کی طرف متوجہ ہوئے۔

امامؑ کی نظر جب فرزند ارجمند (محمدؑ بن علیؑ) پر پڑی۔ قریب بُلا کر سینے سے لگالیا اور تادیر گفتگو فرماتے رہے۔ اَسرارِ امامت کی تلقین ہوتی رہی۔ اس کے کچھ دیر بعد محمدؑ بن علیؑ المعروف بہ امام محمد تقیؑ نے مجھ سے فرمایا۔ ابوالصّلت! تختۂ غسل اور پانی مُہیّا کرو۔ میں باہر گیا اور دونوں چیزیں لے آیا۔ امامؑ نے امامؑ کو غُسل دیا۔ بعدِ غسل وکفن وحنوط سے فارغ ہوکر فرمایا: تابوت لاؤ۔

میں نے کہا: کہاں سے لاؤں؟

فرمایا: باہر جا کر دیکھو۔ میں باہر گیا تو تابوت رکھا ہوا دیکھا۔ الغرض امامؑ نے امامؑ کو تابوت میں رکھا اور نماز جنازہ اَدا کی۔ فوراً بعد تابوت نگاہوں سے اُوجھل ہوگیا۔

میں نے امام محمد تقیؑ سے کہا: اے فرزند رسولؐ! کہیں مامون رشید نہ آجائے اور امامؑ کے متعلق نہ کچھ پوچھ گچھ کرنے لگے؟

فرمایا: خاموش! تجھے معلوم نہیں کہ اگر پیغمبر مشرق میں ہو اور اُس کا وصی مغرب میں ہو تو پروردِگار عالم دونوں کو آنِ واحد میں جمع کرا دیتا ہے کہ اتنے میں تابوت اُسی طرح

آ گیا۔

امام محمد تقی علیہ السّلام نے میتِ امامؑ کو تابوت سے برآمد کر کے اُسی طرح بستر پر لٹا دیا۔ گویا ابھی غسل نہیں ہوا۔ پھر تابوت اور امام محمد تقیؑ نظر سے غائب ہو گئے۔

اِتنے میں مامون رشید پریشان حال، روتا پیٹتا، رُخساروں پر طمانچے مارتا پہنچا امامؑ کی قبر کے لیے حکم دیا۔ مگر امامؑ نے جس طرح ارشاد فرمایا تھا اسی جگہ قبر مکمّل نکلی۔

مامون نے مجھ سے پوچھا: امامؑ نے میری بابت تجھ سے کیا کیا کہا؟ میں نے جواب میں کہا: کچھ نہیں۔

مامون کو یقین نہ آیا اور مجھے قید کر دیا۔ جب مجھے قید میں پڑے پڑے عرصہ گزر گیا۔ تنگ آ کر میں نے بارگاہ خداوندی میں فریاد کی کہ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ مجھے اس قید سے نجات فرما۔ دُعا قبول ہوئی میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمایا ابوالصّلت قید سے گھبرا گیا اور یہ کہہ کر میری زنجیریں اُتاریں، قید خانہ کا دروازہ کھول کر فرمایا: جا جہاں جانا چاہتا ہے اب تجھے کوئی آزار نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ میں جب سے قید سے چھوٹا پھر مامون رشید کو نہ دیکھا نہ اُس نے میری جستجو کی۔

بعد شہادت حضرت امام علی رضا علیہ السّلام، شعراء نے مرثیے کہے جو اکثر ابنِ بابویہ نے کتاب عیون اخبار الرّضاؑ میں تحریر فرمایا ہے اور اِن کثیر احادیث میں سے چند حدیثیں جو جناب رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرین سے منقول ہیں۔ ایک حدیث خود امامؑ سے نقل ہے وہ یہ کہ خراسان میں ایک مقام ہے جو مقام نزولِ ملائکہ ہے، تا روزِ قیامت اور لوگ اس کی زیارت کو قیامت تک آتے رہیں گے اور وہ روضہ ریاضِ جنّت سے ایک باغ ہے۔ جس نے میری زیارت کی گویا اس نے پیغمبرؐ اطہر کی زیارت کی اور میرے زائر کو خدا ثواب عطا کرے گا ہزار حج اور ہزار عُمرہ کا میں اور میرے آباء اُس کے شفیع ہوں گے۔

اللّٰھم ارزقنا زیارۃ اٰمین یارب العالمین۔

ذکرِ امامِ نہم امام محمد تقی علیہ السلام

اِسم شریف ''محمد''۔ کنیت ابوجعفر۔ لقب جوآد، قانع، مرتضٰی، صادق، رضا، صابر مگر مشہور لقب جوآد ہے۔ والدہ گرامی ''اُمّ ولد جن کو سکینۂ نوبیہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض مرضیہ۔ رنگ سفید۔ قد میانہ۔ آپ کے زمانے کا مشہور شاعر عمرو بن فرات تھا۔

انگشتری کا نقش: نعم القادر اللہ: آپؑ کے زمانے کے جابر بادشاہ مامون اور معتصم۔

مقام ولادت مدینہ منورہ۔ ۱۹ رمضان ۱۹۵ ہجری عمر عزیز پچیس سال چند ماہ۔

قبر اَقدس بغداد (نزد قبر منوّر امام موسیٰ کاظم) مدّتِ امامت سترہ سال۔

معتصم واثق عباسی کے زہر سے شہادت واقع ہوئی۔

اَولاد میں دو پسر (علیؑ نقی و موسیٰ) اور دو دختر (فاطمہ و امامہ)۔

آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔ آپ کا مشہور معجزہ جو ہر مخالف اور موافق کا تسلیم شدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کے پدرِ بزرگوار امام علیؑ رضا نے رحلت فرمائی تو مامون رشید نے دارالخلافہ بغداد کو تجویز کیا اور امام محمد تقیؑ بھی کچھ عرصہ بعد بعض حوادثات زمانہ کے باعث ترک وطن فرما کر بغداد تشریف لے آئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مامون رشید شکار کو نکلا امام محمد تقی علیہ السّلام کی عمر اس وقت نو (۹) سال تھی۔ آپ ایک راستہ پر کھڑے تھے جہاں اطفال کھیل میں مصروف تھے۔ مامون رشید اور اس کے لشکر کو دیکھ کر بچے بھاگ گئے مگر آپؑ اپنی جگہ کھڑے رہے۔

مامون نے یہ دیکھ کر بڑی حیرت سے پوچھا: اے صاحبزادے تم کیوں نہیں بھاگے؟

آپؑ نے بڑے اطمینان سے فرمایا: نہ میں نے کوئی جرم کیا نہ راستہ میں حارج ہوا، پھر بھاگنے یا خائف ہونے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تو بلاوجہ ستائے گا نہیں۔

مامون رشید، جواب سُن کر بے حد متعجب ہوا بولا: آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا: محمّد۔

پوچھا: کس کے صاحبزادے ہو؟

فرمایا: علی بن موسیٰ کے۔

مامون یہ سُن کر محزون ہوا اور پھر اپنے راہوار کو آگے بڑھایا۔ راستہ بھر امامؑ ہی کا خیال آتا رہا۔ شہر سے نکل کر اُس نے اپنا باز ایک تیتر پر چھوڑا، باز آسمان کی طرف بلند ہُوا اور منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی شکار کر کے لایا۔ مامون رشید مچھلی دیکھ کر حیران ہوا۔ اور فوراً لوٹ آیا۔ راستے میں لڑکے پھر ملے اور پھر مامون کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر امام محمد تقی علیہ السّلام اپنی جگہ کھڑے رہے۔

مامون نے مچھلی کو چھپا کر قریب کمسن امامؑ پہنچ کر سوال کیا: صاحبزادے بتلائیے میری مُٹھی میں کیا ہے؟

امامؑ نے بہ الہام ربانی فوراً اِس طرح فرمایا: خداوند عالم نے زمین اور آسمان کے درمیان دریا خلق کیا ہے بادشاہوں کے باز کبھی کبھی وہاں سے مچھلی کا شکار لا کر بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ وہ اپنی مُٹھی میں چُھپا کر خاندانِ رسالتؐ سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میری مُٹھی میں کیا ہے؟

مامون رشید نے آپؑ کو بغور دیکھا اور کہا: بے شک آپ پسرِ امام علی رضاؑ ہیں۔

(مترجم: ہم نے اِسی واقعہ کو اُردو نظم میں کتاب ذِکرِ معصومؑ میں نقل کیا ہے یہاں بھی شائقین اَدب کے لیے تحریر کی جارہی ہے۔)

بڑا فرق ہے دین و دُنیا میں حضرت — امامت کہاں اور کہاں بادشاہت

الوالامر چاہو جسے تم بنالو بناوٹ کے پھولوں سے ایماں سجالو
سجالو مگر رنگ و بو وہ کہاں ہے جو قدرت کے پھولوں سے خوشبوعیاں ہے
سنو! طفل عصمت کا قصہ سُنائیں کہ فرق امامت و شاہی دِکھائیں
سنا ہوگا تم نے تھا مامون خلیفہ بڑی شان و شوکت بڑا با سلیقہ
مچی دھوم تھی اِک زمانہ میں اُسکی نہ لے سکتا تھا کوئی مظلوم سسکی
وہ اِک دن بصد شان و بافوج و فرّا بڑی تمکنت سے سواری میں گزرا
جمع راہ میں تھے کچھ اَطفال آگے سواری کو آتے جو دیکھا تو بھاگے
مگر ایک بچہ نہ ٹھٹکا نہ جھجکا ثباتِ قدم اِک قیامت تھا اس کا
تھا حیران مامون، کہا نام کیا ہے؟ نہ ڈرنے کا سوچا بھی انجام کیا ہے؟
کہا آپ نے نام میرا تقیؑ ہے رسولؐ خدا جد ہیں، دادا علیؑ ہے
بڑی راہ تھی کیا ہوا، گر کھڑے ہیں خدا کے سوا ہم کسی سے ڈرے ہیں؟
کہا گر، یہ دعویٰ تمہارا بجا ہے ذرا میری مُٹھی میں بتلاؤ کیا ہے؟
جبین امامت پہ کچھ بل سا آیا یہ اعجاز فی الفور اُس کو بتایا
شہنشاہ دُنیا کے شہباز اُڑ کر کبھی لایا کرتے ہیں مچھلی پکڑ کر
وہ ماہی کو مُٹھی میں اپنی چھپا کر غرورِ حکومت سے حق کو بُھلا کر
لیا کرتے ہیں امتحانِ امامت نہیں جانتے ہیں وہ شانِ امامت
وہ دیکھیں ہمیں اُنکی آنکھیں کہاں ہیں چھپے میری مُٹھی میں کون و مکاں ہیں
بتادوں کہے تو میں تیرا ٹھکانا تجھے کل یہاں سے کہاں کو ہے جانا
ہماری ہے عالم پہ فرمانروائی امامت کی ٹھوکر میں ہے بادشاہی
الوالامر وہ ہے اگر اَمر کردے پلٹ کر ابھی تخت شاہی کو رکھ دے
جبیں حکومت پہ آیا پسینہ ندامت میں ڈوبا تھا شاہی سفینہ
کبھی عفو جرأت کبھی عذرِ خواہی قدم میں امامت کے تھا تاجِ شاہی

یہ قِصّہ ہی دیتا ہے اخترؔ گواہی
اِمامت کہاں اور کہاں بادشاہی

مامون رشید، امام محمد تقی علیہ السّلام کا یہ اعجاز دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عظمتِ امامؑ دِل میں گھر کرتی چلی گئی۔ عقیدت اور اِرادت کے دریا میں طوفان آیا اور یہ طے کیا کہ مجھ امام سے اپنی لڑکی کا عقد کر دے۔ تمام اراکینِ سلطنت اور خاندانِ عبّاسیہ کو جمع کیا اور کہا میں نے یہ طے کیا ہے کہ اُمّ الفضل کا عقد فرزندِ علی رضاؑ سے کردوں۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ سب لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے۔ سرگوشیاں ہوئیں۔ مخالفتیں ہوئیں اور متفقّہ سب نے مامون رشید سے کہا کہ امیر المومنین کو اختیار ہے مگر اِن کے باپ کو داماد بنا کر اور ولی عہد بنا کر سلطنت کو کیا فائدہ پہنچا جو اِس کمسن بچّہ سے جو تعلیم یافتہ بھی نہیں، شاہزادی کا عقد کیا سمجھ کر کیا جارہا ہے۔ اگر ایسا ہی ضروری ہے تو اس بچّہ کی ابھی تعلیم و تربیت کا معقول اِنتظام کیا جائے اگر کسی قابل ہوجائے تو عقد کے متعلّق سوچا جائے۔

مامون رشید نے کہا کہ تم اس خاندان کی عظمت سے کیا ناواقف ہو؟ یہ صاحبزادہ اس خاندان سے تعلّق رکھتا ہے جس کو خدا نے علم و حکمت سے خود آراستہ کیا ہے یہ دیگر بچوں کی طرح نہیں کہ جس کو ناقِص سے کامل بنایا جائے۔ اچھا اگر تمہیں اعتراض ہے تو بچّہ موجود ہے تم اپنے جیّد علماء و فضلاء کو جمع کرلو اور علمی مقابلہ کراؤ اگر یہ کمسن بچّہ جواب سے عاجز ہوگیا تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ یہ سُن کر سب خوش ہوگئے۔ کہ کہاں یہ بچّہ اور کہاں ہمارے سن رسیدہ علما۔

غرض یہ کہ مباحثہ کے لیے دِن اور وقت مُعیّن ہوا اور تاریخ مقررّہ پر بہت سے علما و فُضلاءِ مشائخ، دستار بند گلے میں زرد رومال ڈالے دربارِ مامون میں جمع ہوگئے اور درباری مشہور و معروف عالم سلطان العلما یحییٰ بن اکثم بھی تجدید وضو کر کے علمی مقابلہ کے واسطے تیار ہوا کہ اتنے میں کمسن امام محمد تقیؑ آ گئے۔ علما دیکھ کر مسکرائے۔ مامون رشید نے با احترام امامؑ کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔ مُباحثہ کا آغاز ہُوا۔ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے خلیفہ

سے اجازت چاہی۔ مامون رشید نے اجازت دے دی۔

قاضی یحییٰ نے امامؑ سے سوال کیا: اگر کوئی شخص ''حالتِ احرام'' میں کسی جانور کا شکار کرے تو رسولؐ اللہ کا اُس پر کیا حکم ہے؟

امامؑ نے فرمایا: یہ سوال ابھی نامکمّل ہے اس کے ساتھ یہ بھی بتلاؤ کہ وہ شکاری حِلّ میں تھا یا حَرم میں۔ اگر حَرم میں تھا تو کیا حُکمِ شَرع سے واقِف تھا یا ناواقف۔

جان کر مارا تھا یا بھولے سے۔ وہ آزاد تھا یا غلام۔

بالغ تھا یا نابالغ پہلی غلطی تھی یا دوسری۔ شکار پرندہ تھا یا پرندہ نہ تھا۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔

اپنی غلطی پر اصرار ہے یا کیے پر شرمسار ہے۔ رات کو شکار کیا تھا دِن میں۔

اِحرام حج میں تھا یا احرام عُمرہ میں؟

قاضی یحییٰ کو یہ سُن کر پسینہ آ گیا۔ سامعین حیران رہ گئے۔ قاضی یحییٰ کی خمیدہ گردن مُباحثہ کے نتیجہ کا اِعلان کر رہی تھی۔ پھر بھی امامؑ محمد تقی علیہ السّلام نے فرمایا:

اِس کی بہت صورتیں ہوسکتی ہیں اور ہر صورت کے لیے اس کا کفّارہ جدا ہے اور وہ یہ ہے۔ محرِم جس وقت حِلّ میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اُس کا کفارہ ایک گوسفند ہے۔

اور اگر اس قسم کا شکار حرم میں ہوا ہو تو اس کا کفّارہ دو گوسفند ہے۔

اگر چرند میں سے کسی کو بصورت حمل شکار کیا ہو تو اُس کے عوض میں ایک دُنبہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو، کفّارہ میں دینا ہوگا۔

اگر وہ شکار ہرن ہے تو اُس کے بدلے میں ایک بکری کفّارہ میں دینی ہوگی اور یہ تمام کفّارے تمام چرندوں کے متعلّق اُس وقت دینے ہوں گے۔ جبکہ ان کا شکار حِلّ میں کیا گیا ہو اور اگر اِن کا شکار حرم میں کیا گیا ہو تو یہی کفّارے دُو چند ہو جائیں گے اور جن جانوروں کو کفّارے میں دیا جائے گا۔ انہیں خود (شکاری) کو خانۂ کعبہ تک پہنچانا بھی ہوگا۔

اگر اُس شخص نے اِحرامِ حج باندھا ہے تو اِن جانوروں کو منیٰ میں اور اگر عمرہ کا احرام

باندھا ہو تو مکّہ میں قربانی کرنا ہوگا اور اِن کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں۔
عمداً شکار کرنے میں گنہگار ہے اور حالتِ سہو (بھولے) میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
مردِ آزاد پر کفارہ بذمّہ خود ہے اور غلام کا کفارہ آقا (مالک) پر واجب ہے۔
طِفل پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ بالغ پر واجب ہے۔
اور جو شخص اپنے شکار پر نادِم ہو تو اُس سے عذابِ آخرت مُعاف ہو جائے گا اور اگر اپنے فعل پر مُصر ہے تو اُس پر عذابِ آخرت کا اور اِضافہ ہو جائے گا۔"

مامون رشید خوشی سے پھولا نہ سمایا اور علماء و سامعین کی طرف دیکھ کر کہا: کہو کیا سمجھے؟ یہ بچّہ علما مشائخ سے بُزرگ تر ہے یا نہیں۔ سب نے تائید کی۔ مامون رشید نے اسی محفلِ مباحثہ کو محفلِ عروسی میں بدل دیا۔ علماء فُضلاء اور حاضرین کو حُکم ہوا کہ بغور سُنیں اور گواہ رہیں۔ مامون خلیفہ نے امام محمّد تقی علیہ السّلام سے کہا: فرزندِ رسولؐ! خطبہ اور صیغۂ نکاح پڑھیے۔ امامؑ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ حفّاظ اور قاریوں نے وَجد کیا سامعین جھومے، قران نے لب ہائے امامؑ چومے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الحمدللّٰہ اِقراراً بنعمتہٖ ولا الٰہ الا اللّٰہ اخلاصاً واحدانیۃ وصلی اللّٰہ علیٰ محمد سید البریۃ والاصفیاء من عترتہٖ امابعد فقد کان من فضل اللّٰہ عن الانام ان اغناھم بالحلال عن الحرام فقال سبحانہ

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (سورۃ النّور۔ آیت نمبر ۳۲)

ترجمہ: اللہ کی حمد و ثنا اس کی نعمتوں کا اِقرار کرتے ہوئے اور اس کی وحدانیت کی پُرخلوص گواہی کہ اس معبود کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد مصطفیٰؐ پر اللہ کی رحمت جو سردار مخلوقات ہیں اور ان کی اولادِ معصومینؑ پر درود و سلام۔ اللہ کا یہ اِنعام ہے کہ اُس نے حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دیا۔ اور قران میں حکم دیا کہ اپنی قوم کی بے شوہر عورتوں،

نیک غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کر دیا کرو۔ اگر یہ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا اور اللہ بہت بڑا علیم ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: میں نے اپنی دادی (فاطمہؑ زہرا بنتِ محمد مصطفیٰ) کے ''مہر'' کے مطابق پانچ سو دراہم پر اُمّ الفضل بنت مامون رشید سے عقد کیا۔

مامون نے کہا: میں نے مذکورہ مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح وکالتاً منظور کیا، کیا آپؑ کو قبول ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ''قبلت'' میں نے قبول کیا۔

عقد ختم ہوا۔ مُبارکباد کا شور آسمان تک پہنچا۔ مامون کی مسّرت کی انتہا نہ تھی۔ جشنِ عروسی منایا گیا۔ اراکینِ سلطنت کرسیوں پر رونق اَفروز تھے۔ عطر اور خوشبوؤں کی کشتیاں چل رہی تھیں۔ علماء کی ڈاڑھیوں میں عطر لگایا جا رہا تھا۔ لذیذ مختلف قسم کی غذاؤں سے دسترخوان پُر تھا۔ اِنعام و اِکرام کی بارشیں ہو رہی تھیں۔

مامون رشید نے بہت سے دستاویزیں (جن میں، کسی میں اراضی۔ کسی میں باغ۔ کسی میں مکان۔ کسی میں خطیر رقم تحریر تھیں) امامؑ پر سے صدقہ اُتار کر پھینکیں۔ بڑے بڑے لوگ لینے کو دَوڑ پڑے۔ چھینا جھپٹی ہوئی۔ لوگ دولت مند ہو گئے۔

پھر خلیفہ مامون رشید نے بآواز بلند کہا: خاموش۔ مجمع ساکت ہوگیا۔ پھر امامؑ کی طرف رُخ کیا۔ اور کہا: آپؑ بھی قاضی یحییٰ سے اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

امامؑ نے قاضی یحییٰ سے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت کسی مرد پر صبح سویرے حرام ہو۔ دوپہر کو حلال ہو جائے۔ زوال کے وقت پھر حرام ہو جائے۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو جائے۔ غروب کے وقت پھر حرام ہو جائے۔ عشاء کے بعد پھر حلال ہو جائے۔ نصف شب میں پھر حرام ہو جائے۔ صبح کو پھر حلال ہو جائے۔''

یوں تو مسائل اور بھی پوچھے جا سکتے تھے مگر شادی کے موقع پر شادی کی مناسبت سے امامؑ کی نظر نے اِسی مسئلہ کا اِنتخاب کیا۔

قاضی یحیٰ نے کھڑے ہو کر کہا: اے فرزندِ رسولؐ! اِس مسئلہ پر آپ ہی روشنی ڈالیں۔

امامؑ نے فرمایا: سنو اور یاد رکھو۔

ایک غیر شخص کی کنیز تھی۔ صبح کو اس کو دیکھنا حرام تھا۔ دِن چڑھے اُس کو خرید لیا حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت اُس سے عقد کر لیا حلال ہوگئی۔ مغرب کے وقت ''ظہار'' کیا حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت ''ظِہار'' کا کفّارہ دے دیا حلال ہوگئی۔ نصفِ شب میں طلاقِ رجعی دے دی حرام ہوگئی۔ صبح کے وقت رجوع کر لیا حلال ہوگئی۔

ہر طرف سے (یہ سُن کر) اَحْسَنْتَ اَحْسَنْتَ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ بعد عروسی امامؑ کا قیام بغداد میں رہا۔ مامون رشید نے بڑی کوشش کی کہ محل سَرا میں قیام فرمائیں۔ مگر آپؑ نے پسند نہ فرمایا اور بغداد میں ایک معمولی مکان میں سکونت اِختیار کی۔ لوگ مسائلِ فِقہ کے اِستفسار کو برابر آتے حتیٰ کہ قاضی یحیٰ بھی اکثر آتے۔

بعد شہادت امام محمد تقی علیہ السّلام ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ کتاب کشف الغمہ اور منہج الدعوات میں مذکور ہے کہ حکیمہ دخترِ امام رضا علیہ السّلام فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی (امام محمد تقیؑ) کی شہادت کے بعد اپنی بھاوج اُمّ الفضل سے ملنے گئی میں نے دیکھا کہ وہ مفارقتِ امامؑ میں زار و قطار رو رہی ہیں۔

کچھ دیر کے بعد مجھ سے کہا: عمّہِ گرامی میں آپ کو ایک واقعہ سُناؤں جو کبھی نہ سُنا ہو۔

میں نے کہا: ضرور سُناؤ۔

کہنے لگیں: ایک روز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت نہایت خوبصورت اور خوش سلیقہ مجھ سے ملنے آئی۔

میں نے کہا: آپ کون ہیں؟

کہا: میں خاندانِ عمّار یاسر سے ہوں اور امام محمد تقیؑ کی زوجہ ہوں۔

میں اُس کے سامنے تو خاموش رہی۔ مگر اس غم و غصّہ کو برداشت نہ کر سکی۔ نصف

شب کے قریب میں روتی ہوئی باپ کے پاس پہنچی اور اُن سے شکایت کی کہ میرے شوہر (امام محمد تقیؑ) نے اور شادی کرلی ہے۔ اور جب میں نے کہا تو وہ مجھے اور آپ (باپ) کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

میرا باپ (مامون رشید) اُس وقت شراب کے نشہ میں بیخود تھا۔ غصّہ میں فوراً تلوار کھینچ لی۔ کچھ خدّام ساتھ لئے اور خانۂ امام محمد تقی کی طرف چل دیا گھر میں داخل ہوا دیکھا آپؑ سو رہے ہیں۔ فوراً تلوار سے پارہ پارہ کرکے اُلٹے پاؤں واپس ہوگیا۔ میں بہت روئی پیٹی اور دل میں کہا یہ میں نے اپنے اوپر کیا ظلم کیا۔ میں روتے روتے سوگئی۔ صبح کو یاسر خادم نے میرے باپ (مامون) سے کہا کہ رات آپ سے ایک خلاف اُمید غلطی سرزد ہوگئی۔ مامون نے وضاحت چاہی۔

یاسر نے کہا، رات آپ کی صاجزادی (امّ الفضل) نے فرزندِ رسولؐ کی شکایت اس طور سے آپ سے کی کہ بے حد غضب ناک ہوگئے۔ نوبت بایں جارسید کہ آپ نے اُسی وقت غیظ وغضب میں اُن کو قتل کردیا۔ مامون یہ سُن کر خوب زار وقطار رُویا، پھر یاسر کو خبر کے لئے بھیجا۔ یاسر پہنچا تو کیا دیکھا کہ امامؑ وضو فرما رہے ہیں۔ بعد وضو میں نے بات کرنی چاہی لیکن امامؑ پھر نماز میں مصروف ہوگئے۔ میں نے فوراً یہ خبر مامون کو دی۔ مامون بے حد خوش ہوا اور شکرِ خدا بجالایا۔ پھر بہت کچھ انعام یاسر خدّام کو دیا اور بیس ہزار دینا امامؑ کی خدمت میں بھیجے۔ یاسر نے لوٹ کر مامون سے بتلایا کہ امامؑ کے جسم پر ایک معمولی سی خراش تک نہیں ہے۔

یہ خبر سن کر مامون رشید اور بھی خوش ہوا اور اپنی تلوار وگھوڑا امام کو تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ اس کے بعد مجھ (اُمّ الفضل) سے کہا کبھی مجھ سے امامؑ کی شکایت نہ کرنا اور نہ تجھے زندہ دفن کردوں گا۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ جو چیز خدا نے ان (امامؑ) کے لئے حلال اور جائز قرار دی ہے میں اس کو حرام اور ناجائز قرار دے دوں۔ پھر مامون رشید نے امام محمد تقیؑ سے معافی چاہی۔ امامؑ نے نصیحت کی کہ شراب نوشی ترک کردے۔ چنانچہ اُس روز سے

تائب ہو گیا۔

(مترجم:۔ شاید لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے لئے ہی قدرت نے یہ معجزہ کیوں دکھایا اور ائمہ بھی تو قتل و شہید ہوئے۔ وہاں یہ معجزہ نہ دکھلایا گیا۔ تو اگر ذرا عمیق نظر سے اس بات کو دیکھا جائے۔ تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس میں قدرت کا بڑا راز تھا۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب کہ امام علی نقیؑ ابنِ محمد تقی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے پھر کس طرح ممکن تھا کہ بغیر نائب اور جانشین کے آئے ہوئے امامؑ کو قدرت اٹھا لیتی)

امام محمد تقی علیہ السلام، مامون رشید کو ہموار کر کے عازم مدینہ ہوئے اُمّ الفضل بھی ہمراہ تھی۔ امامؑ اعجازِ امامت دکھاتے خشک درختوں کو بار آور بناتے مدینہ پہنچے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا سیکڑوں شاگرد عالمِ جیّد بن کر نکلے۔ ہر ایک نے متعدد کتابیں فقہ و حدیث کی تالیف کیں لوگ جوق در جوق حل مسائل کو آتے۔

ایک مرتبہ خلیفہ بیمار ہوا، اور منّت مانی کہ بعدِ صحت یابی کثیر رقم فقراء میں تقسیم کروں گا۔ خدا نے صحت عطا کی تو خلیفہ نے سوچا مجھے کتنی رقم خیرات کرنی چاہیے۔ کثیر رقم سے کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ علماء کو طلب کیا۔ کوئی اس مسئلہ کو نہ حل کر سکا۔ بالآخر امامؑ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: اگر درم کی منت تھی تو اسی (۸۰) دراہم، اگر دینار کی منّت تھی تو اسی (۸۰) دینار خیرات کر دیئے جائیں۔ علماء نے وضاحت چاہی۔

آپؑ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے قران میں ارشاد فرمایا ہے:۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ: (سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۵)۔

ہم نے تمہاری کثیر خطرات میں مدد کی اور جن خطرات یعنی غزوات و سَرایہ میں مدد کی گئی ان کی تعداد اسّی (۸۰) تھی۔ لہٰذا کثیر سے مراد اسی (۸۰) ہے۔

کتاب کشف الغمہ میں قاسم بن محسن سے روایت ہے کہ میں نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان راہ میں ایک اعرابی کو دیکھا جو بھوکا اور پیاسا تھا میں نے اُسے کچھ کھانے

کو دیا اور سیراب کیا۔ جب وہ چلا گیا تو ایک سخت آندھی آئی۔ اور میرے عمامے کو ہوا اُڑا کر لے گئی۔ مایوس ہو کر میں چل پڑا، غرض یہ کہ مدینہ پہنچ گیا اور خدمت امامؑ میں حاضر ہوا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ کہوں آپؑ نے فرمایا: قاسم تمہارا عمامہ ہوا میں اُڑ گیا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

امامؑ نے غلام سے اشارہ فرمایا کہ قاسم کا عمامہ لا کر دیدے۔ جب عمامہ سامنے آیا تو میں حیران رہ گیا۔ کہ یہ عمامہ یہاں کیسے آ گیا۔

پھر میں نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ یہ عمامہ آپ کے پاس کہاں سے آیا؟

فرمایا: چونکہ تم نے فلاں مقام پر کسی بھوکے پیاسے کو شکم سیر کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے بموجب: ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیعُ اَجرَ اَلمُحسِنِین (سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۶۔) تیرا عمامہ تجھ تک پہنچا دیا۔

آپ کے جود و کرم بخشش و سخاوت کے بے شمار واقعات ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کر رہے ہیں۔ مدینہ میں کچھ کنیزیں آئی ہوئیں تھیں۔ مدینہ کا ایک سیّد، ایک کنیز کی طرف ملتفت تھا اور چاہتا تھا کہ اس کو خریدوں مگر قیمت نہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھا۔ ایک روز امامؑ کی خدمت میں آیا۔

گریاں و نالاں اور کہا: فرزندِ رسولؐ! تنگ حالی سے تنگ آ گیا ہوں۔ ایک کنیز میں خریدنا چاہتا تھا مگر مجبور ہوں میرے پاس قیمت خرید نہیں۔ امامؑ نے سنا۔ سیّد سے کہا: وہ کنیز معلوم ہے کہ کہاں ہے؟

اس نے معلوم کر کے بتلایا کہ اس کو کوئی شخص نامعلوم خرید کر لے گیا اور سیّد زار و قطار رُویا امامؑ نے فرمایا آ، میرے ہمراہ اس بَرابَر والے باغ کی سیر کو چلیں شاید تیرا غم غلط ہو جائے اور تجھے معلوم ہو جائے کہ اس کو کون خرید کر لے گیا ہے۔ آپ باغ میں داخل ہوئے سیر کرتے ہوئے خانہ باغ میں داخل ہوئے جو فرش و فروش سے مزین تھا۔ اور وہاں ایک کنیز خوبرو اور خوش لباس ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی تھی سیّد نے اس کو دیکھ کر اپنی آنکھیں

بند کرلیں امامؑ نے فرمایا کہ آنکھیں کھول دے تو اس کا محرم ہے اور وہ تیری محرم ہے جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ وہی کنیز تھی جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا۔ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

امامؑ نے فرمایا خدائے تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی نیک خواہشوں کو اپنے نیک بندوں کے ذریعہ پوری فرماتا ہے۔ اب یہ باغ۔ یہ گھر اور یہ کنیز یہ سب تیرا مال ہے۔ آرام کی زندگی بسر کر اور اس کا شکر ادا کر۔

آپؑ کے تبحّر علمی کے لئے یہ واقعہ ہی کافی ہے جو کشف الغمہ اور فصول المہمہ میں مذکور ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اطراف نواحی کے بے شمار لوگ جمع تھے اور انھوں نے اس روز امامؑ سے تیس ہزار مسائل کے جواب پوچھے امامؑ نے ہر ایک کو جواب باصواب دے کر خوش وخرم رخصت کیا۔ اس وقت امام محمد تقی کی عمر دس سال کی تھی۔

وہ نصوص جو آپ کی خلافت اور امامت کے بارے میں منقول ہیں۔ کُتب اخبار و مَناقِب بالخصوص کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ صفوان ابنِ یحییٰ نے کہا کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا فرزند رسولؐ میں نے جب بھی سوال کیا کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا آپؑ نے یہی فرمایا کہ خدا مجھے ایک پسر عطا فرمائے گا وہ تمہارا امام ہوگا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے فرزند بھی عطا ہوا۔ اَب فرمایئے کہ ہمارا امام کون ہوگا۔

آپ نے امام محمد تقی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: (حالانکہ آپ کی عمر ابھی تین سال کی تھی) یہ ہے تمہارا امام۔

میں نے کہا: ہماری جان آپ پر فدا یہ تو ابھی تین ہی سال کے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

عیسیٰؑ ان سے بھی عمر میں چھوٹے تھے کہ خداوند عالم نے ان کو خلائق پر اپنی حجت قرار دیا۔ ہمارے چھوٹے بڑے میں کوئی فرق نہیں۔

نیز ابنِ ابی نصر بزنطی سے مروی ہے کہ نجاشی بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا امام کون ہے امام علی رضاؑ کے بعد۔ میں نے کیونکہ امام علی رضاؑ سے اس کے متعلق کوئی بات نہیں سنی تھی لہٰذا جواب نہیں دیا اور امام کی خدمت میں آ کر نجاشی کا سوال دُہرایا۔ امامؑ نے فرمایا کہ امام میرے بعد میرا پسر ہے پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جس کے پسر نہ ہو وہ یہ جرأت کرے کہ میرا پسر امام ہے۔ اس وقت تک امام محمد تقیؑ پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ بعد میں ولادت ہوئی۔

آپ کی نصوص میں بے شمار احادیث ہیں بہ نظرِ اختصار اسی پر اکتفا کی جارہی ہے حضرتؑ کو بغداد میں بُلوا کر معتصم عباسی نے ۲۲۰ھ میں زہر سے شہید کرادیا اور مقابر قریش میں ۲۸ رمحرّم یا روز سہ شنبہ ۲۵ رذی الحجہ کو دفن ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَتَہ۔

ذکرِ امامِ دہم امام محمد علی نقی علیہ السلام

اسمِ شریف علیؑ بن محمد الجواد۔ والدہ گرامی سمانہ مغربیہ، اَلقاب ہادی، متقی، مرتضیٰ، عالم و امین وطیّب، مشہور ترین اَلقاب ہادی ونقی، کنیت اَبوالحسن گندمی رنگ۔ میانہ قد۔ انگشتری کا نقش (اَللّٰہ ربّی عصمتی من خلقہٖ)

آپؑ کے زمانہ کا شاعر عوفی اور دیلمی۔ دربان عثمان ابنِ سعید تھا۔

آپؑ کے زمانہ کے خلفاء عبّاسی معتصم، واثق متوکل، مستنصر، مستعین اور معتز تھے۔

ولادت مدینہ طیبہ ماہ رجب سنہ ۲۱۴ھ عمر عزیز چالیس سال۔

زمانۂ امامت تینتیس سال۔ معتز کی زہر خورانی سے شہادت پائی۔ قبر مبارک سرمن رائے جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے۔

اولاد میں چار پسر (ابومحمد وَصی و جانشینِ حضرتؑ۔ حسین۔ محمد اور جعفر) دختر ایک (عائشہ)۔ آپ امام محمد تقیؑ کے بعد نصِ رسولؐ اور نصوصِ ائمہ سابقین کی بموجب امامِ خلق ہوئے۔

فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ جب امام محمد تقی کو معتصم عبّاسی نے مدینہ سے بلایا میں روانگی کے وقت امام کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے امام سے دستِ بستہ عرض کی: میں اس باغی ظالم کی طلب پر پریشان ہوں اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ پیش آیا تو یہ فرمایئے کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا۔

فرمایا: اَمرِ امامت میرے بعد میرے پسر، علیؑ سے متعلق ہے۔

اس بات کو اَحمد خادمِ خاص سلطنتِ عباسیہ نے بھی سنا جب میں باہر آیا تو اس نے

مجھ سے پوچھا کہ امامؑ نے تجھ سے کیا کہا۔ میں نے اس سے چھپانا چاہا اس نے لفظ بہ لفظ قولِ امامؑ دُہرادیا میں نے کہا کہ تو نے فعل حرام کیا خدا نے فرمایا ہے (لَا تَجَسَّسُوا)۔

جب امام محمد تقیؑ الجواد نے دُنیا سے کوچ فرمایا اور روسائے شیعہ برائے تحقیق امامت جمع ہوئے تو میں نے قولِ امامؑ اور وہ سب واقعہ ان کو سنایا اور احمد کو بُلوا کر اس سے بھی گواہی دلوائی حتیٰ کہ سب لوگ مطمئن ہوگئے اور سب نے امامؑ علی نقیؑ کو اپنا امام قبول کرلیا۔ آپؑ کے مناقب اور معجزات اس کثرت سے ہیں جن کا بیان اس مختصر ترجمہ میں دشوار ہے ہم کشف الغمّہ اور فصول المہمّہ سے کچھ باتیں نقل کررہے ہیں۔

کتب مذکورہ میں مذکور ہے کہ آپ ایک روز سامرہ سے ایک قریہ کی جانب تشریف لے جارہے تھے کہ ایک اعرابی راہ میں ملا، بڑے ادب سے سلام کیا اور رو کر کہنے لگا: مولاؑ میں آپ کے خادموں اور غلاموں میں سے ہوں اور میرے اوپر ایک کثیر رقم قرض ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کے آستانہ کے علاوہ کسی اور دروازہ پر جاؤں۔ آپؑ نے اعرابی کو دوسرے روز طلب کرکے اس سے فرمایا کہ تیرا قرض ان شآء اللہ ادا ہوجائے گا۔ لیکن جو کچھ میں کہوں تو اس کے خلاف نہ کرے۔

اعرابی نے کہا: مولاؑ بھلا غلام کی کیا مجال کہ میں آپ کے خلافِ حکم کوئی کام کروں۔

امامؑ نے اس کو ایک کاغذ اپنی مُہر لگا کر دیا کہ اتنا روپیہ کا میں اس اعرابی کا قرض دار ہوں۔ اور اعرابی سے کہا: فلاں وقت تو میرے پاس آنا کچھ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوں گے تو ان کے سامنے اپنے روپوں کا تقاضہ کرنا اور سخت سخت الفاظ میں تقاضہ کر میری طرف سے تو معاف ہے۔ آپ جب وقت معینّہ پر باہر تشریف لائے تو کچھ لوگ آپؑ کی مزاج پُرسی کو آئے ہوئے تھے اعرابی نے آکر سخت تقاضہ کیا۔ امامؑ، گردن جُھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ پاس بیٹھنے والوں نے اعرابی کو تسلّی و تشفّی دی اور یہ خبر اسی رُوز خلیفہ تک پہنچی اُس نے متاثر ہوکر تیس ہزار درہم امامؑ کی خدمت میں بھجوائے۔

امامؑ نے اعرابی کو بُلوا کر کُل رقم اس کے حوالہ فرمائی اور فرمایا جو کچھ باقی بچے وہ اپنے

اہل وعیال کے خرچ میں لائے۔ اعرابی نے کہا کہ مولاؑ اس رقم کا ایک ثلث میرے لیے کافی ہے اور مزید رقم لے کر میں کیا کروں گا۔ امامؑ نے فرمایا یہ سب تیرا مال ہے اس خدا کا شکر جس نے مجھے تجھ سے شرمندہ نہ ہونے دیا۔

مذکورہ دونوں کتابوں میں مذکور ہے کہ خیران اسباطی سے روایت ہے کہ میں مدینہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھ سے فرمایا: کیا تو عراق سے آ رہا ہے۔

میں نے کہا: ہاں۔

فرمایا: واثق کا کیا حال ہے۔

میں نے کہا: زندہ وسلامت ہے۔

پھر فرمایا: متوکل کا کیا حال ہے۔

میں نے کہا: وہ قید خانہ میں بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہے۔

پھر سوال کیا: زیادت کو کس حال میں چھوڑا۔

میں نے کہا: اسی کا حکم ہے۔ اسی کی حکومت عراق پر ہے۔

امامؑ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا: جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اے خیران! واثق فوت ہوگیا اور ابنِ زیادت مار ڈالا گیا اور متوکل کو بادشاہ بنا دیا گیا۔

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ کب ہوا۔

فرمایا: تیرے روانہ ہونے کے بعد۔ اس کے دو چار روز بعد عراق سے جو خبر آئی وہی تھی جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

نیز کتبِ مذکورہ میں تحریر ہے کہ متوکل کے حلق میں ایک دمل (پھوڑا) نکل آیا تھا۔ بڑے علاج معالجے ہوئے مگر اِفاقہ نہ ہوا۔ مایوسی بڑھتی چلی گئی۔ متوکل کی ماں کو اُلفتِ مادری نے تڑپا دیا اور اس نے منّت مانی کہ اگر متوکل کو شفا ہو تو میں ایک کثیر رقم امام علی نقیؑ کی خدمت میں بھیجوں گی۔ معالج اور اطبّاء جمع تھے اور حیران تھے کہ فتح ابنِ خاقان (وزیرِ متوکل) نے کہا کہ ابوالحسنؑ علی ابنِ محمدؑ سے معلوم کیا جائے شاید وہ کوئی دوا بتلا سکیں۔

چنانچہ امامؑ کی خدمت میں کسی کو بھیجا گیا۔
آپؑ نے حال سن کر فرمایا: بکرے کی مینگنیاں گلاب کے عرق میں حل کر کے ''دمل'' پر لگائیں۔ خدائے تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔
جب قاصد نے واپس آ کر امامؑ کا فرمودہ یہ نسخہ بتلایا سب کے سب ہنسے مگر خیزراں نے کہا کہ کیا قباحت ہے۔ اگر یہ عمل کر لیا جائے اور مفید نہیں تو نقصان دِہ بھی نہیں ہے۔
چنانچہ جیسا امامؑ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا گیا۔ لگاتے ہی متوکل سُو گیا۔ کچھ دیر بعد دمل ٹوٹ گیا مواد بکثرت خارج ہوا اور چند روز بعد متوکل بالکل صحت یاب ہو گیا۔ ماں نے خبرِ صحت سُن کر دو ہزار دینار کی ایک تھیلی اپنی مُہر لگا کر امامؑ کی خدمت میں بھیجی، کچھ عرصہ بعد دشمنانِ اہلبیتؑ نے متوکل سے کہا کہ یہ رافضیوں کا امام، مال اور اسلحہ جمع کر رہا ہے اور خروج کا مصمّم اِرادہ ہے۔ متوکل خائف ہوا اور اپنے خادم سعید کو حکم دیا کہ شب میں پُشت خانہ سے امامؑ کے گھر میں داخل ہو اور جو کچھ گھر میں موجود ہو وہ سب لا کر میرے سامنے پیش کرے۔
چنانچہ سعید گیا۔ نردبان کے ذریعہ پشت خانہ سے چھت پر پہنچا۔ اُترنے کا راستہ نظر نہ آیا۔ ایک آواز آئی ''سعید صبر کر میں شمع بھجوا رہا ہوں تا کہ اُترنے میں آسانی ہو جائے۔''
سعید چھت سے نیچے آیا دیکھا امامؑ چٹائی پر، روبقبلہ مشغول عبادت ہیں امامؑ نے فرمایا: سعید شمع لے کر ہر گوشہ اور کونے میں تلاش جاری رکھ۔ سعید نے بڑی کوشش کے بعد ایک طاقچہ سے ایک تھیلی سربمہر اُٹھائی، اور لے گیا۔ متوکل سے کہا: میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں تلاشی نہ لی ہو مگر اس تھیلی کے سوا اس گھر میں اور کچھ نہیں ملا۔
متوکل اس تھیلی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس تھیلی پر ماں کی مُہر تھی۔ متوکل اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، ماں نے کہا: میں نے تیری بیماری سے پریشان ہو کر، یہ منت مانی تھی کہ اگر تجھے خدا شفا عطا فرمائے تو میں اتنی رقم امام علیؑ نقی کی خدمت میں بھجواؤں۔ متوکل نے وہ تھیلی امامؑ کو واپس بھجوا دی اور سعید سے کہا کہ

کہنا ایک غلط خبر کی وجہ سے ایسی گستاخی ہوئی معاف فرمائیے۔ امامؑ نے الفاظ عذر خواہی سُن کر فرمایا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (۲۲۶)

امامؑ، مدینہ میں ہدایت کا آفتاب بن کر تشنگانِ ہدایت کو صراطِ مستقیم دِکھاتے رہے۔ متوکّل کو خبریں پہنچیں کہ امام کے معتقدین کی جماعت بڑھتی جارہی ہے۔ دیرینہ دشمنی میں اُبال آیا۔ نبضِ عداوت پھڑکی، امامؑ کو سامرہ بُلا بھیجا اور سامرہ میں آپ کو بغرض توہین و اہانت خانہ الصّفا لیک میں ٹھہرایا گیا جو غرباء اور فقراء کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ ایک محبِّ اہلبیتؑ آپ سے ملنے آیا اور قیام گاہ کو دیکھ کر رُو دیا۔ امامؑ نے رونے کا سبب پوچھا۔

کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ بھیک مانگنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جہاں ظالم نے آپ کو ٹھہرایا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اِس میں بھی ذلّت نہیں۔ فقراء کی ہم نشینی ہماری عزّت ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے میں کہاں ہوں۔ دیکھو یہ مقام کیا ہے۔ اس نے اَب جو دیکھا، ایک سرسبز و شاداب باغِ جنّت الفردوس ہے۔ ہرے بھرے درخت میوے سے لدے ہوئے ہرطرف حور وغِلماں خدمت کو کمر بستہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

نیز ایوّب ابنِ نوح سے روایت ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں خط لکھ کر درخواست کی کہ زمانہ ولادت قریب ہے دعا فرمائیے کہ خدا مجھے لڑکا کرامت فرمائے۔ جواب آیا کہ لڑکے کا نام محمّد رَکھ۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام میں نے محمّد رکھّا۔

نیز علی بن حجّال سے روایت ہے کہ میرا باپ بیمار تھا اور میرے پیر میں سخت درد تھا۔ میں نے امامؑ کو لکھا کہ میں پَیر کے درد کی وجہ سے حاضری سے معذور ہوں دُعا فرمائیے کہ یہ تکلیف دَفع ہو اور میں زیارت سے مشرّف ہوسکوں۔ لیکن باپ کی بیماری کو لکھنا بھول گیا۔ جواب آیا کہ خدا نے تیرے باپ اور تجھے دونوں کو شفا بخشی۔

نیز ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آپ کے ساتھ جارہا تھا کہ راستہ میں ایک ترک سوار ملا جب وہ قریب آیا تو آپ نے اس سے کچھ کہا وہ اپنے گھوڑے سے

کود کر آپ کے قدموں کو چومنے لگا اور مجھ سے اُس نے پوچھا کہ یہ شخص کیا پیغمبر ہے؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ اولادِ پیغمبر ہے مگر تجھے کیا ہوا جو تو اِس قدر تعظیم و تکریم سے قدموں کو چوم رہا ہے اس نے کہا ترکستان میں بچپن میں مجھے ایک روز ایک نام لے کر میری ماں نے پکارا تھا۔ اس شخص نے وہی نام لے کر مجھے پکارا۔ حالانکہ سوائے میرے اِس نام سے کوئی واقف نہیں۔

نیز فریقین سے یہ معتبر روایت ہے کہ اِصفہان میں ایک شخص سے جو امام سے عقیدت اور محبّت رکھتا تھا۔ کسی اِصفہانی نے سوال کیا کہ اَے عبدالرحمٰن تو امام علی نقیؑ سے اس قدر محبّت کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا میں ایک روز خانۂ متوکّل کے قریب تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نورانی صورت گھوڑے پر سوار دربار کی طرف جارہا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ سیّد علوی ہے۔ رافضی ان کو اپنا امام کہتے ہیں اور خلیفہ نے ان کو قتل کرنے کے لیے بلایا ہے۔ مجھے رحم آیا اور نورانی صورت کی محبّت میرے دِل میں جوش زَن ہوئی میں نے خدا سے دُعا کی: معبودا! شرِّ متوکّل سے اس بندہ کو نجات دے۔ جب سواری ان کی میرے قریب آئی تو میرا نام لے کر فرمایا: تیری دُعا بارگاہِ اَقدس میں قبول ہوئی تیری عمر دَراز ہو مال و اَولاد سے بہرہ مند ہو۔ میں یہ سُن کر کانپ گیا، لوگوں نے پوچھا، یہ تجھے کیا ہوا مگر میں نے مخفی رکھّا۔ امامؑ بخیریت متوکّل کے پاس سے واپس ہوئے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد خدا نے مجھے دولت مال و اولاد سے مالا مال کر دیا۔

نیز ہبہ ابنِ منصور موصلی سے روایت ہے کہ شہر ربیعہ میں ایک نصرانی تھا، یوسف ابنِ یعقوب میرے والد کا بڑا دوست تھا ایک روز ہمارے گھر آیا اور ایک واقعہ بیان کیا کہ متوکّل خلیفہ نے مجھے بلوایا اور خیال تھا کہ میں زندہ واپس نہ آسکوں میں نے علی نقیؑ ابنِ محمّد تقیؑ کے حالات سنے تھے، سوچا کہ اِن کو سَو دِینار بطورِ نذر پیش کروں اور دُعا کی درخواست کروں۔ چنانچہ ایفائے نذر کے لئے میں نے ان کے گھر کی تلاش کی جو نہ ملا اور میں کسی سے نشان خانہ پوچھنا بھی خوف سے نہ چاہتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے گھوڑے کی

لجام اس کی گردن پر ڈال دی۔

خدا کی شان کہ گھوڑے نے ایک دروازہ کے سامنے قیام کیا میں نے ہر چند چاہا کہ گھوڑے کو آگے لے جاؤں لیکن وہ نہ چلا ایک شخص سے میں نے پوچھا: یہ کس کا مکان ہے؟ معلوم ہوا امام علیؑ نقی کا، میں حیران رہ گیا اِتنے میں ایک غلام آیا اور مجھ سے کہا کہ یوسف بن یعقوب آپ ہیں۔ میں اور حیران ہوا کہ میرا اور میرے باپ کا نام اس کو کیسے معلوم ہوا خادم پھر آیا اور مجھ سے کہا: جو سو دینار لائے ہو وہ دے دو میں۔ بے حد حیران ہوا اور وہ دینار اس کو دے دیئے پھر اس نے آ کر کہا: امامؑ آپ کو بلاتے ہیں۔

اندر گیا فرمایا: ابنِ یعقوب ہمارے متعلق تم اب مطمئن ہو۔

میں نے کہا: بے شک اَب کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہی۔

امام نے فرمایا: افسوس تم مسلمان نہیں ہو سکتے تمہاری قسمت میں اسلام نہیں البتہ تمہارا لڑکا ہمارا محبّ اور مومن ہوگا۔ اے یوسف! لوگوں کا گمان ہے کہ ہماری دوستی کوئی فائدہ بخش نہیں حالانکہ ہماری دوستی نافع ترین چیز ہے۔ جاؤ شرِ متوکّل سے بھی محفوظ رہو گے چنانچہ متوکّل کے پاس سے میں بخیر و عافیت واپس آیا۔

ہبۃ اللہ کہتا ہے۔ میں نے اس کے پسر کو دیکھا جو اِعتقاد و محبّت میں شیعوں سے بھی پیش پیش تھا مجھ سے اس نے کہا کہ میرا باپ عیسائی تھا اور میں بحمدللہ مومن ہوں۔

ایک بڑا مشہور واقعہ ہے جس کو ہر طبقہ کے مورّخ نے بڑے وَثوق سے تحریر کیا ہے کہ متوکّل کے دربار میں ایک بڑا ماہر بے بدل ہندی شعبدہ باز آیا جس کے محیّر العقول شعبدے دیکھ کر متوکّل حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں ایک شخص کو کھانے پر بُلاتا ہوں تو اپنے کمالِ فن سے اس کو بھرے مجمع میں اگر شرمسار کر دے تو اِنعامِ وافر کا مُستحق ہوگا۔ اس نے وعدہ کیا۔ امامؑ کو متوکّل نے بُلایا۔ دسترخوان بچھا، چند۔ نان اس پر رکھے گئے۔ شعبدہ باز کو امامؑ کے پہلو میں بٹھایا گیا۔

امامؑ سے کہا: کھانا حاضر ہے کھایئے۔

امامؑ نے نان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔شعبدہ باز نے اپنا فن دِکھایا وہ نان ہوا میں اُڑ گیا۔ امامؑ نے دوسری نان کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ بھی ہَوا میں پرواز کرگیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔تو حاضرین نے قہقہہ لگایا۔امامؑ نے شعبدہ باز کی طرف قاہرانہ انداز سے دیکھا۔ پردہ پر ایک تصویر شیر کی بنی ہوئی تھی پھراس تصویر کی طرف دیکھ کر کہا خذہٗ۔اس شعبدہ باز کو نِگل جا۔

پردے کا شیر جاندار ہوکر بڑھا اور شعبدہ باز کو نِگل گیا حاضرین اُور متوکّل کے اُوسان خطا ہوگئے۔ امامؑ نے شیر کو واپسی کا حکم دیا پھرتصویر بن گیا۔ جب متوکّل ہوش میں آیا تو امامؑ سے درخواست کی کہ اس شعبدہ باز نے واقعی خطا کی جس کی سزا پائی یہ کیونکہ ہندی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو واپس کرادیں۔

امامؑ نے فرمایا: اگر موسیٰؑ کے اژدھے نے جادوگروں کے سانپوں کو واپس کردیا ہوتا تو میں بھی کرادیتا۔ یہ فرما کر دربار سے اُٹھ کر چلے آئے۔

متوکّل نے امامؑ کو بڑا مرعوب کرنا چاہا مگر دین و دُنیا کا شہنشاہ، کائنات کا حکمراں دنیائے فانی کے فانی شاہوں سے کیا مرعوب ہوتا۔ تدبیریں بڑی ہوئیں۔ ایک روز متوکّل کا حکم ہوا کہ میرا تمام لشکر میدان میں آ کر سلامی پیش کرے اور ایک ایک توبرہ مٹی ہر سپاہی لاکر میدان میں جمع کرے نوّے ہزار سپاہیوں کے ایک ایک توبرہ مٹی نے ایک پہاڑ بنا دیا۔متوکّل نے اس پر چڑھ کر امامؑ کو بُلایا اور کہا: آپ نے ایسا باعظمت اور باشوکت لشکر دیکھا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تو دیکھنا چاہتا ہے۔ دیکھ وہ سامنے ہمارا لشکر ہے جو سلامی ہمیں پیش کر رہا ہے متوکّل نے سامنے دیکھا مابین زمین و آسمان اَز مشرق تا مغرب مسلّح سوار رزق برق وردیاں پہنے حکم امامؑ کے منتظر ہیں۔ یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بجائے اِس کے کہ امامؑ کا احترام اس کے دِل میں زیادہ ہوتا۔ اس خیال سے کہ یہ تو مجھ پر جس وقت چاہیں گے غلبہ حاصل کرلیں گے۔ دشمنی اور بڑھ گئی۔ (کشف الغمہ و کتاب طبری)

انہی دونوں مذکورہ کتابوں میں ابوسعید سہل ابنِ زیاد سے روایت ہے کہ ابوالعباس

احمد بنِ اِسرائیل نے کہا کہ میں مستنصر کا کاتب تھا۔ مستنصر کے ہمراہ میں متوکّل کے پاس گیا۔ دیکھا تخت پر بیٹھا ہے اور اس قدر غصّہ میں ہے کہ ہماری طرف متوجہ تک نہیں ہوتا اور نہ بیٹھنے کو کہتا ہے اور فتح ابنِ خاقان سے بار بار کہہ رہا ہے کہ یہ ہیں وہ باتیں جو اِس کے بارے میں کہی جاتی ہیں۔ میں اس کو کسی حال بغیر قتل کیے نہ چھوڑوں گا۔ فتح ابنِ خاقان بار بار کہتا تھا کہ سب کچھ اِن پر اِفترا اور بہتان ہے مگر اس کا غصّہ کم نہ ہوتا تھا۔ اِس نے جلاّدوں کو حکم دیا کہ جس شخص کو میں بُلا رہا ہوں اس کو دیکھتے ہی پارہ پارہ کر کے جُلا دو اور اِس کا مطلب امام علی نقیؑ سے تھا۔ جب آپ داخل ہوئے تو نہایت مطمئن اور بشاش تھے چہرہ سے کوئی آثارِ پریشانی نمودار نہ تھے اور دونوں ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔

جب متوکّل نے حضرتؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو تخت سے کود کر بھاگا اور قدموں جا پڑا۔ ہاتھ پکڑ کر بار بار کہتا تھا: یا سیّدی، یابن رسولؐ اللہ، یا مولائی۔

حضرتؑ اس کو نصیحت فرماتے تھے کہ ایسا نہ کر۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ اس وقت بے وَقت آپ نے کیوں زحمت فرمائی۔

آپ نے کہا: تیرے پیغامبر نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا۔

کہنے لگا: اِس مادر بخطا نے آپ سے غلط کہا۔ فرزندِ رسولؐ آپ بخوشی و بہ آرام تشریف لے جائیے۔ اراکین کو حکم دیا کہ امامؑ کو پہنچا کر آئیں۔

امام اس طرف سے گزرے جس طرف جلاّد قتل کے لیے تیّار تھے۔ جلاّد سجدہ میں گر گئے بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ تم سجدہ میں کیوں گرے تو اُنھوں نے بیان کیا کہ ان کے اِردگرد تقریباً سو تلواریں ان کی حفاظت میں بے نیام تھیں۔ جب فتح ابنِ خاقان امامؑ کو پہنچا کر واپس آیا تو متوکّل نے اس سے کہا کہ تو سچّا تھا تیری سچائی ظاہر ہوگئی۔

نیز محمد ابن فرح سے روایت ہے کہ امامؑ نے اس سے فرمایا کہ تجھے اگر کسی مسئلہ کے جواب کی ضرورت پیش آئے تو اس مسئلہ کو لکھ کر اپنے مصلّے کے نیچے رکھ لے بعد نماز اس کو دیکھ جواب اس پر لکھا ہوگا۔ چنانچہ بار ہا میں نے ایسا کیا اور اپنے سوال کا جواب پایا۔

ابنِ سکیت سے روایت ہے کہ متوکل نے مجھ سے کہا: کہ دربار عام میں تو امام علی نقیؑ سے کوئی ایسا سوال کر جس کا جواب وہ نہ دے سکیں اور شرمندہ ہوں۔

چنانچہ دربار عام میں جب سب لوگ جمع تھے میں نے امامؑ سے کہا: کیا اجازت ہے میں آپ سے کوئی سوال کروں۔

آپ سمجھ گئے فرمایا: ضرور سوال کرو۔

میں نے کہا: حق تعالیٰ نے موسیٰؑ کو معجزہ عصاء اور ید بیضا دیا اور عیسیٰؑ کو معجزہ اَحیائے اَموات، اِس کی کیا وجہ ہے۔

امامؑ نے فرمایا: موسیٰؑ کے زمانے میں سحر (جادو) مقامِ عروج پر تھا، ساحروں کو ذلیل کرنے کے لیے خدا نے موسیٰؑ کو معجزہ سحر عطا فرمایا۔ عیسیٰؑ کے زمانے میں طِبّ مقامِ عروج پر تھی۔ اِن باکمال اَطبّاء پر غالِب آنے کے لیے قدرت نے عیسیٰؑ کو معجزہ اَحیائے اَموات عطا کیا۔ ہمارے پیغمبرؐ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت کا عرب میں ڈنکا بج رہا تھا لہٰذا سب سے فصیح و بلیغ چیز قدرت نے قران عطا فرمایا جس کے سب سے چھوٹے سورہ کا جواب بھی فصحائے عرب نہ لا سکے۔

متوکل نے امامؑ کی فتح کا اندازہ لگایا اور اپنے دربار کے قاضی القضاۃ یحییٰ بنِ اَکثم سے کہا کہ وہ مشکل ترین سوالات لکھ بھیجے چنانچہ بھیجے گئے امامؑ نے ہر سوال کا جواب دیا جس کو درباری قاضی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ سوال و جواب کتاب مناہج میں تحریر ہیں۔

امامؑ دس سال اور چند ماہ سامرہ میں رہے اور ماہ رجب میں ۲۵۴ھ میں سامراہ میں مدفون ہوئے۔ معتز نے خائف ہوکر کہ کہیں امامؑ خروج نہ فرمائیں زہر سے شہید کرا دیا۔

اللّٰھم ارزقنا زیارۃ۔

ذِکرِ امامِ یازدہم امام حسن عسکری علیہ السلام

اِسمِ شریف: حسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالِب صلوٰۃ علیہم اَجمعین۔

مادرِ گرامی: اُمّ وَلَد سوسن نام۔

آپؑ کا لقب: عسکری، سراج۔ کنیت ابو محمّد۔

آپ کے والد اور جدِّ بزرگوار آپ کو بچپن میں ابنِ رضا کہا کرتے تھے۔ گندمی رنگ، انگشتری کا نقش (سبحان اللّٰہ من لہ مقالید السّموات والارض) شہنشاہِ عبّاسیہ معتز، مہتدی۔ معتمد دربانِ عثمان بن سعید، شاعر ابنِ رومی آپؑ کا مولد مدینہ طیّبہ۔

تاریخِ وِلادت: ۲۳ ربیع الآخر ۲۳۲ھ۔

تاریخِ وفات: روز جمعہ ماہ ربیع الآخر ۲۶۰ھ۔

مدفنِ مبارک: سامرہ (پدرِ بزرگوار کے پہلو میں)

عمرِ عزیز: اٹھائیس سال،

زمانۂ امامت: چھ سال۔ معتمد عبّاسی کے زہر سے شہادت واقع ہوئی۔

آپؑ کی اَولاد میں جو آپ کے بعد باقی رہی قائم آلِ محمّد جن کو خوفِ اَعداء سے مخفی رکّھا گیا۔ آپ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔ اگرچہ آپ کے علوی درجات کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ آپ قائم آلِ محمّد اِمامِ زمانہ کے پدر بزرگوار ہیں۔ آپؑ کی اِمامت پر نصوص بے شمار ہیں۔ رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ، فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے علاوہ جملہ ائمۂ طاہرینؑ نے آپ کی خلافت اور امامت کی خبر دی ہے۔

یحییٰ بن یسار سے کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ابوالحسن علیؑ بن محمّدؑ نے رحلت سے

چار ماہ قبل فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہوگا۔

نیز علی بن عمرو بن نوفل سے روایت ہے کہ میں امامؑ کے پاس کھڑا تھا کہ ایک لڑکا اس طرف سے گزرا، میں نے امامؑ سے عرض کی کہ آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہے۔ آپؑ نے فرمایا یہ لڑکا جس کا نام حسن ہے۔

عبداللہ بن محمد اصفہانی سے روایت ہے کہ امام علیؑ نقی نے مجھ سے فرمایا تمہارا امام، بعد میرے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر نماز پڑھے۔ میں نے امام حسن عسکریؑ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بعد انتقال امام میں نے امام حسنؑ عسکری کو دیکھا کہ آئے اور اپنے پدرِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور میں سمجھ گیا کہ ہمارے امام اَب امام حسنؑ عسکری ہیں۔

کشف الغمہ میں ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک روز جبکہ امام علیؑ نقی کا بڑا فرزند یحییٰ اس دار فانی سے کوچ کر گیا، امام سے ملنے گیا جب میری نظر امام کے فرزند حسن عسکری پر پڑی تو میں نے دِل میں سوچا کہ یہ قصّہ بھی امام جعفر صادقؑ کے فرزند اسماعیل اور موسیٰؑ کاظم جیسا ہے کہ اسماعیل آپ کی زندگی میں فوت ہوئے اور دوسرے فرزند موسیٰؑ کاظم امام ہوئے۔ میں دِل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ امام نے میری طرف بغور دیکھا اور فرمایا: جعفری تمہارا خیال بالکل بجا ہے، میرے بعد یہ میرا فرزند حسن عسکری میرا جانشین اور نائب ہے۔ آپؑ کی امامت کے نصوص بے شمار ہیں۔ ہم اِسی پر اکتفا کر کے چند معجزات کا ذِکر کرنا چاہتے ہیں۔

کشف الغمہ، فصول المہمہ اور مناہج وغیرہ میں مذکورہ ہے کہ حسن ابنِ طریف نے کہا کہ میں تپِ ربع (بخار) میں مبتلا تھا۔ تکلیف سے بے چین ہوکر امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور یہ سوچتا ہوا گیا کہ امامؑ سے یہ بھی سوال کروں گا کہ جب قائم آلِ محمدؑ کی حکومت داؤد علیہ السلام کی جیسی ہوگی اور اے حسن ابنِ طریف تو کچھ اپنے بخار کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ میں بڑی تکلیف میں ہوں۔

فرمایا: کاغذ پر لکھو (یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ) (الانبیاء آیت نمبر ۶۹)

اور سر پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بخار جاتا رہا۔ پھر جس کو میں نے یہ دُعا بتلائی اس کو شفاء حاصل ہوئی۔

کشف الغمہ، فصول المہمہ اور خرائج وغیرہ میں محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰؑ ابن جعفرؒ سے روایت ہے کہ ایک زمانہ میں میں بہت پریشان حال تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ کرم و سخاوت میں ابو محمدؑ سے بڑھ کر اور کون ہے۔ ان کی خدمت میں چلیں۔ شاید ہمارے درد کا مُداوا ہو جائے۔ راستہ میں والد نے کہا کہ مجھے پانچ سو دِرہم کی اس وقت سخت ضرورت ہے میں نے کہا مجھے تو صرف تین سَو دِرہم ہی کافی ہوں گے۔ اگر امامؑ نے عطا کر دیئے تو بڑا کرم ہوگا۔

ہم دونوں امامؑ کی خدمت میں پہنچے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اِتنے طویل عرصہ نہ آنے کا کیا باعث تھا میں نے معذرت چاہی اور سوچا اس وقت اِظہار ضرورت کر کے اِس ملاقات کو غرض سے آلودہ کرنا مناسب نہیں چنانچہ اپنی ضرورت ظاہر کیے بغیر ہم دونوں اُٹھ آئے اَبھی دروازہ تک نہ پہنچے تھے کہ خادم نے آ کر ایک تھیلی مجھے اور ایک میرے باپ کو دی کہ امامؑ نے فرمایا ہے اس کو اپنی ضرورت میں کام میں لاؤ۔ ہم نے اُس کو کھول کر دیکھا تو پانچ سو دِرہم میرے باپ کی تھیلی میں اور تین سَو دِرہم میری تھیلی میں تھے۔

نیز مذکورہ کتب میں اسماعیل بن محمد سے روایت ہے کہ میں جا رہا تھا کہ راستہ میں امام حسنؑ عسکری سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سَلام کیا اور عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ میں ناداری اور اَفلاس سے سخت تنگ آ گیا۔ بخدا صبح و شام یہ تنگی مجھے گُھلائے دِے رہی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: دوسو دینار تو نے فلاں مقام پر دفن کر دیئے ہیں اور میرے سامنے جھوٹی قسم کھا رہا ہے اور واقعی میرے پاس دوسو دینار مدفون تھے پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ میں نے اِس لیے تجھ سے نہیں کہا کہ میں تجھے کچھ نہ دوں بلکہ میری غرض یہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے توبہ کر اور خادم سے کہا کہ وہ سو دِینار جو تیرے پاس ہیں اس کو دے دے۔

کشف الغمہ و فصول المہمہ میں مذکور ہے اور مسلّمہ فریقین ہے، احمد ابنِ حارث قزوینی سے روایت ہے کہ مستعین باللہ عبّاسی نے میرے باپ کو داروغۂ اصطبل بنایا تھا۔

ایک خچر نہایت حسین جو قد و قامت، چال ڈھال، حُسن و جمال میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ آیا اور میرے باپ نے خلیفہ کے روبرو پیش کیا۔ خلیفہ اس نادر تصویر کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ مگر خچر اس قدر شریر تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے لگام لگائے یا پشت پر زین کس سکے۔ بڑی کوششیں کی گئیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایک روز مستعین باللہ کے وزیر نے کہا کہ آپ کو اس عداوت کی وجہ سے جو امام حسن عسکریؑ سے ہے میں آپ کو ایک ترکیب بتلاتا ہوں کہ ان کو بُلوا کر کہیے کہ اس خچر پر زین کَس کر سَوار ہو جائیے۔ ظاہر ہے کہ سَوار نہ ہو سکیں گے اور اس ہلاکت میں تو بھی بدنام نہ ہوگا۔ مُستعین کو اس کی بات بہت پسند آئی۔

احمد کہتا ہے جب حضرتؑ آئے۔ خچر کو منگوایا گیا۔ میں بھی اپنے باپ کے ہمراہ تھا۔ جب خچر صحن خانہ میں آیا۔ مستعین، امامؑ کی طرف متوجّہ ہوا اور کہا یہ خچر کسی کو لگام لگانے اور زین کسنے نہیں دیتا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اِس پرسَوار ہوں۔ آپؑ نے فرمایا لگام منگواؤ لگام آیا۔ آپؑ نے میرے باپ کی طرف اشارہ کیا، لگام چڑھاؤ۔ میرے باپ نے کہا، حضرتؑ یہ تو مجھے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ خلیفہ نے امامؑ سے درخواست کی۔

امامؑ لگام لے کر بڑھے خچر نے دور سے دیکھا اور گردن جُھکا لی، آپؑ لگام چڑھا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے۔ خلیفہ نے کہا زین بھی آپ ہی رکھ دیجیے۔ زین منگوائی گئی۔ امامؑ اُٹھے اور زین خچر کی پشت پر رَکھ دی دیکھنے والوں نے دیکھا، خچر عَرق میں غرق تھا۔ پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے گویا بارش ہو رہی تھی، امامؑ پھر واپس ہوئے۔ خلیفہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی، اب اِس پر آپ سوار بھی ہو جائیے۔ امامؑ نے سوار ہو کر صحنِ دَربار میں کئی چکّر لگائے۔ واہ، واہ۔ مرحبا، مرحبا کا شور بلند ہوا۔

خلیفہ نے پُکار کر کہا: حضرتؑ! اب یہ آپ کی ملکیت ہو گیا۔ لے جائیے۔ امامؑ نے میرے والد کی طرف اشارہ کیا کہ میرے گھر پہنچا دے۔ خانۂ امامؑ کی طرف وہ خچر اس طرح گیا، گویا وہیں کا پَروَردہ ہو۔

کتبِ فریقین میں مذکور ہے کہ جب معتمد عبّاسی خلیفہ ہوا۔ مُعاندین اور دشمنانِ آلِ رسولؐ نے معتمد سے امامؑ کی بڑی شکایات کیں اور بغاوت کے اِلزام لگائے۔ آخر معتمد نے

امامؑ کو قید کرنے کا حکم دے دیا، ابھی قید خانہ میں گئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سخت قحط پڑا۔ لوگ روتے تھے لیکن آسمان سے ایک قطرہ زمین پر نہ گرتا تھا۔ مُعتمد نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ میدان میں جا کر نمازِ اِستسقاء بجا لائیں۔ مسلمان جمع ہو کر گئے۔ درباری اور غیر درباری علماء ساتھ تھے۔ نمازِ استسقاء ہوئی۔ بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ آیا۔ دوسرے روز پھر گئے مگر بارش نہ ہوئی۔

تیسرے روز عیسائیوں کی ایک جماعت میدان میں پہنچی۔ ان کا پادری آگے بڑھا آسمان کی طرف دُعا کو ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ سیاہ بادل جھوم کر آیا، برسا اور ایسا برسا کہ جل تھل بھر گئے دوسرے روز پھر عیسائیوں کی جماعت گئی۔ پادری نے پھر ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے پھر موسلا دَھار بارش شروع ہوگئی۔ مسلمانوں میں ہنگامہ برپا ہوگیا، سینکڑوں کے اِعتقاد بگڑ گئے۔ معتمد خلیفہ ڈرا کہ اَب سارے مسلمان عیسائی ہو جائیں گے تو کیا ہوگا؟

دینی کشتی کے ناخدا امام حسنؑ عسکری کو بُلوایا۔ مگر مسلمانو! سُنو۔ امام کو حلِ مشکل کے لیے کہاں سے بلوایا؟ قید خانہ سے اور کہا: فرزندِ رسولؐ آپ کے جد کی اُمّت گمراہ ہوا چاہتی ہے۔ آپ آپ کو اپنے جدّ کی قسم، اُمّت کو گمراہی سے بچائیے۔

امامؑ تشریف لائے۔ فرمایا: پادری کو حکم دو کہ پھر میدان میں آئے اور دُعا مانگے۔ پادری آیا اور پھر دُعا مانگی۔ بارش پھر شروع ہوئی۔ آپ نے بڑھ کر پادری کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اُنگلیوں کے درمیان سے کوئی چیز نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی اور پادری سے فرمایا: اب دُعا کرو۔ پادری نے دُعا کی اور آئے ہوئے بادل ہوا ہو گئے۔

امامؑ نے پھر وہ چیز اپنی جیب سے نکال کر مُعتمد خلیفہ کو دی اور خود میدان میں خالی ہاتھ تشریف لائے۔ دستِ دُعا بلند فرمائے طوفانی بارش شروع ہوگئی۔ سامرہ کی گلی کوچہ تالاب بن گئے، لوگ قدموں پر گر پڑے: فرزندِ رسولؐ بادلوں کو حکم دیجیے کہ اَب نہ برسیں شہر برباد ہو جائے گا۔ امامؑ نے پھر دُعا کی، بارش ختم ہوئی۔

خلیفہ معتمد حیران تھا، پوچھا: فرزندِ رسولؐ یہ کیا راز تھا۔ فرمایا: کسی نبیؐ کی قبر سے اِس

پادری کو کوئی ہڈّی مل گئی تھی یہ جب اس کو ہاتھ میں لے کر زیرِ آسمان بلند کرتا تھا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا تھا وہ ہڈّی میں نے اس کے ہاتھ میں سے لے کر تمہیں دے دی ہے۔ جس سے پادری اَب مجبور ہوگیا۔ معتمد خلیفہ بڑا اِحسان مند ہوا اور امامؑ کو قیدخانہ سے رہا کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک روز میں امامؑ کی خدمت میں گیا راستہ میں خیال آیا کہ امامؑ سے آج ایک نگینہ کی درخواست کروں گا جس کی تبرکاً وتمیّناً انگشتری بنوا کر پہنوں گا۔ جب امامؑ کی خدمت میں پہنچا باتوں میں اَیسا مشغول ہوا کہ نگینہ مانگنا بھول گیا۔ وقتِ رخصت امامؑ نے انگشتری اپنے دستِ مبارک سے اُتار کر مجھے دی اور فرمایا تم نگینہ چاہتے تھے تو انگشتری ہی لے جاؤ چاندی اور بنوائی کی قیمت سے نجات پائی۔ مُبارک ہو۔

نیز ابو ہاشم سے منقول ہے کہ میں ایک روز خدمتِ امامؑ میں حاضر تھا کہ ایک شخص یمن سے آیا۔ امامؑ کو سلام کیا اور میرے قریب بیٹھ گیا بڑا شکیل وجمیل تھا۔ میں اس فکر میں تھا کہ یہ شخص کون ہے کہ امامؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا میں بتلاتا ہوں کہ یہ کون ہے۔ یہ فرزند زادہ حبابہ والبیہ ہے اس کے پاس ایک پتّھر ہے جس پر میرے تمام آباءمُہر لگاتے آئے ہیں جو امامت کی ایک پہچان ہے۔ یہ وہ پتّھر لایا ہے تاکہ مجھ سے بھی مُہر لگوائے یہ کہہ کر حبابہ سے کہا کہ کہاں ہے وہ پتّھر؟ حبابہ نے پتّھر نکال کر دیا امامؑ نے اُس پرمُہر لگا دی۔ اس شخص نے اُٹھتے وقت کہا: رحمت اللہ علیکم اهلبیت اشهد انّ حقّك واجب کو جوب حق امیر المومنین:

اس شخص کا نام مجع بن صلت بن عقبہ تھا جس کا ذِکر اِس سے قبل ہو چکا ہے۔

نیز، نصر خادم سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت رومی، ترکی، ہندی، سقلابی جو بھی آتا ہے اُس کی زبان میں اُس سے باتیں کرتے ہیں میں سوچتا تھا کہ جو مدینہ میں پیدا ہوا ہو اور تاحیاتِ پدر کسی سے گفتگو نہ کی اور کسی نے اس کو دیکھا بھی نہ ہو وہ اِتنی زبانوں سے کیسے واقف ہوگیا کہ ہر شخص سے اس کی زبان میں گفتگو کرے۔

امامؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: نصر! حق تعالیٰ جس کو اپنی حجّت قرار دیتا ہے اُس کو ہر چیز کی معرفت بھی عطا فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر حجّت اور غیر حجّت میں فرق ہی کیا رہے گا۔ اِس اَمر میں تعجب نہ کر۔

عجیب روایات میں سے ایک روایت بشر ابن سُلیمان انصاری کی ہے بشر کہتا ہے کہ امام علی نقی علیہ السّلام نے مجھے بلوایا اور فرمایا: اے بشر! کیونکہ تیرا تعلّق خانوادۂ اَنصار سے ہے جو ہمارے مخلص اور قدیمی دوستوں میں سے ہے لہٰذا میں تیرے سپرد ایک خدمت کرتا ہوں جو تیرے لیے ہمیشہ باعثِ فخر رہے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک رُقعہ تحریر فرمایا اس پر اَپنی مُہر لگائی اور دوسو بیس دینار دے کر فرمایا: بغداد فرات کے کنارے جاؤ کل صبح وہاں ایک کشتی آئے گی جس میں کچھ بَردہ فروش کنیزیں لائیں گے۔ تم ان بردہ فروشوں میں عمرو بن یزید کو تلاش کرنا۔ اس کے پاس بہت سے عرب خریدار جمع ہوں گے اور ایک کنیز کی خریداری کی خواہش کریں گے۔ کنیز کسی کو پسند نہ کرے گی۔ روپوش رہے گی اور کسی سے بولنا پسند نہ کرے گی۔

ایک شخص، بردہ فروش سے کہے گا کہ میں اِس باعِفّت کنیز کے تین سو دینار دیتا ہوں مگر کنیز کہے گی بالفرض اگر ملک سلیمان بھی کوئی رکھتا ہو تو میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتی۔ بردہ فروش کہے گا کہ آخر مجھے تو تجھے فروخت کرنا ہے۔ کنیز کہے گی جلدی نہ کر خریدار پہنچنا ہی چاہتا ہے۔ اے بشر! پھر تو بردہ فروش سے کہنا کہ میرے پاس زبانِ رومی میں ایک اَشرافِ عرب کا خط ہے اس کو تم کنیز کو دو اگر وہ رضامند ہو جائے تو میں بطور وکیل قیمت ادا کردوں گا۔

میں حکمِ امامؑ سے روانہ ہوا اور وہ خط میں نے اس کو کنیز دیا۔ کنیز نے خط دیکھا، چوما اور آنکھوں سے لگایا اور عمرو بن یزید سے کہا: مجھے اس کے ہاتھ فروخت کردے چنانچہ بعد خریداری میں کنیز کو لے کر چلا وہ خط کو بار بار نکالتی، سر پر رکھتی، بوسہ دیتی اور روتی تھی۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے کہ تم نے ابھی اپنے خریدار کو نہیں دیکھا اور خط کا اس قدر

احترام کر رہی ہو۔ کنیز نے کہا: اے ضعیف الاعتقاد تو اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی اولادِ انبیاء کے مقام سے بے خبر ہے۔ سُن اور ذرا غور سے سُن۔

''میں ملیکہ دُخترِ یشوعا پسرِ قیصر روم ہوں، میری ماں حوارئین عیسیٰؑ کی اَولاد سے ہے اور ہمارا سلسلۂ نسب وصیِ مسیح شمعون سے ملتا ہے۔ میرے دادا قیصر نے چاہا کہ میری شادی اپنے برادر زادہ سے کردے۔ ارکانِ سلطنت اور عمائدینِ مملکت کو جمع کیا، دربار سجایا گیا۔ رزق برق لباس پہنے خاص و عام ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوئے۔ ایک تخت خزانہ شاہی سے زرد جواہرات کا منگوایا گیا۔ چاروں طرف صلیب و انجیل کے پرچم لگے برادر زادہ اُس پر آن کر بیٹھا۔ پادری آگے بڑھا کہ ایک بار زلزلہ آیا۔ قصر ہلا، تخت کے پائے کانپے اور برادرزادہ قیصر تخت سے بے ہوش ہوکر نیچے آ رہا۔

پادری نے ہاتھ جوڑ کر کہا: شگون اچھے نہیں اِس کام سے باز آیئے۔ میرا دادا قیصر روم نہ مانا اور پھر تخت وغیرہ کو درست کیا صلیب چاروں طرف لگائی گئیں برادرزادہ کو تخت پر بٹھایا پادری کو حکم ہوا کہ تخت پر جائے پھر زلزلہ آیا اور برادرزادہ معہ پادری زمین پر بے ہوش پڑے تھے۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے میرا دادا قیصر غم ناک و افسردہ واپس آیا۔

میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ مسیحؑ اور شمعونؑ معہ حوارئین اس کمرہ میں موجود ہیں کہ اتنے میں محمدؐ رسول اللہ معہ اپنے اوصیاء کے تشریف لائے اور مسیحؑ سے کہا کہ آپ سے ایک نیا رِشتہ بھی قائم کروں یعنی شمعون ملیکہ کا رشتہ اپنے فرزند حسن عسکریؑ سے کروں۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے وصی شمعون کی طرف دیکھا۔ شمعون نے کہا: مجھے بخوشی منظور ہے۔ محمدؐ رسول اللہ نے خطبہ پڑھا اور میرا عَقد حسن عسکریؑ کے ساتھ ہوگیا۔ مسیحؑ اور حوارئین مسیح کی گواہی ہوئی۔

میں جب خواب سے بیدار ہوئی، ڈری کہ اگر کسی سے کہوں گی تو ضرور قتل کر دی جاؤں گی لہٰذا پوشیدہ رکھا۔ اس غم میں آب و طعام سب تقریباً ترک ہوگیا۔ روز بروز لاغری اور ضعف بڑھتا رہا۔ باپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ کوئی بیماری ہے روم کے مشہور اَطبا سے رجوع

کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر نا اُمید ہو کر مجھ سے ایک روز پوچھا کہ نورِ چشم کوئی آرزو ہو تو بیان کرو تا کہ میں پورا کروں۔ میں نے کہا نا اُمیدی بڑھتی جارہی ہے اگر یہ قیدی جو مسلمان ہیں قید سے رہا کر دیئے جائیں تو شاید یہ فعل مسیحؑ اور مادرِ مسیحؑ کو پسند آئے اور شاید شفاء عطا ہو جائے باپ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے تھوڑا کھانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے رہا شدہ قیدیوں کی زیادہ خاطر و مدارات ہونے لگی کہ ایک روز میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ مع مریمؑ بنتِ عمران تشریف لائی ہیں۔

جنابِ مریمؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ ہیں سیّدہ زنانِ عالم تیرے شوہر کی والدہ۔ میں اُن کے دامن سے چمٹ کر روئی اور ابو محمد کے نہ آنے کی میں نے اُن سے شکایت کی۔ جناب فاطمہؑ نے مجھ سے کہا کہ تم چونکہ ابھی تک مذہب عیسائی پر ہو اس وجہ سے آنے میں رکاوٹ ہے۔ دینِ اسلام قبول کرو۔ مجھے کلمہ (لا الله الا الله محمّد رسول الله علیاً ولی الله) پڑھایا اور فرمایا اَب اَبو محمدؑ تمہارے پاس آئیں گے۔ یہ کہہ کر مجھے سینے سے لگالیا۔ اس رات سے خواب میں ہر روز امامؑ کی زیارت ہوتی رہی۔

بشر نے کہا: تم پھر اَسیر ہو کر یہاں کس طرح آ گئیں۔ فرمایا: میں نے ایک رات اَبو محمدؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ تیرا دَادا قیصرِ روم مسلمانوں کے مُلک پر حملہ کرنے والا ہے۔ تو بھی اپنے دادا کے ہمراہ چلی جا۔ میں نے اَیسا ہی کیا اور ایک مقام پر مسلمانوں نے ہمیں گھیر لیا اور قید کر کے یہاں لے آئے۔ اور یہ راز سوائے تیرے کسی کو معلوم نہیں حتیٰ کہ بردہ فروش کو بھی نہیں معلوم۔ جب اُس نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا تو میں نے اس کو اپنا نام نرجس بتلایا۔

جب میں اور نرجس دونوں امامؑ کی خدمت میں پہنچے تو امامؑ نے فرمایا: تم عیسائی سے مسلمان کیسے ہو گئیں؟ ملیکہ مسکرائیں اور کہا آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا، تم کو بشارت ہو کہ تمہارے بطن سے ایک ایسا فرزند پیدا ہونے والا ہے جو دُنیائے پُر از ظلم کو پُر از عدل و داد کر دے گا۔ پھر امامؑ نے پیغمبرؐ خدا کا خواب میں نِکاح پڑھانا، جنابِ

فاطمہؑ کا خواب میں آنا، یہ سب واقعات سُنائے جس کی جناب نرجس تصدیق کرتی رہیں۔
پھر امام حسنؑ عسکری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اِن کو پہچانتی ہو؟
کہا: کیوں نہیں یہ جس رُوز سے میں مسلمان ہوئی روزانہ خواب میں تشریفلاتے رہے ہیں۔ پھر امامؑ نے اپنی خواہر حکیمہ کو بُلا کر فرمایا: یہ ہے وہ خاتون جس کے متعلق میں نے تمہیں بتلایا تھا۔ یہ زوجہ اَبو محمّد اور والدہ قائم آلِ محمّدؐ ہے۔
(مترجم: یہ مشہور واقعہ اگرچہ طویل تھا۔ مگر صرف اس لیے پیش کیا گیا تاکہ دُنیا جن معمولی گھرانے کی خواتین کو آسمانِ عظمت پر بٹھاتی ہے وہ سمجھ سکے کہ یہ اَزواج ائمہ جو کنیز کہی جاتی ہیں کس خانوادۂ شاہی اور اِقتدار لامتناہی کی مالک تھیں۔)

کافی ہے بس یہ بات فضیلت کو آپ کی
یہ والدہ ہیں مہدیؑ صاحب زمان کی

المختصر امام حسنؑ عسکری کی زمانۂ امامت کی زندگی صرف چھ سال تھی جو کہ قید خانہ یا نظر بندی میں ختم ہوئی مگر یہ وہ ذَوات مقدسہ تھیں جو قید و بند میں بھی اَپنے فرائضِ امامت کو نہ بھولیں۔ دینِ اسلام کو پیغام رسانی، کلامِ خدا کی نگرانی اَور حفاظت کا کام عالمِ مجبوری و معذوری میں بھی انجام دیا جاتا رہا۔ جس زمانے میں امام حسن عسکری علیہ السّلام نظر بند تھے۔ ایک دہریہ اِسحاق کِندی قران مجید کے خلاف ایک کتاب لکھ رہا تھا۔ جس میں آیاتِ قرانی میں تناقص اور تضاد کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ امامؑ باخبر تھے ایک روز اس کا ایک ذہین شاگرد خدمتِ امامؑ میں آیا اور کلامِ امام سے بڑا متاثر ہوا۔
امامؑ نے اس سے فرمایا: تمہارا اُستاد یہ کام کیوں کر رہا ہے تم اس کو منع نہیں کرتے۔
اس نے کہا: ہماری کیا مجال کہ اُستاد کے سامنے زبان کھولیں۔
آپ نے فرمایا: اچھا ایک بات جو میں بتلاؤں وہ تو کہہ سکتے ہو۔
اُس نے کہا: فرمایئے۔
آپ نے فرمایا: دیکھو کسی وقت موقع پا کر تم اُس سے یہ کہو کہ یہ آیاتِ قرانی میں جو تم

تضاد ثابت کر رہے ہو۔ اگر کلام والا جس کا یہ کلام ہے تم سے آ کر کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت سے اپنے ذہن میں پیدا کیا ہے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے تو پھر تم کیا جواب دو گے اور تضاد کیسے ثابت کرو گے۔

اس نے کہا: ہاں یہ میں کہہ سکتا ہوں۔

چنانچہ اِسحاق کِندی ایک رُوز کتابت تناقص قران میں مصروف تھا کہ شاگرد نے کہا، اُستاد ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر صاحبِ قران آپ سے یہ کہے جو مطلب تم نے آیت کا اپنے ذہن سے لیا ہے میرا یہ مطلب ہی نہیں بلکہ یہ ہے تو پھر آپ کیا جواب دیں گے۔ اِسحاق کِندی نے بغور شاگرد کی بات سُنی اور تا دیر سَر جھکائے بیٹھا رہا۔ شاگرد سے پوچھا: سچ بتلاؤ یہ بات تمہیں کِس نے بتلائی ہے۔

شاگرد نے کہا: میری خود ہی سمجھ میں آئی تھی۔

اُستاد نے کہا: ہرگز نہیں یہ تمہاری قابلیت سے بالاتر ہے۔ اُستاد سے جھوٹ مت بولو۔

شاگرد نے گردَن جُھکا کر کہا: ابو محمّد حسن عسکری نے یہ بات مجھ سے کہی تھی۔

اِسحاق نے کہا: ہاں اب سچ کہا یہ بات اُس گھرانے کے سِوا اور کوئی بتلا ہی نہیں سکتا۔ فوراً آگ منگوائی جو کچھ لکھا تھا سب نذرِ آتش کر دیا۔

قران کے حقیقی محافِظ امامؑ نے قید میں بھی قران کی یوں حفاظت فرما کر ثابت کر دیا کہ ہمارا وَجود اِسلام کے لیے بڑی نعمت ہے۔ اس کے بعد ہمیں امام صاحب العصرؑ و الزمان کا تذکرہ مقصود ہے جس کے لیے نہ قلم میں طاقت نہ زبان میں یارہ، لیکن صرف اس غرض سے کہ طالبانِ دیدار اور منتظرِ اَنوار کی کچھ تسلّی ہو سکے مختصراً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

دِکھائے ہیں جہاں اِعجاز لاکھوں
وہاں اِک معجزہ یہ بھی دِکھا دِے
زمانہ کی ہوا اِحسان ہوگا!
ذرا بڑھ کر نقابِ رُخ ہٹا دے

ذکرِ امامِ دوازدہم حضرت امام محمد مہدی آخرالزمان

مسمّی بہ اسمِ رسولؐ خدا۔ ومکنّی بہ کنیّت رسولؐ خدا۔ امام مہدی بن حسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السّلام آپؑ کی والدہ گرامی کا نامِ مبارک نرجس۔ نام مادری ملیکہ بنتِ یشوعا بن قیصر مُلک روم تھا۔ عمر شریف وقتِ رحلتِ پدرِ بزرگوار پانچ سال، خدائے تعالیٰ نے آپ کو زمانۂ طفولیت ہی میں اِمامت عطا فرمائی۔ جس طرح عیسیٰؑ کو زمانۂ طفولیت ہی میں پیغمبری عطا فرمائی تھی۔ آپؑ کا نام اور کنیّت وہی تھی جو رسولؐ خدا کی تھی۔ اَلقاب حجّۃ ومہدی، ہادی، خلفِ صالح، قائم، منتظر، صاحب العصر، صاحب الزمان اور سب سے زیادہ مشہور لقب ''مہدیؑ'' ہے حلیہ مبارک، خوش رو وخوش مو، معتدل قامت، کشیدہ بینی، کشادہ پیشانی، آپ کا دربان محمد بن عثمان۔ آپ کے زمانہ کا بادشاہ معتمد۔ جائے ولادت سامرہ۔ تاریخ وِلادت شبِ نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ۔

حکیمہ خاتون دختر محمّد بن علی سے روایت ہے کہ ابو محمّدؑ نے مجھے ۱۵ شعبان کی شب میں بلوایا اور فرمایا اے عمّہ آج شب آپ ہمارے ہمراہ افطار فرمائیں خدائے تعالیٰ اپنی ایک حجّۃ کے ظہور سے آپ کو شاد فرمائے گا۔ میں نے سوال کیا کہ اس حجّۃ خدا کا ظہور کس کنیز سے ہوگا، آپؑ نے فرمایا نرجس خاتون سے۔ حالانکہ میں نے کسی کنیز میں آثارِ حمل نہیں پائے۔ میں اس رات وہیں مقیم رہی۔ نمازِ شب ادا کی۔

صبح ہوئی نمازِ فجر ہم دونوں نے پڑھی مگر کوئی آثارِ ولادت ظاہر نہ ہوئے کہ اِتنے میں ابو محمّدؑ کے کمرے سے آواز آئی۔ اے عمّہ شک نہ فرمائیں۔ ان شآء اللہ عنقریب آپ

مولود کو دیکھیں گی۔

میں نے نرجس خاتون سے کہا: کیا ولادت کے آثار تم اپنے اندر پاتی ہو۔

کہا: ہاں۔ میری حالت کچھ متغیر ہے۔ یہ کہہ کر میرا ہاتھ پکڑ کر دبایا اور کلمہ شہادتین پڑھا۔ میں سورہَ قُل ھُو اللہ۔ آیۃ الکرسی۔ اور سورہ اِنَّا اَنزَلنا پڑھ رہی تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ جو کچھ میں پڑھتی جاتی تھی شکمِ مادر سے وہی بچہ کے پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ اِتنے میں سارا گھر روشن اور منوّر ہو گیا۔ حالانکہ وہاں کوئی چراغ روشن نہ تھا پس وِلادت ہوئی اور بچہ خدا سجدہَ خدا میں نظر آیا میں نے جلدی سے شانے پکڑ کر اُٹھایا دیکھا کہ بچہ پاک و پاکیزہ ہے۔

اِتنے میں اَبو محمدؑ کی آواز آئی کہ عمّہ بچہ کو میرے پاس لاوَ۔ میں بچہ کو امامؑ کی خدمت میں لے گئی۔ آپؑ نے آنکھوں کا بوسہ لیا اور اپنی زبان، بچہ کے مُنہ میں دی۔ کان میں اَذان کہی اور آغوش میں لے کر بچّہ کے سر پر ہاتھ پھیرا، فرمایا: نورِ چشم کچھ باتیں کرو۔ بچہ بہ قدرتِ خدا گویا ہوا اور بہ زبان فصیح فرمایا: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ (سورہَ قصص آیت نمبر ۵)

اس کے بعد محمدؐ و آلِ محمدؐ پر نام بہ نام درود بھیجا۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کچھ پرند نورانی گرداگرد جمع ہوئے، امامؑ نے ایک کو اِشارہ فرمایا کہ لے جاوَ تا حکمِ خدا اس اپنی حفاظت میں رکھو۔ میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ پرند کیسے تھے فرمایا یہ فرشتگان رحمت تھے اُور جس سے میں نے خطاب کیا وہ جبرئیل امین تھے۔ اتنے میں بچہ پھر امامؑ کی آغوش میں تھا۔ مجھ سے فرمایا کہ اس کو اس کی ماں کو دے دو۔ جب میں نے بچہ کو اُٹھایا تو دیکھا کہ بچہ کے داہنے شانے پر جلی حروف میں لکھا ہے۔

(جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَھَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقًا)۔

لیسار سے روایت ہے کہ میں نے لیثم اور ماریہ دونوں سے سُنا ہے کہ بچہ جب پیدا ہوا

تو اُٹھ کر بیٹھ گیا، کلمۂ شہادتین پڑھا، چھینک لی اور الحمدللہ رب العالمین کہا۔ نصر خادم سے روایت ہے کہ ولادت کے دو، تین روز بعد خدمت میں پہنچا دیکھا گہوارے میں لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ فرمایا: نصر! صندل سُرخ میرے واسطے لاؤ۔ جب میں صندل سُرخ لایا۔

تو مجھ سے فرمایا: تو مجھے پہچانتا ہے۔

میں نے کہا: کیوں نہیں، آپ ہمارے سردار اور پسر سردار ہیں۔

فرمایا: تو نے نہیں پہچانا۔ میں خاتم اوصیا ہوں اور میری وجہ سے خدائے تعالیٰ برطرف کرے گا جملہ بلاؤں کو میرے خاندان اور میرے اَحباب سے۔

دَلائل اَمامت بہ روایت آنحضرتؑ

آپؑ کی امامت پر بے شمار دلائل ہیں۔ ہم بطور حجّت چند دلائل بہ طریق اہلسنّت تحریر کرتے ہیں۔ صاحبِ فصول المہمہ وصاحبِ کشف الغمہ، ابوداؤد سے جو اہلسنّت کے معتبر راویوں میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیتؑ سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر ہوگا تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

نیز اَبودَاوَد نے اَپنی کتاب سُنن میں امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ اگر باقی نہ رہا دُنیا کا مگر ایک روز تب بھی خدائے تعالیٰ میرے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو دُنیا کو جو ظلم وجور سے پُر ہوگی عدل واِنصاف سے پُر کردے گا۔ یہی حدیث کتاب مناقب شافعی میں بھی مذکور ہے۔

فصول المہمہ میں حافظ ابونعیم نے شانِ مہدیؑ میں چالیس احادیثِ صحیحہ جمع کی ہیں اور شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام "بیان" رکھا ہے، اس میں سوائے تذکرہ صاحبؑ الزمان کے اور کچھ نہیں ہے اس میں لکھا ہے کہ ابوداؤد و ترمذی دونوں نے اپنی سُنن میں بسند صحیح ابی سعید خدری سے روایت کی کہ میں نے خود

رسولؐ خدا سے سُنا ہے کہ مہدیؑ میرے اہلبیتؑ سے ہے جو کشادہ پیشانی اور کشیدہ بینی ہوگا اور زمین کو جو ظلم سے پُر ہوگی عدل سے پُر کر دے گا اور اسی حدیث کو طبرانی نے معجم میں نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

نیز ابوداؤد نے اُمّ السلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مہدیؑ موعود میری عترت اور اولادِ فاطمہؑ سے ہوگا اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک ایک شخص میرے اہلبیتؑ میں سے قسطنطنیہ اور جبل الدیلم کو فتح نہ کرلے۔

نیز امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ فرمایا، رسولِ خدا نے کہ مہدیؑ ہم میں سے اور ہمارے اہلبیتؑ میں سے ہے اور خداوند عالم ایک شب میں اس کے تمام کاموں کو انجام دیدے گا۔

کشف الغمہ میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا کہ میرے اَوصیاء اور خلفاء جو خلق پر حجّتِ خدا ہوں گے وہ بارہ ہیں اِن کا اوّل میرا بھائی اور آخران کا میرا فرزند ہوگا۔

ایک شخص نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ آپ کا بھائی کون ہے؟ اور آپ کا فرزند کون ہے؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے اور فرزند میرا مہدیؑ ہے جو آخر زمانہ میں ظہور کرے گا اور زمین کو جو ظلم و جور سے پُر ہوگی، عدل و اِنصاف سے بھر دے گا۔ اس خدا کی قسم جس نے رسالت عطا فرمائی اور مجھے بشیر و نذیر بنایا۔ اگر دنیا کا ایک روز بھی باقی رہ گیا تو خدا اس کو دراز تر فرما دے گا تاکہ میرے فرزند ''مہدیؑ'' کا ظہور ہو اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کو آسمان سے نازل فرمائے گا اور جو مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مہدیؑ کے وجود سے تمام زمین نورانی ہوجائے گی۔ مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہوگی۔ شرک دُنیا سے معدوم ہوجائے گا۔

صاحبِ کشف الغمہ مفضّل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ

سے سنا کہ جب قائمِ آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو اُن کے روئے مبارک سے زمین اس قدر روشن ہوگی کہ آفتاب کی روشنی کی ضرورت نہ رہے گی۔ خوشحالی عام ہوگی اور لوگوں کی عمریں طویل تر ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ وہ ہزار فرزند اور فرزند زادوں کو دیکھے گا۔ زمین اپنے خزانے اُگل دے گی۔ ہر شخص عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گا اور زکوٰۃ لینے والے نہ ملیں گے۔

نیز اَبی خدیجہ اور علی عقبہ دونوں سے روایت ہے کہ فرمایا امام جعفر صادقؑ نے کہ جب ہمارے مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو ہر مذہب و ملّتِ اسلام کی طرف مائل ہوگا اور دُنیا میں سوائے اِسلام کے اور کوئی مذہب نہ رہے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔

(سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۸۳)

ترجمہ: آپ کے وجود کی برکت سے اسلام لے آئیں گے جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں، بہ رغبت یا بہ جبر اور ہر چیز اسی کی طرف لوٹنے والی ہے۔ آپ حکم فرمائیں گے داوٗدؑ اور اپنے جدّ کے حکم کی طرح۔ دنیا اَرزانی و فراوانی اور خوشحالی سے مملو ہو جائے گی اور کوئی فقیر اور محتاج زمین پر باقی نہ رہے گا اور ہر شخص کہے گا ہمیں خدا نے بڑی دولت عطا کردی ہے جو متقین کے ذریعہ بخشی گئی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲۸)

یعنی آخرین دولت، دولتِ متقیان ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو آپؑ، لوگوں کو قرآن کی تعلیم فرمائیں گے نزولِ قرآن کے مطابق اور یہ لوگوں کے واسطے بڑا سخت وقت ہوگا کیونکہ وہ غلط تلاوت کے عادی ہو چکے ہوں گے۔

نیز مفضّل بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سُنا ہے کہ قائم آلِ محمدؐ کا پشتِ کوفہ سے ظہور ہوگا آپ کے ہمراہ ستائیس آدمی ہوں گے۔ پندرہ قومِ موسیٰؑ سے جنہوں نے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے عدل و اِنصاف کے ساتھ حکمرانی کی اور

سات آدمی اصحابِ کہف سے اور پانچ افراد یوشع بن نونؑ، سلمانؓ، مقدادؓ، مالکِ اشترؓ اور ابودجانہؓ انصاری۔

آپ داوٗدؑ پیغمبر کی طرح حکومت فرمائیں گے۔ الہام الٰہی اور اپنے علم کے مطابق احکامات فرمائیں گے اور دوست و دشمن کو دیکھ کر پہچان جائیں گے جیسا کہ خدا فرماتا ہے:
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ الحجر آیت نمبر ۷۵)۔

چار مسجدیں کوفہ کی خراب کر دی جائیں گی، ساری دنیا کی مسجدوں کے کنگرے برطرف کر دیئے جائیں گے، کوئی بدعت باقی نہ رہے گی اور قسطنطنیہ اور چین اور جبل دیلم مفتوح ہوگا اور سات سال آپ کا زمانۂ حکومت ہوگا جس کا ہر سال دس سال کے برابر ہوگا۔

چہل حدیث از علماء اہلسنّت

حافظ ابونعیم و احمد بن عبداللہ جو کہ اکابرِ علماءِ اہلسنّت ہیں ان کی جمع کردہ چالیس احادیث دربارۂ مہدیؑ ہادی جو کہ کتاب فصول المہمہ اور کشف الغمہ وغیرہ میں موجود ہیں۔

ترجمہ حدیث اوّل: (۱)

ابوسعید خدری نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری اُمّت میں سے ہوگا اگر عمر کم بھی ہوئی تو سات یا آٹھ یا نو سال حکومت کرے گا اور اس زمانہ میں بدکاری کا نام ونشان نہ رہے گا۔ وقت پر بارشیں ہوں گی اور غلّہ وافر پیدا ہوگا۔

حدیث دوم: (۲)

بہ سند مذکور سرورِ کائنات نے فرمایا کہ ظلم و جَور سے دُنیا بھر جائے گی کہ ایک شخص میری عترت میں سے ظاہر ہوگا اور دنیا کو عدل و راستی سے بھر دے گا اور زمین پر حکومت کرے گا۔ ایک سال یا نو سال۔

حدیث سوم: (۳)

بہ سند مذکور سردارِ عالمیان نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی اس وقت تک کہ ایک شخص میرے اہلبیتؑ سے زمین کو عدل و انصاف سے پُر نہ کردے جو ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ زمانۂ حکومت سات سال۔

حدیث چہارم: (۴)

زہری نے علیؑ بن الحسین سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فاطمہ علیہا السّلام سے

فرمایا مہدیؑ تمہارا فرزند ہوگا (المهدی من ولدك)

حدیث پنجم: (۵)

علی ابنِ ہلال نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں وقتِ رحلت خدمت رسولؐ خدا میں تھا میں نے دیکھا کہ دُخترِ رسولؐ خدا، فاطمہ علیہا السّلام بالین پدر بیٹھی ہوئی بلند آواز سے رو رہی ہیں۔

رسولؐ خدا نے سر اُٹھا کر فرمایا: پارۂ جگر کیوں رو رہی ہو۔

فاطمہ علیہا السّلام نے کہا: بابا آپ کے بعد اپنی بربادی پر رُو رہی ہوں کہ لوگ آپ کو بھول جائیں گے اور مجھ پر جور وظلم کریں گے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے فاطمہؑ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے زمین پر پہلی مرتبہ نگاہ کی اور تیرے پدر کو رسالت کے واسطے چُن لیا۔ پھر نظر فرمائی اور تیرے شوہر کو چُن لیا اور وحی فرمائی کہ میں تیرا عقد اس سے کروں۔ اے فاطمہؑ ہم اہلبیتؑ ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ہمیں وہ خصلتیں عطا فرمائی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو عطا ہوں گی۔ مثلاً:

پہلی خصلت یہ کہ مجھے خاتم نبوّت قرار دیا، میں افضلِ مخلوقات اور تیرا باپ ہوں۔

دوسری خصلت یہ کہ میرا وصی بہترین اَوصیاء، دوست ترین خالق ومخلوق ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔

تیسری خصلت یہ کہ ہمارا شہید بہترین شہداء میں سے ہے اور وہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے جو تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے۔

چوتھی خصلت یہ کہ وہ ہم میں سے ہے جس کو خدا نے دو پر دیے جس کے ذریعہ وہ ملائکہ کے ساتھ مصروفِ پرواز ہے۔ وہ میرے چچا کا پسر ہے اور تیرے شوہر کا بھائی۔

پانچویں خصلت یہ کہ دو نواسے جو دونوں تیرے پسر ہیں (حسنؑ اور حسینؑ) سردارِ جوانانِ جنّت ہیں — اے فاطمہؑ! اے نور چشم من! قسم اس خدا کی جس نے مجھے مبعوث

برسالت فرمایا کہ اِن دونوں سے ہوگا اِس امّت کا مہدیؑ۔ جبکہ دُنیا فتنوں سے پر ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کو لوٹ رہا ہوگا، بڑا چھوٹے پر رحم نہ کرے گا، چھوٹا بڑے کی تعظیم نہ کرے گا اس وقت خدائے تعالیٰ بھیجے گا اُس کو جو اِیوانِ ضلالت کو منہدم اور آئینِ ہدایت کو مستحکم کرے گا آخر زمانہ میں جس طرح میں نے آخر زمانہ میں آ کر کیا تھا۔

اے فاطمہؑ! رنجیدہ نہ ہو کہ خدائے بزرگ مجھ پر اور تجھ پر رحیم تر ہے۔ مہربان تر ہے بوجہ اس قربت کے جو تجھ کو مجھ سے ہے

اے فاطمہؑ! خدائے تعالیٰ نے تزویج کیا تجھ کو اس کے ہمراہ جو نسب و حسب میں عزیز تر، رعیّت پر رحیم تر، احکامِ دین میں دانا تر اور حکم میں عادل تر ہے۔

اے فاطمہؑ! نور دیدہ پدر میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی ہے کہ تو مجھ سے ملحق ہونے والوں میں سب میں پہلی ہو میرے اہلبیتؑ میں۔

چنانچہ بعد رحلتِ رسولؐ فاطمہؑ چھتر (۷۵) روز بعد باپ کی آغوش میں جا پہنچیں۔

حدیث ششم: (۶)

حذیفہؓ سے خود روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک روز ہمارے سب کے روبرو آئندہ کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اگر دُنیا کی بقاء کا ایک روز بھی رہے گا تو خدائے تعالیٰ اُسے طویل تر فرما دے گا اور ظاہر فرمائے گا میرے ایک فرزند کو جو میرا ہمنام ہوگا یہ سن کر سلمانؓ فارسی نے کھڑے ہو کر کہا، یارسولؐ اللہ آپ کا وہ کون سا فرزند ہوگا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ من ولدی ھذا۔ اور دوشِ امام حسینؑ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

حدیث ہفتم: (۷)

حذیفہؓ نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مہدیؑ ایک قریہ سے ظہور کرے گا۔ اس قریہ کا نام ''کرعہ'' ہوگا۔

حدیث ہشتم: (۸)

حذیفہؓ سے خود روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا مہدیؑ موعود میرے فرزندوں میں

سے ہوگا جس کا روشن اور نورانی چہرہ ستارہ کی مثل روشن ہوگا۔

حدیث نہم: (۹)

نیز حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مہدیؑ موعود میرا فرزند ہوگا جس کا نورانی چہرہ عربوں جیسا اور جسم اولادِ بنی اسرائیل جیسا اور داہنے رُخسار پر ایک تِل ستارہ کی مثل روشن ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے گا اور اہلِ زمین و آسمان اور ہر جاندار اس کی حکومت میں خوش وخرّم ہوں گے۔

حدیث دھم: (۱۰)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے مہدیؑ میرے اُولاد سے ہوگا اور اس کی پیشانی نورانی اور بینی کشیدہ ہوگی۔

حدیث یازدھم: (۱۱)

ابوسعیدؓ مذکور سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے وصفِ مہدیؑ میں فرمایا کہ مہدیؑ موعود میرے اہلبیتؑ سے ہوگا اور اس کی بینی خوش اندام، کشیدہ اور خوشنما ہوگی جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

حدیث دوازدھم: (۱۲)

ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ میں نے، رسولؐ خدا سے سُنا کہ تم میں اور اہلِ روم میں چار جنگیں اور چار صلحیں ہوں گی اور چوتھی ایک مَرد اہلِ ہرقلہ کے ذریعہ ہوگی۔ حاضرین میں سے ایک شخص جو قبیلہ عبد قیس کا تھا جس کا نام مستور بن عبد غیلان تھا نے کھڑے ہوکر سوال کیا کہ یا رسولؐ اللہ اس زمانہ میں لوگوں کا امام کون ہوگا۔ فرمایا: امامِ خلق مہدیؑ ہوگا میرے فرزندوں میں سے چالیس سال حکومت کرے گا اور اس کا نورانی چہرہ ستارہ سے زیادہ روشن ہوگا اور دَاہنی جانب ایک تِل ہوگا اور وہ کوفہ کے قریب ایک قریہ میں پوشیدہ ہوگا۔ بنی اِسرائیل سے مشابہہ ہوگا اس کے زمانہ میں زمین خزانوں کو اُگل دے

گی اور ممالک کفر و شرک مفتوح ہوں گے۔

حدیث سیزدھم: (۱۳)

راوی مذکور نے عبدالرحمٰن ابنِ عوف سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا، مہدیؑ میرا فرزند ہوگا۔ اس کی پیشانی کشادہ۔ دندانِ مبارک چھدرے۔ دُنیا کو عدل و اِنصاف سے بھر دے گا۔ مالِ دُنیا کی اس کی نظر میں کوئی قدر نہ ہوگی۔ ہر شخص کی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ کوئی کسی کا محتاج نہ رہے گا۔

حدیث چھاردھم: (۱۴)

ابو اِمامہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا نے اپنے خطبہ میں دجّال کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا مدینہ کی کثافتیں اس طرح دور ہوں گی جس طرح بھٹّی لوہے کے زنگ کو دور کردیتی ہے۔ اس دِن کا نام ''یوم خلاص'' ہوگا۔

اُمّ شریک نے اُٹھ کر کہا: یارسولؐ اللہ اس روز عرب کہاں ہوں گے اور اِن کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا: عرب زیادہ تر بیت المقدّس میں ہوں گے اور امامِ خلق اس وقت میری ذُریّت میں سے مہدیؑ ہوگا۔

حدیث پانزدھم: (۱۵)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے مہدیؑ کا ظہور ہوگا۔ عیش وعشرت کی فراوانی ہوگی۔ چارپائے آرام سے زندگی بسر کریں گے۔ زمین خزانوں کو اُگل دے گی۔ صاحبؑ الزمان مال و دَولت سے لوگوں کو غنی کردے گا اور فقیر کا نام ونشان نہ رہے گا۔

حدیث شانزدھم: (۱۶)

عبداللہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے، جب ظہورِ مہدیؑ ہوگا تو سر پر اَبر سایہ کیے ہوگا اور اس اَبر میں سے ندا آئے گی کہ یہ مہدیؑ خلیفہ حق تعالیٰ ہے اس کی

فرمانبرداری کرو۔

حدیث ہفتدھم: (۱۷)

عبداللہؓ مذکور سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے: مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور ایک فرشتہ آواز دے گا کہ یہ مہدیؑ ہے اس کی اطاعت کرو۔ یہ تمہارا راہبر اور رہنما ہے۔

حدیث ہیجدہم: (۱۸)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے: میں تم کو بشارت دیتا ہوں مہدیؑ کی جو مبعوث ہوگا میری اُمّت میں جبکہ اختلاف وشورش کے شعلہ بلند ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل و اِنصاف سے بھر دے گا۔ ساکنانِ زمین و آسمان راضی وخوشنود ہوجائیں گے۔ مساوات کو قائم کرے گا۔ حق حقدار تک پہنچائے گا۔

حدیث نوزدھم: (۱۹)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ ایک مرد میرے اہلبیتؑ سے میرا ہمنام نہ آجائے اور مملو کردے زمین کو عدل و اِنصاف سے جس طرح مملو ہوچکی ہوگی ظلم وجَور سے۔

حدیث بستم: (۲۰)

حذیفہؓ یمانی سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر دُنیا کا ایک روز بھی باقی رہا تو بھی خدا بھیجے گا ایک شخص کو جو میرا ہمنام ہوگا۔ اُس کا خلق میرا جیسا ہوگا اور کنیت عبداللہ ہوگی۔

حدیث بست ویکم: (۲۱)

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: دُنیا ختم نہ ہوگی مگر یہ کہ خدا بھیجے گا ایک مَرد کو میرے اہلبیت سے جس کا نام میرا نام ہوگا اور باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ دُنیا کو عدل و اِنصاف سے پُر کردے گا۔

حدیث بست و دوئم: (۲۲)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے میں نے سُنا: جب زمین ظلم و جَور سے پُر ہو جائے گی تو میرے اہلبیت سے ایک مرد ظاہر ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

حدیث بست و سوئم: (۲۳)

رزینؓ بنِ عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا: جب زمین ظلم و جَور سے پُر ہو جائے گی تو ظاہر ہوگا ایک شخص میرے اہل بیت سے، جو میرا ہمنام ہوگا اس کا اخلاق میرا جیسا ہوگا۔ زمین کو عدل و اِنصاف سے پُر کردے گا۔

حدیث بست و چہارم: (۲۴)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہل بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام مہدیؑ ہوگا، فتنوں کو فرو کرے گا، اِتحاد کو قائم کرے گا۔ اِنعامات میں عدالت ہوگی۔

حدیث بست و پنجم: (۲۵)

ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیتؑ سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو میری سنت پر عمل کرے گا۔ اس پر خدا آسمان سے اپنی برکتیں نازل فرمائے گا۔ وہ زمین کو عدل و راستی سے بھر دے گا اور حکومت کرے گا سات سال۔ وہ سال جن کی صحیح مدّت اس کے واسطے مقرّر کی گئی ہیں اور بیت المقدّس میں ظہور ہوگا۔

حدیث بست و ششم: (۲۶)

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب دیکھو کہ سیاہ علم اور جھنڈے خراسان کی طرف سے آرہے ہیں تو اُس طرف متوجّہ ہو جاؤ کیونکہ خلیفۂ خدا مہدیؑ اِن کے ساتھ ہے۔

حدیث بست وہفتم: (۲۷)

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کچھ جوانانِ بنی ہاشم آئے اور رسولؐ کوچشم پُرآب دیکھ کر کہنے لگے: یارسولؐ اللہ! آپ ہمیشہ گریاں کیوں رہتے ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ہم اہلبیتؑ ہیں کہ خدا نے آخرت کے لیے ہمیں منتخب فرمایا ہے اور ہمارے اہلِ بیت کے لیے یہاں بہت سے آزار، مصائب اور تکالیف کا سامنا ہے یہاں تک کہ ایک قوم مشرق سے برآمد ہوگی جس کے ساتھ سیاہ علم ہوں گے اور طالب حق ہوں گے وہ جہاد کریں گے لیکن حق کو کوئی قبول نہ کرے گا تو خدا میرے اہل سے ایک مرد کو بھیجے گا جس کے سپرد وہ اس کام کو کریں گے وہ اس زمین کو جو ظلم سے پُر ہوگی، عدل سے پُر کردے گا۔ پس جو بھی اس وقت موجود ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس قوم کا ساتھ دے اگرچہ وہاں تک پہنچنا دُشوار ہو پھر بھی سینہ اور زانو کے بَل جائے اگرچہ راستہ بَرف سے مملو ہو۔

حدیث بست وہشتم: (۲۸)

حذیفہؓ یمانی سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا ہے: اس اُمت کے جابر و ظالم بادشاہوں پر افسوس ہے کہ جو لوگ ان کی اِطاعت نہ کریں گے ان کو یہ ڈرائیں گے، دھمکائیں گے، قتل کریں گے اور مومن مجبوراً زبان سے ان کا ساتھ دیں گے اور دِل سے بیزار ہوں گے۔ پس خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے اِسلام کو پھر عزّت بخشے گا۔ ظالموں کو ذلیل کرے گا اور اے حذیفہؓ اگر دُنیا کا ایک روز بھی باقی رہا پھر بھی اس کو خدا دراز تر فرمائے گا تاکہ مالک و حاکم بنائے میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو جو سرکشوں کو قتل کرے گا تاکہ اِسلام کو پھیلائے اور کُفر کو مِٹائے اور یہ حق سُبحانہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا اور وہ سریع الحساب ہے۔

حدیث بست ونہم: (۲۹)

ابوسعیدؓ خدری نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ خود میں نے رسولؐ خدا سے سُنا

ہے: نعمتیں حاصل کرے گی میری اُمّت وہ نعمتیں زمانۂ مہدیؑ میں جو آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کسی نے نہ حاصل کی ہوں گی۔ آسمان سے بارانِ رحمت ہوگی اور زمین اپنے پوشیدہ تمام خزانوں کو ظاہر کردے گی۔

حدیث سی ام: (۳۰)

انس ابنِ مالک سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا: ہم اَولادِ عبدالمطلّب اہلِ جنّت میں سے ہیں۔ پھر اس کی توضیح فرمائی کہ ان میں سے ایک میں ہوں اور پھر میرا بھائی علیؑ اور میرے چچا حمزہؑ اور میرے چچا کا لڑکا جعفرِ طیّار اور دو میرے نواسے حسنؑ و حسینؑ اور مہدیِؑ ہادی (اَولادِ حسینؑ سے)۔

حدیث سی و یکم: (۳۱)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا: دُنیا میں کوئی حاکم نہ رہے گا سوائے اس کے جو میرے اہلبیت میں سے ایک مرد ہے وہ ظالموں سے مظلوموں کا انتقام لے گا۔

حدیث سی و دوئم: (۳۲)

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے میں نے سُنا: آخر زمانہ میں جب کہ فِتنہ و فسادسَر اُٹھائے گا تین حقیقی بھائی طلب خلافت میں قتل ہوں گے اس کے بعد سیاہ جھنڈے نظر آئیں گے، دشمنوں سے عظیم جہاد کریں گے۔ اس وقت خلیفۂ خدا مہدیؑ ظاہر ہوگا۔ جس وقت سنو کہ مہدیؑ نے خروج کیا ہے تو جلدی کرو اور اس کی بیعت کرو کیونکہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہے۔

حدیث سی و سیم: (۳۳)

ثوبانؓ مذکور سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب سیاہ جھنڈے والے مشرق سے ظاہر ہوں تو جلدی کرو اور اُن کا ساتھ دو۔ اگرچہ بَرف پر زانو کے بَل چلنا پڑے۔

حدیث سی و چہارم: (۳۴)

خود امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مہدیؑ ہم میں سے ہوگا نہ کہ ہمارے غیر سے۔ خدا نے اس دین کا آغاز ہم سے کیا ہے اس کا اختتام بھی ہم پر ہوگا اور جس طرح پہلے لوگ شرک و کفر سے لوٹ کر اسلام لائے اسی طرح آخر میں بھی مشرکین و کفار اسلام قبول کریں گے۔

حدیث سی و پنجم: (۳۵)

عبداللہ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا: اگر دُنیا ایک شب بھی باقی رہ گئی تو بھی خدا اُس کو دراز تر کر دے گا حتیٰ کہ مالک ہوگا ایک شخص میرے اہلبیت سے جو میرا ہم نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، مساوات کو قائم کرے گا، فقر و اِفلاس کو مِٹا دے گا اس کے زمانہ میں دُنیا آرام کی زندگی بسر کرے گی۔

حدیث سی و ششم: (۳۶)

ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا سے میں نے سُنا: قیامت جب قائم ہوگی تو ایک شخص میرے اہلِ بیت سے قسطنطنیہ اور جبلِ دیلم کو فتح کرے گا۔ اگر قیامت میں ایک روز بھی رہ گیا تو خدا اس کو دَراز تر فرمائے گا اور وہ تمام ممالک کو فتح کرے گا حتیٰ کہ شرک و کفر کا نشان نہ رہے گا۔

حدیث سی و ہفتم: (۳۷)

قیس بن جابر سے روایت ہے کہ میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے سُنا، فرمایا رسولؐ خدا نے: دُنیا میں ظالم و جابر بادشاہ ہوں گے اور جابر اُمراء۔ پھر ظاہر ہوگا میرے اہلبیت سے ایک شخص جو زمین کو عدل و اِنصاف سے مملو کر دے گا جس طرح کہ وہ پہلے ظلم و جَور سے پُر تھی۔

حدیث سی و ہشتم: (۳۸)

خود ابوسعیدؓ خدری نے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا: فرمایا کہ ہم میں سے ہوگا وہ شخص جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے اور عیسیٰؑ آسمان سے نزول کریں گے۔

حدیث سی و نہم: (۳۹)

جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے نزول کریں گے اور امیرؑ قوم عیسیٰؑ سے کہے گا کہ آؤ ہم نماز پڑھیں۔ عیسیٰؑ کہیں گے کہ یہ شرف خدا نے اس امّت کو بخشا ہے اور عیسیٰؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حدیث چہلم: (۴۰)

محمد بن اِبراہیم نے روایت کی ہے ابوجعفر منصور دوانقی سے اور اس نے اپنے جَدِّ عبداللہ ابنِ عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر تھا، فرمایا رسولؐ خدا نے: ضائع نہ ہوں گے وہ لوگ جن میں اوّل عیسیٰؑ بن مریم وسط میں، میں اور آخر میں مہدیؑ ہوں گے۔

صاحبِ کشف الغمہ نے اِمام مہدیؑ کے خروج کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی توضیح کی ہے کہ میں نے اس کتاب میں خصوصاً ذِکرِ مہدیؑ کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب برطریق سنّت والجماعت ہے تاکہ اتمامِ حجّت ہوجائے۔

کشف الغمہ اور فصول المہمہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا، وہ اپنے اصحاب سے خطاب فرمارہے تھے کہ تم یا تمہارے بعد آنے والے جب ظہورِ مہدیؑ ہوگا اور عیسیٰؑ ابنِ مریم آسمان سے نزول کریں گے تو تم یا تمہاری اَولاد کو کس کی پیروی کرنی چاہیے؟ عیسیٰؑ کی جو کہ پیغمبر ہے یا امام کی جو تمہارے پیغمبر کا جانشین ہے۔

بعض نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ تمہارا اِمام تم میں سے جو اِمام ہے تمہاری کتاب کی رو سے۔ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث متفّق علیہ ہے۔ بخاری

ومسلم ہر ایک نے اَپنی ''صحیح'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ بموجب اس حدیث اور حدیثِ جابرؓ اور حدیثِ خدری کے چاہیے کہ مہدیؑ امام اور عیسیٰؑ ماموم ہوں۔

اُور اِن تمام اَحادیث کی مؤید وہ حدیث ہے جس کو ابنِ ماجہ قزوینی نے اپنی کتاب میں اَبوامامہ باہلی سے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حدیث کا آخری حصّہ یہ ہے کہ ''صبح کے وَقت امام مہدیؑ، بیت المقدّس میں نماز کا اِرادہ کریں گے اور اسی وقت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا۔ امامؑ، عیسیٰؑ سے کہیں گے کہ آپ نماز پڑھایئے۔ عیسیٰؑ، امامؑ کے دوش پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: آپ مجھ سے بہتر اور اولیٰ ہیں۔ اور امامؑ کے پیچھے خود نماز اَدا کریں گے۔

نیز شافعی مطلّبی سے روایت ہے کہ یہ خبر متواتر ہے اور بیشتر راویوں نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ مہدیؑ میرے اہلبیت سے جب ظہور کرے گا تو سات سال زمین پر حکومت کرے گا اور عدل وداد سے جہاں کو بھر دے گا۔

عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ کا نزول ہوگا، قتلِ دجّال میں وہ بھی شریک ہوں گے۔ اور مہدیؑ اس امّت کا امام ہوگا، عیسیٰؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

دلیل برحیاتِ مہدیؑ

یہ کہ امام مہدیؑ اَز رُوزِ غیبت تاحال زندہ اور باقی یہ محال اَمر نہیں ہے کیونکہ عیسیٰؑ، خضرؑ، الیاسؑ پیغمبرِ خدا اور ابلیس و دجّال دشمنانِ خدا مدّت دراز سے زندہ اور موجود ہیں۔ جن کی حیات پر سب متفق ہیں۔ اِسی طرح نوحؑ نبی، لُقمانؑ نبی، عاد اولیٰ جن کی عمریں ہزار سال سے بھی زیادہ ہوئی ہیں جس پر کسی کو اِنکار نہیں۔ لیکن جو حیات مہدیؑ کے منکر ہیں وہ دو گروہ ہیں۔ ایک جماعت تو اِس لیے منکر ہے کہ اِتنی طویل مدّت تک زندہ رہنا بعید اَز عقل ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اِمام مہدیؑ اِتنے عرصہ سے ''سرداب'' میں غائب ہیں اور کوئی ان کو آب و طعام نہیں پہنچاتا پھر کیسے زندہ ہیں۔

اِعتراض اوّل اس لیے باطل ہے کہ قران نے عیسیٰؑ و خضرؑ اور اِلیاسؑ کی عمر طولانی کا جو اِمام مہدیؑ سے کہیں زیادہ طولانی ہے ذکر کیا ہے جس پر سب یقین رکھتے ہیں اور رکھنا چاہیے ورنہ—!

اِعتراض دوم اس لیے باطل ہے کہ عیسیٰؑ بھی مہدیؑ کی طرح بشر ہیں اور اِن کو آسمان پر کوئی آب و طعام مہیا نہیں کرتا۔ جب وہ آسمان پر زندہ ہیں تو مہدیؑ تو زمین پر ہیں۔ علاوہ ازیں امام مہدیؑ کو جو زِندہ اور موجود جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں ہیں بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ وہ تمام روئے زمین کی سَیر کرتے ہیں۔ لشکر و خدم کے مالک ہیں۔ ہر سال زیارت بیت اللہ کو پہنچتے ہیں اور بجانب مغرب اِن کے فرزند اور فرزندگان بے شمار ہیں۔ بلکہ بہت سے شہروں پر اِن کی حکومت ہے لیکن مصلحتاً جس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے نظرِ مخلوق سے غائب ہیں اور اِن کے وجود کے فیوض عوام و خواص کو اب بھی

پہنچتے ہیں۔

بقائے مہدیؑ کے قائل اِن کے فیوض اور برکات کے واقعات جو دوستوں اور بیماروں اور حاجت مندوں کے ساتھ اَب بھی ہو رہے ہیں اِتنے نقل کرتے ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ منجملہ اِن کے دو حکایات مصنّف کشف الغمّہ نے نقل کی ہیں اَور کہا ہے کہ یہ دُو حکایتیں کیونکہ میرے زمانہ میں واقع ہوئیں اَور برادرانِ صادق القول سے میں نے سُنی ہیں اور وہ دو شخص جن کے متعلق یہ حکایات میری زندگی میں فوت ہوئے ہیں اور میں نے خود ان کو دیکھا ہے جس میں مجھے ذرّہ بھر بھی شک نہیں ہے لہٰذا نقل کرتا ہوں۔ مُلّا جامی نے بھی اِن دو حکایتوں کو کتاب شواہد میں نقل کیا ہے۔

حکایت اوّل:

مستنصر عبّاسی خلیفہ کے زمانہ میں ایک شخص حوالی حلہ میں قریۂ ہرقل کا رہنے والا اسماعیل بن حسن مومن زاہد کی بائیں ران میں ہتھیلی کے برابر ایک پھوڑا نکل آیا تھا جو ہر فصلِ بہار میں پھٹ جاتا اور اس میں سے خون اور غلیظ مواد خارج ہوتا تھا کہ اس کو ہر کام بلکہ نماز پڑھنی بھی دشوار ہو جاتی تھی۔ اس نے ''حلّہ'' میں آ کر رضی الدّین علی بن طاؤس سے اپنی یہ تکلیف بیان کی۔ رضی الدّین نے ''حلّہ'' کے تمام جرّاحوں کو دِکھایا سب نے متفقہ یہی کہا کہ یہ پھوڑا بغیر گوشت کو کاٹے ہوئے نہیں جانے کا اور چیرا ہم اس لیے نہیں دے سکتے کہ یہ شہ رَگ پر واقع ہے جس کے کٹ جانے سے یقینی موت واقع ہو جائے گی۔

رضی الدّین نے اسماعیل سے کہا کہ میرے ہمراہ بغداد چلو وہاں کے جرّاحوں کو دِکھلایا جائے شاید کوئی اِصلاح ہو سکے چنانچہ بغداد میں تمام اَطبّاء اور جرّاحوں کو دِکھایا سب نے وہی جواب دیا۔ رضی الدّین نے اسماعیل سے کہا کہ نماز تو اس حالت میں بھی اَدا کرنا ثوابِ عظیم رکھتا ہے۔ اسماعیل صبر کرو۔ اسماعیل نے کہا اَچھا اب آخری فیصلہ یہ ہے کہ میں سامرہ جاتا ہوں اور خدمتِ امامؑ میں اِستغاثہ کرتا ہوں۔

صاحبِ کشف الغمّہ لکھتے ہیں کہ میں نے اِسماعیل کے پسر سے سُنا، جب میرا باپ

سامرہ پہنچا تو اُس نے زیاراتِ ائمہ ہدیٰؑ کے بعد سرداب کا رُخ کیا اور رو رو کر امامِ زمانہ سے اِلتجائے صحت کی۔ میرے باپ نے بتلایا کہ رات میں نے وہیں گزاری، صبح کو دِجلہ پر جا کر لباس پاک کیا، غُسل کیا، صراحی کو پانی سے بھرا اور پھر بغرض زیارتِ اَلوداعی واپس آیا۔

ابھی قلعہ تک نہ پہنچا تھا کہ سامنے سے چار جوان آتے ہوئے نظر آئے۔ میں سمجھا شاید باشندگانِ سامرہ ہیں۔ جب قریب آئے مجھے سلام کیا۔ دو جوان میری بائیں جانب اور ایک بزرگ ہاتھ میں نیزہ لیے داہنی جانب کھڑے ہوگئے۔ ایک خوبرو جوان راستہ روک کر میرے سامنے کھڑا ہوگیا اور فرمایا: کل واپسی کا اِرادہ ہے؟

میں نے کہا: ہاں۔

فرمایا: آگے آ، تاکہ میں دیکھوں کیا چیز تجھے تکلیف پہنچا رہی ہے۔

میں نے اِس خیال سے کہ ابھی برائے زیارت غُسل کر کے آیا ہوں اِن لوگوں کے غیر یقینی ہاتھ لگنے سے پھر غُسل کی ضرورت ہوگی۔ زخم دِکھانا نہ چاہا وہ آگے بڑھے اور جھک کر کہا: کہاں ہے دِکھلا؟

زخم دیکھ کر اس کو اس زور سے دَبایا کہ خون اور مَواد بکثرت خارج ہُوا اور درد بھی ہُوا۔

پھر جو میری داہنی جانب بزرگ تھے انہوں نے فرمایا: افلحت یا اسماعیل

میں حیران ہوا کہ اِن کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔

پھر فرمایا: سمجھا یہ کون ہیں یہ امامؑ زمانہ ہیں۔ یہ کہہ کر روانہ ہونے لگے میں رکابِ امامؑ سے چمٹ گیا، امامؑ روانہ ہوئے تو میں نے بہ آوازِ بلند اِستغاثہ کیا اور پیچھے پیچھے بھاگا۔

امامؑ نے فرمایا: اسماعیل لوٹ جا۔

میں نے کہا: ہرگز نہ لوٹوں گا۔

اُن بزرگ نے فرمایا: حکمِ امامؑ کی خلاف ورزی کر رہا ہے خبردار! میں ڈرا اور فوراً رُک گیا۔

امامؑ نے فرمایا: جب تو بغداد جائے گا مستنصر تجھے بُلا کر سارا واقعہ معلوم کرے گا اور پھر ایک کثیر رَقم تجھے عطا کرے گا۔ وہ رقم ہرگز قبول نہ کرنا اُور ہمارے فرزند سیّد رضی الدّین سے کہنا کہ تیرے بارے میں وہ علی بن عوض کو لکھے ہم اس سے تیری سفارش کر دیں گے اور جو تو طلب کرے گا وہاں سے تجھے مِل جائے گا۔ یہ فرما کر نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں اَفسُردہ سامرہ واپس آیا۔

لوگوں نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا: کیا کسی سے کوئی جھگڑا ہوگیا؟

میں نے کہا: نہیں۔ تم یہ بتلاؤ کہ چار سوار جو اس طرف سے گزرے کیا تم نے ان کو دیکھا؟

لوگوں نے کہا: ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شُرفائے قریہ تھے۔ میں نے کہا: نہیں وہ امامؑ زمانہ اور اُن کے مصاحب تھے۔ دیکھو میرے پھوڑے کو انہوں نے دَبایا اور بالکل ٹھیک کر دیا۔

وہ یہ دیکھ کر اَب نشان بھی نہ رہا تھا حیران رہ گئے۔ میری طرف دَوڑے اور لباس کا ایک ایک پُرزہ کر کے تبرکاً لے گئے۔ میں دوسرا لِباس پہن کر بغداد رَوانہ ہوا یہ خبر مجھ سے پہلے بغداد پہنچ چکی تھی۔ لوگ بغداد کے پُل پر اِنتظار میں جمع تھے۔ جو کوئی گزرتا تھا اس کا نام معلوم کرتے تھے۔ جب میں پہنچا اُور میں نے اَپنا نام بتلایا۔ سب مجھ سے چمٹ گئے اور پھر اِسی طرح میرا لِباس پارہ پارہ کر کے لے گئے۔ شدہ شدہ یہ خبر خلیفہ مستنصر تک پہنچی۔ اس نے مجھے طلب کیا سارا حال بے کم و کاست میں نے بیان کر دیا۔

مُستنصر خلیفہ نے ان جراحوں اور اَطِبّاء کو جنہوں نے بغداد میں میرا زَخم دیکھا تھا بُلوایا اور کہا: دس روز قبل تم نے جو زخم دیکھا تھا۔ کیا وہ اَچھا ہوسکتا ہے۔

سب نے کہا: بہت مشکل ہے۔

مُستنصر نے کہا: اگر بفرضِ محال اچھا ہوجائے تو زَخم کتنے عرصہ میں مندمل ہوسکتا ہے۔

انہوں نے کہا: کم سے کم دو ماہ میں۔ لیکن پھر بھی ایک سفید داغ ہمیشہ کے لیے باقی

رہ جائے گا۔ مستنصر نے اُن سے کہا: اس کا زخم تم نے دیکھا ہے اب بھی دیکھو۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس لیے کہ زخم کا نشان بھی باقی نہ تھا۔

جرّاحوں میں ایک جرّاح عیسائی تھا وہ چلّا پڑا: **واللّٰہ ھٰذا من عمل المسیح** خدا کی قسم یہ سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔

مستنصر نے ہزار دینار کی ایک تھیلی منگوا کر مجھے دی کہ یہ تمہارے خرچ کے لیے ہے۔ میں نے کہا: میں اِس میں سے ایک حبّہ بھی قبول نہیں کرسکتا۔

کہا: کیوں کِس کا خوف ہے

میں نے کہا: اُس کا جس نے مجھے شفا دی کیونکہ مجھے حکم فرمایا تھا کہ مستنصر سے کچھ نہ لینا۔ مستنصر سُن کر شرمندہ ہُوا اور رویا۔

صاحب کشف الغمّہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ، عرصہ کے بعد میں کچھ لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا، اِس مجمع میں ایک لڑکا شمس الدّین محمّد پسر اسماعیل بھی تھا جس کو میں نہ پہچانتا تھا۔ اس نے خود کھڑے ہوکر اپنا تعارف کرایا اور کہا میں اس زمانہ میں بچّہ تھا البتہ بعد صحت وہ زخم میں نے دیکھا تھا جس پر بال پھوٹ آئے تھے اور مطلق کوئی نشان نہ رہا تھا۔ میرا باپ ہر سال سامرہ جاتا اور زیارتِ امامؑ کو تڑپتا مگر اِسی حسرت میں دنیائے فانی سے کوچ کرگیا۔

حکایت دُوم:

صاحبِ کشف الغمّہ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سیّد باقی ابن عطوہ علوی حُسینی نے بیان کیا کہ میرا باپ عطوہ زیدی تھا اور ایک ایسی بیماری میں مبتلا تھا کہ اَطِبّاء علاج سے عاجز آگئے تھے۔ ہم سب بھائی کیونکہ ''مذہبِ امامیہ'' رکھتے تھے لہٰذا وہ ہمیشہ ہم سے ناراض رہتا۔ ایک روز میں نے اس کو سمجھایا تو کہنے لگا: اچھا اگر تم اور تمہارا امامؑ سچّا ہے تو اِس سے کہو کہ مجھے اچھا کردے۔ ایک روز ہم سب بھائی نمازِ مغرب کے بعد ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ باپ کے چلّانے کی آواز آئی۔ ''دَوڑو جلد آؤ۔''

ہم بھاگے ہوئے اس کے پاس گئے اس نے کہا: دوڑو اور امامؑ سے مِلو، ابھی یہاں سے باہر گئے ہیں ہم نے ہر طرف دیکھا مگر نشان نہ پایا۔

باپ سے واقعہ پوچھا اس نے کہا: ایک شخص میری پاس آیا اور کہا اے عطوہ میں اپنا نام سُن کر حیران رہ گیا اور میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟

تو فرمایا: ہم تیرے لڑکوں کے آقا ہیں، تجھے صحت دینے آئے ہیں اور یہ کہہ کر مجھ پر ہاتھ پھیرا تو ساری شکایات بَرطرف ہوگئیں پس ہمارا باپ مذہبِ زیدیہ ترک کرے امامیہ ہوگیا۔

اِن دو حکایات کے نقل کے بعد، صاحبِ کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ بے شمار اَیسے واقعات ہیں جن میں امامؑ نے راہ حجاز میں گُم گشتگانِ راہ کی رہنمائی کی ہے اور کُہنہ اَمراض کو شفا بخشی ہے۔ یہ تمام واقعات ''غیبتِ کبریٰ'' سے تعلّق رکھتے ہیں۔ آپؑ کی غیبت دو حصّوں میں منقسم ہے۔ غیبتِ صغریٰ اور غیبتِ کبریٰ۔

غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امامؑ تک مخصوص مخلص مومنین کی رسائی تھی یا آپؑ کے وکلاء کے ذریعہ عوام اپنے مسائل امامؑ تک پہنچاتے تھے۔ غیبتِ صغریٰ کا زمانہ چوہتر (۷۴) سال تھا اس زمانہ میں آپؑ کے چار وَکلاء ہوئے۔

(۱) عثمان ابنِ سعید عمری۔

(۲) اَبوجعفر محمد بن عثمان۔

(۳) اَبوالقاسم حسین بن روح۔

(۴) شیخ اَبوالحسن علی بن محمّد السّمر ی۔

غیبتِ صغریٰ سے قبل کے صرف پانچ یا چھ سال کی مدّت کے بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی آغوش میں زائرین اور معتقدین کو اُن کو مسائل مشکلہ کے جوابات بچپن میں خود عطا فرمائے ہیں۔ اسی زمانہ کا مشہور واقعہ کتب مذکور میں رشیق بادرانی حاجبِ خلیفہ سے مذکور ہے کہ معتمد باللہ خلیفہ نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ دوسَوار

اپنے ہمراہ لے کر تم فوراً خانۂ حسنؑ بن علیؑ کا جو فوت ہوگئے ہیں محاصرہ کرلو اور اس گھر میں جو بھی کوئی ہو بچّہ یا بڑا اس کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ ہم گئے گھر کا محاصرہ کرلیا اور تلاش شروع کی مگر کسی کو نہ پایا، ایک دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ جب پردہ اُٹھایا تو ایک سرداب نظر آیا جب ہم اندر داخل ہوئے تو ایک دریا نظر آیا جس پر چٹائی بچھائے ہوئے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ ہم نے پکارا مگر وہ متوجّہ نہ ہوا۔

میرا ساتھی احمد بن عبداللہ پانی میں داخل ہوا کہ وہاں تک پہنچے مگر ڈوبنے لگا۔ ہم نے کوشش کرکے اس کو نکالا جو بے ہوش تھا۔ میرے دوسرے ساتھی نے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیال سے دریا میں چھلانگ لگادی قریب تھا کہ وہ بھی ڈوب جائے، میں نے اس کو بڑی کوشش سے باہر نکالا جو نیم مُردہ تھا پھر میں نے رُخ مصلّے کی طرف کر کے معافی مانگی اور توبہ کی کہ ہم پشیمان ہیں یہ قصور نادانستہ ہوا ہے مگر کوئی جواب نہ ملا، شرمندہ ہوکر ہم واپس آئے۔

معتمد خلیفہ سے یہ تمام واقعہ بیان کیا اس نے کہا: اس راز کو پوشیدہ رکھو اور اگر میں نے سُنا کہ تم نے کسی سے کہا ہے تو تم تینوں کی گردن اُڑا دی جائے گی۔ چنانچہ جب تک ''معتمد'' زندہ رہا ہم نے کسی سے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا۔

کشف الغمّہ میں مذکور ہے کہ یعقوب ابن منقوش نے کہا، میں امام حسنؑ عسکری کی خدمت میں گیا۔ آپ تنہا تشریف فرما تھے، داہنے طرف حجرہ پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

میں نے کہا: یاسیدیؑ آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اِس پردہ کو اُٹھاؤ میں نے پردہ اُٹھایا تو ایک پانچ یا چھ سال کا بچہ باہر آیا جو کشادہ پیشانی، چہرہ نورانی، سیاہ چشم، رخسار پر تل خوشبودار گیسو، امامؑ کے زانو پر آبیٹھا۔

امامؑ نے فرمایا: یعقوب، یہ تمہارا امام ہے۔ پھر بچّہ کی طرف متوجّہ ہوکر فرمایا: اب جاؤ۔ بچّہ حجرہ میں چلا گیا۔ امامؑ نے مجھ سے کہا: حجرہ میں جا کر دیکھو۔ میں نے حجرہ میں جا کر ہر طرف اور ہر گوشہ میں تلاش کیا مگر کسی کو نہ پایا۔

نیز سعد بن عبداللہ اشعر راوی ہے کہ ایک روز ایک مخالف سے میرا مُباحثہ ہوا، حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں کہ وہ اسلام بہ رغبت و بہ طوع لائے یا بجر و اکراہ۔ میں اس کے جواب میں متامّل تھا چنانچہ ٹال گیا اور سوچا کہ اس کا جواب سامرہ جاکر امام حسنؑ عسکری سے معلوم کروں چنانچہ میں سامرہ کے اِرادہ سے روانہ ہوا اور اِتفاق سے احمد بن اِسحاق کا ساتھ ہوگیا جو کچھ مال خُمس امامؑ کی خدمت میں لے جارہے تھے۔

جب ہم امامؑ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بچّہ جس کا چہرہ چَودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا امامؑ کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ مالِ خُمس کی تھیلیاں جو مختلف لوگوں کی تھیں، امام کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ امامؑ نے ان تھیلیوں کو بچّہ کی طرف بڑھا دیا۔ بچّہ نے تھیلیاں کھول کر ہر تھیلی کا کچھ حصّہ علیحدہ کرکے رکّھا اور فرمایا یہ کارآمد نہیں۔ کیونکہ حلال میں حرام کی آمیزش ہے۔ اتنا روپیہ کسبِ حلال سے ہے اور اتنا کسبِ حرام سے۔

پھر فرمایا: فلاں ضعیفہ نے جو جامہ دیا ہے وہ کہاں ہے۔ ہم نے وہ جامہ نکال کر دیا۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: جو مسئلہ تم دَریافت کرنا چاہتے ہو وہ اس بچّہ سے پوچھ لو جو تمہارا اِمام ہے۔ ابھی میں مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہی تھا کہ امامؑ زادہ نے فرمایا تم اپنے مخالف سے یہ کہہ دو کہ حضرت ابوبکرؓ اسلام نہ برغبت و بخوشی لائے اور نہ بجبر اور زبردستی لائے بلکہ ان کو ایک کاہن بخومی نے بتلایا تھا کہ محمدؐ شرق و غرب کے مالک ہوں گے اور اِن کی نبوت قیامت تک باقی رہے گی لہٰذا طمع حکومت میں طمعاً اِسلام قبول کیا۔

اکثر ان سوالات کے جوابات جو وکلاء امامؑ نے امامؑ کی خدمت میں عریضہ بھیج کر امامؑ کے دستخطوں سے حاصل کیے اِن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

اپنے وکیل ابو اسحاق کو اِن چند مسائل کے جوابات دیئے۔ اے ابو اسحاق جو کی شراب بھی حرام ہے اور لوگوں کے خمس کو ہم قبول نہیں کرتے مگر اِس غرض سے کہ اُن کا مال پاک اور کثیر ہوجائے۔ وَرنہ وہ جو خدا ہم کو دیتا ہے وہ اِس سے کہیں زیادہ ہے اور دیکھو جو لوگ ظہور کے متعلّق سوال کرتے ہیں یہ اَمر صرف خدائے تعالیٰ کے اِختیار میں ہے۔ جو

لوگ وقت کا تعیّن کرتے ہیں وہ دروغ گو اور کاذِب ہیں اور جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے وہ کافر ہیں۔

اور وہ اشیاء جو بطور تحفہ یا ہدیہ ہمارے پاس بھیجی جائیں اگر وہ مشکوک ہوں وہ ہرگز مقبول نہیں اور مغنّیہ کے پیسے حرام ہیں اور خُمس کو ہم نے اپنے شیعوں کے لیے مباح کر دیا ہے۔ ہمارے ظہور تک اُن پر حلال ہے۔ جو لوگ دینِ خدا میں شک رَکھتے ہیں ہمیں اِن کے پیسے کی ضرورت نہیں اور جو سوال ہماری غیبت کے متعلق کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق خداوند عالم کا حکم ہے کہ: لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ:

یعنی جو نہ پوچھنا چاہیے وہ مت پوچھو۔ (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۱۰۱)۔

اور ائمۂ ماسبق میں کوئی بھی امام اَیسا نہیں گزرا، جو کسی نہ کسی ظالم کی حکومت کے زمانہ میں نہ ہو۔ لیکن میں جس وقت ظاہر ہوں گا۔ میرا زمانہ، ظالم و جابر کی حکومت سے خالی ہوگا اور یہ جو معلوم کیا گیا ہے کہ ''زمانۂ غیبت'' میں ہمارے وجود سے کیا فائدہ ہے۔ اس کی مثال اُس آفتاب کی ہے جو اَبر میں پوشیدہ ہو۔ اَبر میں آفتاب اگرچہ غائب ہے مگر اہلِ عالم کو فائدہ پھر بھی پہنچا رہا ہے۔

علاوہ ازیں ہم اہلِ زمین کے لیے باعثِ امان ہیں جس طرح ستارے اہلِ آسمان کے واسطے اور اے ابواسحاق! تم پر اور جو تابعِ حق ہوں اُن پر سلام۔

علاماتِ ظہورِ قائمؑ

تئیس (۲۳) ماہِ رمضان کوایک منادی ندا کرے گا کہ الحق مع علی و شیعتہٖ اُسی روز شیطان اس کے خلاف ندا دے گا اور اسی مہینہ کے آخر میں سورج گرہن واقع ہوگا اور شبِ نیمہٗ رمضان میں چاند گرہن ہوگا اور آپ درمیانِ رُکنِ کعبہ میں ظہور فرمائیں گے۔

جبرئیلؑ امین نزول کریں گے اور بحکم خدا بکثرت مومنین مختلف مقامات سے آپ تک پہنچ جائیں گے جن کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی۔

چار پیغمبر عیسیٰؑ ابن مریم، (آسمان سے نزول کریں گے بامِ خانۂ کعبہ پر) اور خضرؑ، ادریسؑ، الیاسؑ اور

چار فرزندانِ حسنؑ ابن علی اور بارہ افراد اولاد حسینؑ ابن علی اور چار افراد مکّہ سے،
چار افراد بیت المقدس سے، بارہ افراد شام سے اور بارہ افراد یمن سے،
تین افراد آذربائیجان سے، تین افراد بنی عروہ سے، تین افراد بنی حیہ سے،
چار افراد بنی تمیم سے، دو افراد بنی اَسد سے، سات افراد بغداد سے اور چار اَولادِ عقیل سے،
چار افراد واسطِ سے، سات افراد بصرہ سے، سات افراد کوہستان سے،
چھ افراد ناحیہ بصرہ سے، چار افراد خوزستان سے، چار افراد جرجان سے،
چار افراد ازدی سے، بارہ افراد قُم سے، تیرہ افراد نواحی قُم سے،
ایک فرد اِصفہان سے، چار اَفراد کرمان سے، ایک فرد مکران سے،
تین افراد موالیہ سے، تین افراد مرو سے، پانچ افراد ہندوستان سے، تین افراد غزنین سے

تین افراد ماورالنہر سے، تین افراد حبشہ سے، بارہ افراد کوفہ سے، چار اَفراد نیشاپور سے،
بارہ افراد سبزوار سے، سات افراد طوس سے، تین افراد دامغان سے، چار افراد خاور سے،
پانچ افراد کوہِ ''رے'' سے، چار افراد مصر سے، سات افراد شیراز سے،
دو افراد طبرستان سے، تین افراد حلب سے، چار افراد کوہ سے۔ یہ کُل تین سو تیرہ افراد ہوئے۔ جو مثل ایک روح اور ایک قالب کے ہوں گے۔

امام مہدیؑ سفید لباس میں ملبوس ہوں گے۔ آپؑ کے دستِ مبارک میں دو اَنگشتریاں ہوں گی۔ ایک حسنؑ ابنِ علیؑ کی جس کا نقش (انّی واثق برحمتك)
ایک حسینؑ ابنِ علیؑ کی جس کا نقش (انّا مستجیر بك یا امان الخائفین) ہوگا۔
پنجشنبہ کو آپؑ ظہور فرمائیں گے اور جُمعہ کو وقتِ ظہر خروج،
ذوالفقارِ علیؑ آپ کی کمر میں، زرہِ جعفرؑ بَر میں، تازیانہِ رسولؐ مقبول ہاتھ میں۔
تین علم آپ کے ہمراہ ہوں گے، ایک علم پر لکھا ہوگا۔
(اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا)
دوسرے پر لکھا ہوگا (يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا) اور تیسرے پر (لا اله الا الله محمّد رسول الله علی ولی الله و وصی رسول الله و الحسن و الحسین و تسعة المعصومین من ولد الحسین حجة الله علیٰ خلقه) لکھا ہوگا۔

جب آپ مکّہ سے روانہ ہوں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ کوئی شخص آب و غذا اپنے ہمراہ نہ لے اور وہ ''سنگ'' جو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ رہتا تھا وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا۔ جس کو پیاس معلوم ہوگی وہ اس پتّھر کے پانی سے سیراب اور بھوکا سیر ہو جائے گا حتیٰ کہ آپؑ نجف پہنچیں گے۔ عصائے موسیٰؑ آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام اَنبیاء کے معجزات آپ سے ظاہر ہوں گے۔ تمام روئے زمین آپؑ کے نور سے منّور ہو جائے گی۔ زمین خزانے اُگل دے گی۔ آپ کی شہرت مشرق سے مغرب تک پہنچے گی۔

خدائے تعالیٰ آپؑ کے دین کو تمام ادیانِ عالم پر مسلّط فرما دے گا اور ہر شخص آپ کو "یابقیة الله فی الارض" کہہ کر سلام کرے گا۔ دُنیا میں کوئی مسجود باقی نہ رہے گا۔ تمام جل کر خاکستر ہوجائیں گے۔ نیز آپؑ کے علاماتِ ظہور میں سے خروجِ سفیانی ہے شام سے اور یمانی یمن سے اور مقامِ رُکن میں ایک پسر آلِ محمدؐ کا قتل جس کا نام محمد ابنِ حسن ذکیہ ہوگا۔

امام جعفرؑ صادق سے روایت ہے کہ قتلِ نفس زکیہ اور ظہور قائمؑ میں صرف پندرہ روز کا فاصلہ ہوگا۔ اور ایک بُرقعہ پوش سے مومنین کو نقصان پہنچے گا لوگوں نے سوال کیا کہ بُرقعہ پوش کون ہوگا۔ فرمایا ایک شخص ہوگا جو زنا سے پیدا ہوگا۔ بُرقعہ سے مُنہ چھپائے ہوئے ہوگا۔ مومنین کو قتل کرے گا کہ امامؑ عصر پشتِ کوفہ سے معہ سو ہزار کے لشکر کے ظاہر ہوں گے جو سب متّقی، پرہیزگار اور قران خوان ہوں گے اور اخلاقِ محمّدیؐ اور سخاوتِ علویؑ، زہدِ حسنیؑ اور شجاعت حسینیؑ سے آراستہ ہوں گے۔

علاوہ ازیں جب آپ ظہور فرمائیں گے تو وہ علم جس کا پرچم ابھی تک لپٹا ہوا تھا خود بخود کُھل جائے گا اور اس سے آوازیں آئیں گی۔ "یا ولی الله اقتل اعداء الله۔"

تلوار خود بخود باہر آئے گی اور کہے گی۔ "اخرج یا ولی الله۔"

جبرئیل دستِ راست اور میکائل دستِ چپ پر ہوں گے اور دشمنانِ خدا کوئی تلوار سے اور کوئی طاعون سے ہلاک ہوجائیں گے۔

آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ دَجال ظاہر ہوگا اور اکثر لوگ اس کے مطیع ہوجائیں گے۔

علاماتِ ظہورِ دجّال

کتاب خرائج میں مذکور ہے کہ ایک رُوز امیرالمومنین خطبہ فرما رہے تھے بعد فراغت خطبہ فرمایا: سلونی قبل انّ تفقدونی صعصعہ ابنِ صوحان نے کھڑے ہوکر سوال کیا کہ یا امیرؑ المومنینؑ، دجّال کب ظاہر ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اَسرارِ مخفیہ میں سے ایک راز

ہے۔ جس کے اظہار کی اجازت نہیں، لیکن میں تم کو کچھ نشانات بتلائے دیتا ہوں،
سُنو! یہ وہ وقت ہوگا جبکہ لوگ نماز کو معمولی چیز سمجھ کر اکثر ترک کر دیں گے۔
اَمانت میں خیانت عام ہوگی۔ دَروغ، اِفتراء، رشوت خوری حلال سمجھی جائے گی۔
دین دُنیا کے بدلے فروخت ہوگا۔ عورتوں سے مشورے ہوں گے۔
بے وقوف مناصبِ عالیہ پر فائز ہوں گے۔ صِلہ رحم منقطع ہو جائے گا۔
لوگ خواہشات کے مطیع ہو جائیں گے۔ قتل و خونریزی عام ہوگی۔
علم ضعیف پڑ جائے گا۔ ظلم کو قوّت حاصل ہوگی۔ اُمراء فاجر ہو جائیں گے۔
وزراء ظالم ہوں گے۔ عالِم خیانت پیشہ بن جائیں گے۔
قاری فاسق و فاجر ہو جائیں گے۔ مکر و زور عام ہوگا۔ فِسق و فجور ترقی کرے گا۔
مینارِ مسجد بلند ہوں گے۔ بہتان شائع ہوگا۔ گناہ و بدی رونق پکڑے گی۔
نمازیوں کی صفیں درہم شدہ متحّد ہو جائیں گی مگر دِل متفرّق ہوں گے۔ وعدہ خلافی عام ہوگی۔ عورتیں تجارت میں مردوں کے شریک ہو جائیں گی۔
فاسق و فاجر کی آواز سُنی جائے گی۔ قوم کے سردار اور کارساز ذَلیل ترین انسان ہوں گے۔ فاجروں سے لوگ خائف ہوں گے۔
کاذب، صادق کہلائے گا، اور خائن امین۔
عورتیں مردوں کی صورت اِختیار کریں گی اور مرد عورتوں کی، مرد مردوں کی جانب اور عورتیں عورتوں کی جانب مائل ہوں گی۔
عورتیں مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہوں گی اور سفر کریں گی۔
سچّی گواہی نہ سُنی جائے گی۔ جھوٹی گواہی کارآمد ثابت ہوگی۔
بے معرفت، ناواقف فقیہ۔ بے علم مفتی اور جاہل عالِم بن جائیں گے اور کار ہائے دُنیا کو کار ہائے آخرت پر ترجیح دیں گے۔
بھیڑ کی کھال پہنیں گے مگر خود بھیڑیئے ہوں گے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ ایسے زمانہ میں

گوشہ نشینی اختیار کرو اور سب سے بہتر مسکین بیت المقدس ہے۔

اصبغ بن نباتہ نے اُٹھ کر سوال کیا: یا امیرؑ المومنین! دجّال کون ہے؟

فرمایا: دجّال وہ ہے جو اس کی تصدیق کرے گا، وہ شقی ہے اور جو تکذیب کرے گا وہ سعید ہے۔ وہ اصفہان سے خروج کرے گا۔ داہنی آنکھ نہ ہوگی اور بائیں آنکھ اس کی پیشانی پر سُرخ ستارے کی مثل چمکتی ہوگی۔ پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ سُرخ گدھے پر سوار جس چشمہ پر پہنچے گا وہ چشمہ زیر زمین پوشیدہ ہوجائے گا۔ تمام تر اُس کے مطیع اَولادِ زِنا سے ہوں گے اور وہ جہاں بھی اپنے ہمراہیوں کے معیّت میں جائے گا یہ آواز بلند کرے گا۔ (اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی) اور اس کو ''بَقِیَّتُ اللہِ'' بروز جمعہ قتل کردے گا۔

اس کے بعد ''طامہ کبریٰ'' ہے۔

لوگوں نے پوچھا: یا امیر المومنین وہ کیا ہے۔

فرمایا: وہ ''دَآبَّۃُ الْاَرْضِ'' کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ مقامِ صفاء سے انگشتری سُلیمانؑ اور عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں ہوگا۔ انگشتری کو جب وہ مومن کی پیشانی پر رکھے گا تو یہ نقش چمکے گا۔ ''ھذا مومن حقاً'' اور جب کافر کی پیشانی پر رکھی جائے گی تو یہ نقش چمکے گا۔ ''ھذا کافر حقاً''۔

''دَآبَّۃُ الْاَرْضِ'' اپنا سر بلند کرے گا۔ لوگ اس کو دیکھیں گے۔

آفتاب اس وقت مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد کوئی توبہ قبول نہ ہوگی۔

اِس کے بعد وہ اِس آیت کو پڑھیں گے۔

لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ الخ (سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۵۸)

امیرؑ المومنین نے اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کی بابت سوال مت کرو کہ رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں صرف عترتِ رسولؐ کے اِس راز کو اور کسی کو نہ بتلاؤں۔ نزال بن سیرہ جو وہاں موجود تھے انہوں نے صعصعہ سے پوچھا کہ ''دابۃ الارض'' سے کیا مراد ہے۔

معصعہ نے کہا: مراد "دَآبَّۃُ الْاَرْضِ" سے وہ ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے جو عترتِ رسولؐ سے بارہواں ہوگا اور نواں اولادِ حسینؑ سے اور آفتاب سے جو کہ مغرب سے طالع ہوگا مراد حضرتؑ سے ہے جو درمیان صفا و مروہ ظہور فرمائیں گے۔ میزانِ عدل قائم کریں گے اور ہر گناہ کا وجود دُنیا سے اُٹھ جائے گا۔

اکثر راویوں نے اس حدیث کو اِسی طرح بیان کیا ہے چنانچہ معتبر راویوں نے عبداللہ ابنِ عمر سے بھی روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے دجّال کے بارے میں یہ سُنا ہے۔ ابنِ بابویہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ افسوس ہے مخالفین اور معاندین دجّال کے ظاہر ہونے کی تو خبر اپنی کتابوں میں دیتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس نے غیر معمولی طولانی عمر پائی ہے اور وہ اَب تک غائب ہے اور آخری زمانہ میں وہ خروج کرے گا، مگر امام مہدیؑ کی بقاء اور غیبت پر یقین نہیں رکھتے اور یہ کہتے ہیں بعید از عقل ہے۔ جس طرح یہود، نصاریٰ اور دیگر اقوام معجزاتِ رسولؐ کے منکر ہیں اِسی طرح معاندین عترتِ رسولؐ کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔

علی بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن اَبی عبداللہ سے اس نے اَبی جارودی روایت کی ہے کہ فرمایا امام محمّد باقر علیہ السّلام باقر علیہ السلام نے: قائم آلِ محمدؐ کی حکومت کُل روئے زمین پر ہوگی اور تین سو نو سال زمین پر حکومت ہوگی۔ جتنی مدّت "اصحابِ کہف" خواب میں رہے اور اپنی تلوار سے کُل روئے زمین کو فتح کریں گے اور سوائے دینِ محمّدؐ کے اور کوئی دین نہ رہے گا۔

ہفت مُعجزات

معجزہ اوّل:

محمد بن زاید کوفی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ سات آدمی میرے فرزند صاحبؑ الامر سے معجزہ طلب کریں گے۔ ایک شخص ماوراء النّہر کا معجزۂ الیاسؑ طلب کرے گا اور امامؑ : وَ مَنْ یَّتَوَ کَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ: کہہ کر دجلہ کے پانی پر ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک جائیں گے اور موزہ بھی تر نہ ہوگا۔ وہ یہ دیکھ کر کہے گا یہ شخص جادوگر ہے اور معجزہ سے اِنکار کر دے گا۔

امامؑ پانی سے مخاطب ہوں گے کہ اس کو غرق کر دے اور وہ سات روز تک پانی میں تڑپے گا اور زندہ رہے گا اور یہ فریاد کرے گا: یہ سزا امامؑ زمانہ سے انکار کی ہے۔

معجزہ دوم:

ایک اصفہانی آپؑ سے معجزۂ خلیلؑ طلب کرے گا۔ آپ آتشِ عظیم روشن کرنے کا حکم دیں گے اور: فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ: کہہ کر آگ میں داخل ہو جائیں گے اور سلامت باہر نکل آئیں گے۔ وہ مردود کہے گا یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ امامؑ آگ کو حکم دیں گے کہ اس کو پکڑ لے، آگ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گی اور وہ یہ کہتا ہوا کہ یہ سزا ہے اِنکارِ امامؑ کی، پھر وہ خاک ہو جائے گا۔

معجزہ سوم:

ایک شخص فارس کا، جب عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں دیکھے گا تو معجزہ موسیٰؑ امام سے طلب کرے گا۔ امامؑ : فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ: کہہ کر عصا زمین پر پھینک دیں

گے اور وہ اَژدھا بن جائے گا۔ یہ مردود کہے گا یہ تو عجیب جادو ہے۔ امامؑ، اژدھے کو حکم دیں گے کہ اس کو نگل جائے۔ اژدھا اُس کو نگل جائے گا۔ سو گردن باہر نکلی رہے گی اس سے آواز آئے گی یہ سزا ہے معجزہ کو جادوگری کہنے اور انکارِ امامؑ کی۔

معجزہ چہارم:

ایک شخص آذربائیجان کا آپؑ سے کہے گا، اگر امامؑ ہو تو اِس ہڈّی سے کہو کہ بولے اور خضرؑ کا معجزہ دِکھلاؤ۔ امامؑ دُعا فرمائیں گے اور ہڈّی تکلّم کرے گی کہ اے امامؑ زمانہ میری بخشش کی دُعا فرما دیجیے۔ مگر وہ شخص (مردود) کہے گا یہ کُھلا جادو ہے اس کو سُولی دے دی جائے گی اور یہ کہتا رہے گا کہ یہ اِنکار امامؑ کی سزا ہے۔

معجزہ پنجم:

ایک شخص اہل عمّان کہے گا کہ لوہا، داوٗدؑ نبی کے ہاتھ میں نرم ہوجاتا تھا اگر آپؑ کے ہاتھ میں بھی لوہا نرم ہوجائے تو اِمامت کا قائل ہوجاؤں گا۔ امامؑ لوہے کو ہاتھ میں لے کر نرم فرما دیں گے۔ وہ شخص پھر بھی اِنکار کرے گا۔ اسی لوہے سے وہ یہ کہتا ہوا کہ یہ سزا ہے صادق امامؑ کے اِنکار کی، ہلاک ہوجائے گا۔

معجزہ ششم:

ایک شخص اِترا کر آپ سے کہے گا کہ چُھری، اسماعیلؑ کے حلق پر کارگر نہ ہوئی میں اس کو ابراہیمؑ کا معجزہ سمجھتا ہوں آپ بھی یہ معجزہ دِکھائیں، آپ اُس سے کہیں گے تو بھی چُھری فلاں شخص کے حلق پر چلا۔ چنانچہ وہ چلائے گا اور کارگر نہ ہوگی۔ پھر بھی وہ کہے گا کہ یہ جادو ہے۔ وہ چُھری خود اس کے حلق پر چل کر اُس کو ہلاک کردے گی۔

معجزہ ہفتم:

ایک عرب آپؑ سے آپ کے جدِّ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ طلب کرے گا آپ ایک شیر کو بُلا کر اس سے اپنی امامت کی گواہی دلوائیں گے مگر وہ عرب پھر

بھی اِنکار کر دے گا۔ آپ شیر کو بلا کر اس سے اپنی امامت کی گواہی دلوائیں گے مگر وہ عرب پھر بھی اِنکار کر دے گا۔ آپ شیر کو حکم دیں گے کہ اس کو نگل جائے چنانچہ یہ کہتا ہوا کہ یہ سچے امامؑ سے اِنکار کی سزا ہے شکم شیر میں پہنچ جائے گا۔

نیز اِمام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: جب جبرئیل ندائے ظہور صاحبِ الامرؑ دیں گے تو یہ آواز اس قدر ہولناک ہوگی کہ کھڑے ہوئے بیٹھ جائیں گے اور بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ خوابیدہ بیدار ہو جائیں گے اور کوئی مومن ایسا نہ رہے گا جو اپنی زندگی میں آرزوِ خدمتِ امام رکھتا تھا وہ امامؑ تک نہ پہنچے۔ فرشتہ قبورِ مومنین پر آواز دے گا: ظہورِ امامؑ ہو گیا ہے اگر چاہو تو اِن کی خدمت میں پہنچ سکتے ہو۔

کتاب خرائج میں مذکور ہے کہ امام ثامن ضامن حضرت علی رضا علیہ السّلام سے قائمِ آلِ محمدؐ کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا، آپؑ نے فرمایا کہ قائمِ آلِ محمدؐ کے صفات میں سے ایک یہ ہے کہ بہ لحاظِ سن پیر اور بہ لحاظ صورت جوان ہوں گے، حتیٰ کہ دیکھنے والے اِن کو چالیس سال سے زیادہ کا نہ بتلائیں گے اور جب وہ مکّہ سے نکلیں گے تو شعیبؑ بنِ صالحؑ آپ کے لشکر کے سردار ہوں گے۔

ابن بابویہ نے کتاب ''نبوت'' میں سہل بن سعید سے روایت کی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے مجھے حکم دیا کہ صفا میں ایک کنواں کھودا جائے۔ جب کنواں کھودا گیا اور تقریباً سو گز تک کھد گیا تو ایک آدمی کا سر دِکھائی دیا جب اس کو صاف کیا تو ایک سفید پوش ایک پتھر پر کھڑا ہوا نظر آیا جس کے سر پر ایک زخم تھا اور زخم پر اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا جب ہاتھ کو ہٹایا تو زخم سے خون جاری ہونے لگا۔ ہاتھ کو پھر وہیں زخم پر رکھ دیا گیا، خون بند ہو گیا۔ اُس کے لباس پر لکھا ہوا تھا'' میں ہوں شعیبؑ بن صالح، خدا نے مجھے اس قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا اس قوم نے میرا سر زخمی کر دیا اور مجھے کنویں میں ڈال دیا۔''

میں نے یہ واقعہ ہشام کو جا کر سنایا، اُس نے حکم دیا کہ اس چاہ کو اسی مٹی سے پھر بھر دو۔

نیز زیاد ابنِ صلت نے امام ہشتم (علیؑ رضا) سے روایت کی ہے کہ جب میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ صاحبؑ الامر آپ ہیں تو فرمایا: ہاں مگر میں وہ صاحبؑ امر نہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے گا۔ وہ سِن میں پیر اور صورت میں جوان ہوگا۔

خدا اس کو وہ قوّت عطا کرے گا۔ اگر چاہے تو عظیم ترین درخت کو جڑ سے اُکھاڑ دے اور اگر پہاڑ کو آواز دے تو ایسا خوف سے لرزے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔

عصائے موسیٰؑ اور خاتم سلیمانؑ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ میرا چوتھا فرزند ہوگا۔

اس کا زمانہ غیبت دراز تر ہوگا۔ دور دراز کی آواز مثلِ قریب سنے گا۔

مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے واسطے عذاب ہوگا۔

زمین اس کے نور سے نورانی ہوجائے گی۔ عدل پیدا اور ظلم ناپید ہوجائے گا۔

معجزہ طی الارض کا حامل ہوگا۔ جسم کا سایہ نہ ہوگا اور ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا جس کو ہر شخص صاف سُنے گا کہ حجّتِ خدا کا خانہ خدا میں ظہور ہوگیا، اتباع کرو۔ حق اس کے ساتھ ہے۔

چنانچہ خدائے تعالیٰ نے قران میں فرمایا ہے: اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ (سورہ الشعراء آیت نمبر ۴)۔

یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اپنی نشانی بھیجیں جو جبّاروں کی گردن کج کردے اور اُن کو ذلیل و خوار کردے۔

تمام اصحاب کا اس اَمر پر اِجماع ہے اور ہر ایک معتقد ہے اہلِ اسلام میں کسی کو اِس سے اِنکار نہیں ہے کہ مہدیؑ ایک وقت آئے گا لیکن بعض مسلمان کہتے ہیں کہ پیدا ہوگا اور طول عمر کو خلاف عقل کہتے ہیں۔ حالانکہ بقاء اور وجود ممکنات میں سے ہے اور روایت مستند و مشہور کہ جو مرجائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ وہ اس پر دلیل واضح ہے جس پر کسی کو اِختلاف نہیں۔

مُلّا سعد الدّین نے شرح عقائد میں نقل کیا ہے کہ اس خبر کی بناء پر مذہب غیر امامیہ

کے لیے مشکل ہوجائے گی اور مُلّا جلال دَوَانی نے کہا ہے کہ یہ خبر دلیل ہے صداقتِ مذہبِ امامیہ پر، لکھتے ہیں کہ درازئ عمر کا بعید از عقل سمجھنا نامعقول ہے کیونکہ یہ اَمر ممکن الوقوع ہے جیسے خضرؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ اور نوحؑ اور مردودین میں ابلیس و دجال — اور مخبرِ صادقؐ نے اس کی خبر دی ہے لہٰذا اِس پر مُباحثہ اور مکابرہ باطل اور نامعقول ہے۔

گزرِ تاجرانِ در بلادِ صاحبِ زمانؑ

اگر چہ شیعیانِ امیرالمومنینؑ و محبّانِ صاحبؑ زمان و زمین کے واسطے وجودِ امامؑ آخر الزّمان پر کسی دَلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل حکایت چونکہ عجیب و غریب ہے جو گوش موالیان تک بھی شاید کم پہنچی ہو جو کتاب ''اربعین'' میں جو کہ اعظم مجتہدین علما ملّت سیّد المرسلین غلامانِ ائمہ طاہرینؑ کی تصنیفات سے ہے میں نے دیکھی ہے۔ اگر چہ طولانی ہے لیکن برائے تازگیِ ایمان، محبّانِ صاحبِ زمان تحریر کی جارہی ہے۔

عالمِ و عامل، متّقی و فاضل، محمّد بن علی علوی الحسینی سے روایت ہے کہ ۵۴۳ھ ماہِ رَمضان میں فرزندِ ذیشان عون الدّین یحییٰ ابن ہبیر حاکم مدینہ نے مجھے اور کچھ اور لوگوں کو برائے افطار مدعو کیا بعد اَفطار مخصوصین کو روک لیا۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ تیز بارش بھی طولانی نشست کا باعث بن گئی۔

اثنائے گفتگو میں مذاہب کا ذِکر چھڑ گیا۔ وزیر کے پہلو میں اتفاقاً ایک مردمعتبر و معزز بیٹھا ہوا تھا جس کو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وزیر اس سے بڑے احترام واَدب سے ہمکلام تھا۔ جب بات مذہب تک پہنچی، وزیر نے کہا: شیعہ بڑی قلیل جماعت ہے لوگوں کی نظر میں ان کا کوئی مقام بھی نہیں اور اہلسنّت کثیر ہیں اور ہر جگہ ان کی عزّت اور مقام ہے۔ وہ شخص وزیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے چاہا کہ میں وزیر پر ثابت کروں کہ کثرت دلیل حقیقت اور قلّت دلیل بطلان نہیں ہوتی اور کہا: (اطال اللّٰہ بقائک)۔

اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ایک واقعہ جو مجھ پر واقع ہوا ہے اور میں نے بہ چشم خود دیکھا ہے سُناؤں۔

وزیر نے بعد تامّل کہا: سُناؤ۔ اِس نے یوں کہنا شروع کیا:

میں ایک شہرِ عظیم ''باہیہ'' کا باشندہ ہوں جو ایک ہزار دوسو قریہ پر مشتمل ہے۔ کثرتِ آبادی ناقابلِ شمار ہے اور وہ سب کے سب نصرانی ہیں وہاں کے جزیرے جو کہ نوبیہ اور حبشہ سے ملحق ہیں نصاریٰ سے مملو ہیں جن کی تعداد سوئے خدا کے کسی کو نہیں معلوم۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابل میں بہشتیوں کی تعداد کے مثل ہے دوزخیوں کے مقابل میں۔ لہٰذا اگر کثرت ہی دلیل حقیقت ہے تو شیعہ اہلسنّت سے تعداد میں کثیر ہیں۔ میں اکیس سال قبل اپنے والد کے ہمراہ بغرض تجارت مدینہ سے باہر گیا۔ دریا کا بڑا پُر خطر سفر تھا۔ تقدیر ہماری کشتی کو کھینچ کر ایک جزیرہ میں لے آئی وہاں سے بڑے وسیع و عظیم سرسبز و پُر رونق شہروں میں ہم پہنچے۔ جب ہم نے ملاح سے استفسار کیا اس نے بھی کہا کہ واللہ اس سے قبل یہ مقام میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

جب ہم پہلے شہر میں پہنچے جو نہایت لطیف و سرسبز تھا۔ لوگ نہایت پاکیزہ۔ ایک شخص سے میں نے اس شہر کا نام پوچھا تو کہا: مدینہ مبارکہ۔

حاکم شہر کا نام پوچھا۔ کہا: فلاں نام ہے۔

میں نے پایۂ تخت اور دارالسطنت کی بابت سوال کیا تو کہا اس کا نام زاہرہ ہے۔ جو وہاں سے براہ دریا دس روز کی راہ ہے اور براہِ خشکی ایک ماہ۔

میں نے کہا: حاکم کا عملہ اور کارندے کہاں ہیں تاکہ ہم اپنا مال تجارت ان کو دِکھائیں۔

اس نے کہا: یہاں کوئی عملہ نہیں، تاجر خود حاکم کے پاس جاکر معاملہ کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں حاکمِ شہر تک پہنچایا۔

جب ہم پہنچے دیکھا کہ ایک شخص نورانی صورت، پاکیزہ لباس پہنے دوات قلم سامنے رکھے کچھ لکھ رہا ہے۔ ہم نے سلام کیا، جوابِ سلام دیا، مرحبا کہا۔

ہم نے اپنے آنے کی وجہ بتلائی تو فرمایا: مشرف بہ اسلام ہو یا نہیں۔

ہم نے کہا: بعض مسلمان ہیں اور بعض دینِ موسویؑ پر ہیں۔

فرمایا: اہلِ ذمہ جزیہ ادا کریں اور مسلمانوں کو بلاؤ تا کہ تحقیقِ مذہب ہو سکے۔

لہٰذا میرے باپ نے جزیہ اپنا اور میرا اور تین افراد کا ادا کیا کیونکہ ہم نصرانی تھے۔ نو یہودی تھے۔ انہوں نے اپنا اپنا جزیہ ادا کیا۔ اس کے بعد مسلمان پیش ہوئے جو صاحبِ ایمان ثابت نہ ہوئے۔

فرمایا: جو کہ خدا و رسول مجتبیٰ و وصّی علی مرتضیٰؑ اور جملہ اوصیاء کا تا صاحبؑ الامر قائل نہیں وہ داخلِ خوارج ہے۔ مسلمانوں نے جب یہ سُنا اور اپنے مال کو معرضِ تلف میں دیکھا تو درخواست کی، ہمیں بادشاہ کے پاس بھیج دیجیے وہ جو حکم ہمارے متعلّق کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔

چنانچہ ہمیں ایک راہبر کے ہمراہ شہر زاہرہ روانہ کر دیا۔ ہم چودہ (۱۴) روز میں زاہرہ پہنچے۔ اتنا خوبصورت اور خوشنما شہر نہ دیکھا تھا۔ نہ کبھی سُنا تھا۔ ہر طرف آبِ حیات کے چشمے جاری تھے۔ ہوا جاں بخش اور خوشگوار تھی۔ لوگ دروغ و غیبت و بدمعاملگی سے ناواقف تھے۔ ان کا ہر کام رضائے الٰہی پر موقوف تھا۔ جب موذّن اذان دیتا ہر شخص مسجد میں برائے نماز آ موجود ہوتا۔ بعد فراغت اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتا۔

کچھ لوگوں نے قصرِ سلطانی تک ہماری رہبری کی ایک شاندار قصر میں جو سرسبز باغات و انہار سے رشکِ جنّت تھا ہم نے ایک جوان خوشرو کو تخت پر درویشانہ لباس میں بیٹھا ہُوا دیکھا جس کے ہر طرف خدّام برائے خدمت کمر بستہ۔ موذّن نے اذان دی باغ نمازیوں سے بھر گیا۔ سلطان نے کارِ امامت انجام دیا۔

بعد فراغتِ فریضۂ نماز سلطان ہماری طرف متوجّہ ہوا اور کہا: تم لوگ شاید تازہ وارد ہوئے ہو۔ ہم نے کہا: ہاں۔ ہمیں خاطر و مدارات سے بٹھایا اور ہم سے سببِ ورود پوچھا۔ ہم نے کُل واقعہ اَز اوّل تا آخر بیان کر دیا۔ حال معلوم ہونے کے بعد ہمارے مسلمانوں سے مخاطبہ کیا کہ مسلمانوں میں چند فرقے ہیں تم کون سے فرقہ سے منسلک ہو؟ ہم میں سے

ایک مسلمان جس کا نام ''روز بہان'' تھا اور شافعی مذہب رکھتا تھا ہمکلام ہوا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیا۔ سلطان نے کہا کہ تم کتنے شافعی عقیدہ کے ہو۔ روز بہانی نے کہا: ہم سب شافعی مذہب رکھتے ہیں سوائے ایک کے جو مالکی عقیدہ رکھتا ہے نام اس کا حسام ابنِ قیس ہے۔

سلطان نے بہ نظر ہدایت وتبلیغ کہا کہ تم شافعی اِجماع کے قائل ہو اور قیاس پر عمل کرتے ہو۔ اُس نے کہا: جی ہاں۔ یا ابنِ صاحب الامر (وہاں کے لوگ ان کو اِسی نام سے پکارتے تھے)

سلطان نے فرمایا: اے شافعی تم نے ''آیۂ مُباہلہ'' قران میں پڑھا ہے۔

روز بہانی نے کہا: جی ہاں پڑھا ہے۔

فرمایا: پڑھو۔ اُس نے پڑھا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ...... (تا آخر آیت)۔

فرمایا: میں تجھے خدا اور اُس کے قران کی قسم دیتا ہوں کہ بتلا اِس آیت میں خدا کی مُراد کن لوگوں سے ہے۔ روز بہان خاموش رہا۔

فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا اِس آیت سے مُراد ہے۔

روز بہان نے کہا: نہیں یا ابن صاحبؑ الامر۔

فرمایا: واللہ نہیں نازل ہوئی یہ آیت مگر صرف اِن لوگوں کی شان میں اور اس کے علاوہ بھی کچھ آیات اور احادیث اس خوش اِلحانی اور جذبہ ایمانی سے پڑھیں کہ ہم سب لرز گئے اور رونے لگے اور روز بہان نے روتے ہوئے کہا کہ برائے خدا اپنا نسب بیان فرمایئے اور ہم گُم گشتگان راہ کو راہِ ہدایت دِکھایئے۔

فرمایا: طاہر ابنِ مہدی بن حسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علیؑ بن حُسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کہ جن کی شان میں خدا نے فرمایا۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۲) خدائے تعالیٰ کی

مراد امام مبین سے نہیں ہے مگر ذات اَمیر المومنینؑ خلیفہ بلافصل خاتم المرسلینؐ سے اور اے شافعی! ہم آلِ رسولؐ ہیں اور اُولی الامر سے مراد ہم ہی ہیں۔

روز بہان نے جب یہ کلمات شہزادۂ عالمیان سے سُنے بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو پُکارا کہ خدا کا شُکر ہے کہ قیاس کی تاریکی سے نِکل کر یقین کی روشنی مِلی اور روز بہان کے تمام ساتھی جو کافر تھے اُنہوں نے بھی اِسلام قبول کیا اَور آٹھ روز تک شہزادۂ عالمیان کے مہمان رہے جب رخصت چاہی تو شہر کے اکثر لوگوں نے ہمیں ایک ایک روز مدعو کیا، چنانچہ ایک سال کی طویل مدّت تک سلسلہ مہمان نوازی جاری رہا۔

وہاں لوگوں نے ہمیں بتلایا کہ اس شہر کا طول وعرض دو ماہ کی راہ ہے اور اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام ''رَبقہ'' ہے وہاں کے حاکم قاسم بن صاحب اَمر ہیں اس شہر کا طول وعرض بھی اس شہر کی مثل ہے اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام ''ضیافہ'' ہے۔ وہاں کا سلطان ابراہیم ابنِ صاحب الامر ہے اس کے بعد ایک اور شہر بے انتہا پُر رَونق دِینی اور دُنیوی صفات سے آراستہ ظلوم ہے جس کے حاکم عبدالرحمٰن ابنِ صاحب الامر ہیں اس شہر میں بہ کثرت خوشنما باغات ہیں اور اس شہر کا بھی طول وعرض دو ماہ کی راہ ہے۔

اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام ''قناطیس'' ہے جس کے حاکم ہاشم بن صاحبِ اَمر ہیں۔ اس شہر کی مسافت چار ماہ ہے جو ''جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ'' کا نمونہ ہے۔

المختصر طول وعرض اِن ممالک کا ایک سال کی راہ سے بھی زیادہ ہے۔ باشندے وہاں کے لامحدود وشمار سے باہر ہیں جو سب سے کے سب ''شیعہ اثناء عشری'' مومن ومتّقی پیروانِ ائمہ معصومینؑ ہیں۔ خضوع وخشوع سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ و خُمس اَدا کرتے ہیں اور مستحقین کو پہنچاتے ہیں۔ حج بیتُ اللہ کو آتے ہیں سب پیرو سرکارِ دو عالمؐ ہیں اور بالیقین دُنیا کے تمام مسلمانوں سے بلکہ دُنیا سے ان کی تعداد زیادہ ہے۔

لوگوں کا خیال تھا کہ صاحبؑ الامر وہاں تشریف لانے والے ہیں ہم اِنتظار میں

رہے مگر دولتِ زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ ہم واپس چلے آئے اور حسام اور روزبہان انتظارِ زیارت میں وہیں مقیم رہے۔ جب اس شخص نے بہ چشم دید واقعات سُنائے تو وزیر اُٹھ کر چلا گیا اور تنہائی میں ایک ایک شخص کو بلا کر وعدہ لیا کہ یہ واقعات، وہ اور کسی کے سامنے بیان نہ کریں۔

اِس قسم کی حکایات بے شمار ہیں۔ خود رُوزبہان نے بعد حصولِ شرفِ زیارت اپنا واقعہ بھی لکھا ہے جس کو بہ خوفِ طوالت نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

حضرت صاحبؑ الامر خاتم الوصیّین کے متعلّق نصوصِ رسولؐ ربّ العالمین خاتم المرسلینؐ وائمۂ طاہرینؑ اس قدر ہیں جو کہ کتاب "کمال الدّین وتمام النّعمہ وفصول المہمّہ و کشف الغمّہ" اور کتبِ مخالف اور موافق میں مندرج ہیں اگر ان کو جمع کر لیا جائے تو ایک دفتر بَن جائے اور یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی، وقتِ تولُّد سے اَب تک کے معجزات، واقعات اور حالات تمام تر جمع کر سکے۔ اگر دَریا سیاہی بن جائیں تو بھی کلماتِ ربّی تمام نہیں ہو سکتے۔

چند ضروری نکات

ہر ایک کو معلوم ہے کہ اُمّتِ رسولؐ بعد رسولؐ تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہوگئی جیسا کہ خود مخبرِ صادقؐ نے خبر دی تھی، ان فرقوں میں کچھ بگڑتے اور کچھ بنتے رہے۔ یہاں ہمیں صرف دو ہی بڑے فرقوں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ ان میں سے ایک فرقہ شیعہ ہے جو بعدِ رسولؐ خدا، علی مرتضیٰؑ کو امام بے فاصلہ بنصِ خدا و رسولؐ مانتے ہیں۔ دوسرا فرقہ اہلسنّت ہے جو ابی بکرؓ بن ابی قحافہ کو خود ساختہ مانتے ہیں۔

مذہب شیعہ روزِ اوّل سے آج تک مذہب رسولؐ خدا و ائمہ طاہرینؑ ہے اور ان کا مذہب بر بنائے اصول یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے اور جو اس کے غیر ہے وہ حادث ہے۔

خدائے تعالیٰ جسم و جسمانیت سے منزّہ ہے اور مخلوقات سے مشابہت نہیں رکھتا۔ مگر ہر چیز پر قادر ہے۔ ظالم و جابر نہیں ہے۔ بُرائی اُس سے سرزد نہیں ہوتی بندوں کے افعال کا بندوں سے ہی تعلّق ہے۔ مطیع کو ثواب عطا کرتا ہے اور عاصی کو عذاب یا معافی۔

اس کا کوئی کام عبث اور بے کار نہیں۔ اس نے انبیاءؑ کو ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اسے دیکھا نہیں جاسکتا اور حواس اُس کو نہیں پاسکتے، اس کے اوامر و نواہی حادث نہیں اور اس کے انبیاءؑ اور اوصیاءؑ سب معصوم ہیں اور اوصیاء قائم مقام پیغمبر ہیں۔

لہٰذا اِرشاد و اِطاعت میں واجب الاطاعت ہونے کی وجہ سے معصوم ہیں اور صفتِ عصمت کے باعث منصوص من اللہ ہیں۔ اگر خدا کے لیے کوئی جہت یا مکان مان لیا جائے تو حادث قرار پائے گا، محتاجِ مکان ہوجائے گا اور اگر قادر نہ مانیں تو ناقص ہوگا اور اگر ظالم

یا جابر مان لیا جائے تو حادث و محتاج ہو جائے گا اور اگر اعمال کا خود بندوں کو مختار نہ مانا جائے تو ثواب و عذاب بے محل ہوگا اور اگر اطاعت گزار کو ثواب سے محروم رکھے تو ظالم قرار پائے گا اور اگر خدا کے افعال کو بے کار اور عبث مان لیا جائے تو جاہل قرار پائے گا۔ حالانکہ خود فرماتا ہے

(وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ) (سورۂ الانبیآ آیت نمبر ۱۶)

اگر حواس سے معلوم کیا جا سکے تو مجسم ہو جائے گا۔ (استغفر اللہ)۔

اس نے خود فرمایا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (سورۂ اِنعام آیت نمبر ۱۰۳)

اور اگر انبیاءؑ کو معصوم نہ مانا جائے تو ان کی کوئی خبر قابلِ اعتبار نہ رہے گی۔ اسی طرح انبیاء کے اَوصیاء بھی اِسی حکم میں آتے ہیں اور چونکہ عصمت اَمرِ خفی ہے جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا لہٰذا وصی کا بھی منصوص من اللہ ہونا ضروری ہے۔

یہ ہے خلاصہ مذہبِ شیعہ اور اثناء عشری کے ''اُصول'' اور ''فروع'' مذہب میں۔ شیعہ اَخذ اَحکامِ شریعت ائمۂ معصومینؑ سے کرتے ہیں اور معصومینؑ رسولؐ سے اور رسولؐ، جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ، حقِ تعالیٰ سے۔ کسی عارف نے ایک قطعہ نظم کیا ہے جس کا ذیل میں صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ:

''اگر چاہو کہ اپنے لیے اچھا مذہب اِختیار کرو جو رُوزِ قیامت شعلۂ آتش سے محفوظ رکھے تو قیاسات کو چھوڑ کر اس جماعت کا دامن پکڑو جو یہ کہتی ہے کہ یہ میں نے اپنے جدّ سے سُنا ہے اور انہوں نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خدائے تعالیٰ سے اور درمیان میں کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔''

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم و دانش میں افضل النّاس ہو۔ یہ اَمر مُسلمہ فریقین ہے چنانچہ ابنِ اَبی الحدید سے منقول ہے کہ بارہ معصومینؑ میں سے ہر ایک میں جمیع علوم موجود تھے۔

اوّل امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کہ علم جمیع علماء آپ تک مُنتہی ہوتا ہے اور
حسن و حسین علیہما السّلام وارث علوم جدّ بزرگوار تھے اور
علم و عبادت حضرت زین العابدینؑ محتاج بیان نہیں۔
امام محمد باقرؑ کو بوجہ کمالِ علم۔ ''باقر العلوم'' کہا جاتا ہے اور
امام جعفر صادقؑ سے چار ہزار افراد نے استفادہ علم کیا ہے اور ہر ایک نے آپؑ سے جو احادیث، اقوال و جواباتِ مسائل سے ان کو نقل کیا ہے جن کی تعداد چار سو ہے اور کوئی اقسام علوم سے ایسی بات نہیں رہی جس کو آپ نے نہ بیان کیا ہو اور
امام موسیٰؑ کاظم کو صرف کمالِ علمی کی وجہ سے ہارون رشید نے قید میں رکھا اور
اگر کوئی چاہے کہ علومِ امام علیؑ رضا سے واقفیت حاصل کرے اس کو کتاب عیون اخبار الرّضاؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور آپ نے ان مباحث اور مناظرات کو جس میں اُس زمانہ کے تمام علماء کبار پر فتح پائی، دیکھنا چاہیے
اور امام محمد تقیؑ و امام علیؑ نقی کے علم کے متعلق ہم قدرے ذِکر کر چکے ہیں۔
اِمام حسن عسکری علیہ السّلام کے زمانہ میں بڑی پابندی تھی اور کوئی آپؑ تک جا بھی نہ سکتا تھا۔ حکومت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے اس لیے اَحادیث کا بیان کمتر نظر آتا ہے۔
محقّقینِ علماءِ اِمامیہ اِس پر متفق ہیں کہ اَمیرؑ المومنینؑ چونکہ نفسِ رسولؐ ہیں لہٰذا دیگر ائمہ سے اَفضل ہیں اور جنابِ حسنینؑ فرزندِ رسولؐ ہیں اور ان کی والدہ فاطمۃؑ الزہرا ہیں اور والد امیر المومنینؑ ہیں جو باقی ائمہ سے اَفضل ہیں۔ لیکن تمام ائمہ بہ لحاظِ علم برابر ہیں۔ مگر ثوابِ عبادات صاحبؑ الامر بوجہ طول عمر زیادہ ہے۔
احباب کا کیا ذکر ان کے جانی دشمن جو منبروں پر بُرا کہتے تھے، ذرا تاریخ اُٹھا کر دیکھیے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے اِن کی مدح و ثناء کے قصائد پڑھتے ہوئے نظر آئیں گے۔ آج بھی جو دِل سے دشمنِ علیؑ ہیں، زبان سے اِن کی ستائش و ثناء کے گیت گاتے نظر آتے ہیں۔

ایک سوال اور اُس کا جواب

کسی نے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے؟ مسلمانوں کا خدا ایک، رسولؐ ایک، کتاب ایک، قبلہ ایک، عبادات ایک اور ایک ہی رسولؐ کی رسالت و امامت مگر اس قدر اختلاف کہ تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ اِن فتنوں اور فساد کا آخر سبب کیا ہے۔

ایک فاضل عالم نے جواب دیا کہ اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ عداوت ابلیس کی اَولادِ آدم سے کیونکہ اوّل رُوز ہی وہ قسم کھا چکا ہے کہ میں اَولادِ آدم کو بہکاؤں گا اور قسم بھی معمولی نہیں، ربّ العزّت کی قسم کھائی ہے چنانچہ خود خدا قران میں فرماتا ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سورہ ص آیت نمبر ۸۲)۔

چنانچہ آدمؑ کے زمانہ میں ہی اس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور ہابیل و قابیل کا واقعہ اس کا ثبوت ہے اور اب تک بڑے شدّ و مد سے اس کا کاروبار چل رہا ہے مگر عباد مخلصین کا اِستثناء اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے۔

دوسری وجہ حسد ہے جو انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ ''حاسِد کو ایک دم نہیں راحت جہان میں'' اور تو اور خدا سے حسد۔ یہ خدا کیوں ہے ہم اس مرتبہ جلیلہ پر فائز نہ ہوئے۔ چنانچہ دعوائے خدائی ہوئے۔ فرعون و نمرود وغیرہ جذبۂ حسد نے پیدا کیے۔ خدائی کا دعویٰ ہوا۔ طاقت کا مظاہرہ ہوا۔ آسمانی خدا سے جنگ لڑی شدّاد نے سنا کہ اس کے یہاں جنّت بھی ہے اسی لئے اس نے یہاں جنّتِ اِرم تیار کی۔

انبیاء کے مراتب و مناصبِ جلیلہ کو اِنسان نے دیکھا۔ حسد سے نہ دیکھا گیا نبوت

کے جھوٹے دعوے ہوئے۔ انبیاء کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ کہا گیا مفلس و نادار نبی کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم دولت مند ہیں۔ نبی ہم کو ہونا چاہیے۔ چنانچہ معجزات طلب کیے گئے۔ اِس پر تسکین نہ ہوئی کہہ دیا بہت بڑا جادوگر اور ساحر ہے۔ بہرحال خدا کا آخری نبی آیا اور امدادِ خداوندی لے کر آیا۔ شیطان کی ایک نہ چلی۔ اِسلام کا نشان اور دین کا پرچم بلند ہوتا چلا گیا۔ دینِ اِسلام کو قبول کرنے والے زیادہ تر غریب اور نادار تھے۔

عرب کے متوکّل طبقے اور قبائل کے سرداروں کو حسد نے آگے بڑھنے نہ دیا۔ لیکن اَنوارِ محمدیؐ اور بازوئے حیدریؑ نے کفارِ قریش کے حسد و عداوت کو خاک میں ملا کر ''کلمہ توحید'' پڑھوایا۔ بالآخر رسولؐ کو خدا نے بلایا۔

رسولؐ، علیؑ کے متعلق چند وضاحتیں فرما چکے تھے۔ مگر حسد سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ یہ مناصب و مدارج اور کرسی کی بات تھی۔ پہلے ہی سے کچھ سرگوشیاں شروع ہوگئیں تھیں۔ بعض کہتے تھے، ایک ہی خاندان میں نبوّت اور امامت کا جمع ہونا خلافِ عدل ہے۔ لہٰذا حصولِ منصب کے لیے وہ خطرناک شرطِ عصمت کی اُڑانی پڑی تاکہ اِس میدان میں عوام کی رسائی بھی ہوسکے۔ لہٰذا اس وقت سے مختلف اِعتقادات مختلف فرقوں کی بُنیاد پڑتی گئی۔

خدا بُرا کرے اس حسد کا جس نے حصولِ مراتب کے لیے بادشاہوں سے بیٹوں کو، بیٹوں سے باپ کو، حقیقی بھائی سے بھائی کو قتل کرایا اور اب شیطان اور حسد دونوں مِل بیٹھے ہیں تو تہتّر فرقے نہیں بلکہ ہر شخص کا ایک علیحدہ مذہب ہے۔ اگر شیطان کے وَرغلانے اور حسد کے بہکانے سے ہم بچنا چاہتے ہیں تو ان

''عِبَادَكَ الْمُخْلَصِيْنَ'' کے دامن کو تلاش کریں جن کو خدا نے عصمت کی نعمت سے نوازا ہو۔

یَااللہِ الْعٰلَمِیْنَ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔

دعائے مخصوص فرمودۂ حضرت صاحب الزمان
برائے مومنین
تحفۃ المومنین
(از مؤلف)

خاتمۂ کتاب پر ہم مومنین کی خدمت میں بارگاہِ امام آخر الزمان علیہ السلام کی عطا کردہ ایک بیش بہا دُعا مرقومہ ''مفاتیح الجنان'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ مومنین کرام اس عمل عظیم سے جو کلیدِ حل مشکلات، سرچشمۂ برکات اور بزرگانِ دین کا آزمودہ اور مجرب بالخصوص راقم عاصی پُر معاصی کا تقریباً چالیس سال سے داخلِ اوراد ہے، مستفید ہوکر قدرتِ خداوندی کے معجزانہ کرشمے دیکھ سکیں۔

عماد العلماء شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''مفاتیح الجنان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثقۃ الاسلام شیخ نوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب ''دار السلام'' میں عالم ربانی الحاج مُلّا فتح علی سلطان آبادی سے نقل فرمایا ہے کہ فاضل مقدس اخوند مُلّا محمد صادق عراقی، تہی دستی، پریشانی، رنجوری و بدحالی میں مبتلا تھے اور کوئی نجات کی صورت نظر نہ آتی تھی کہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز و شاداب میدان میں چند خیمے نصب ہیں۔

فاضل موصوف ایک اس خیمہ کی طرف جو سب سے بلند و بالا تھا، گئے۔ پوچھا: یہ خیمہ کس کا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ خیمہ حاجت روائے بے کساں، امامِ انس و جاں حضرت قائم؈ مہدی عجّل اللہ فرجہ کا ہے۔ یہ سُن کر فاضل موصوف بہ عجلت خدمتِ امامؑ میں

پہنچے اور بصد احترام عرض کی کہ میں انواع مصائب میں مبتلا ہوں کوئی دُعا تلقین فرمائی جائے۔ امام علیہ السّلام نے برابر کے خیمہ کی طرف سے اِشارہ فرمایا کہ اس خیمہ میں جا کر ہمارے فرزند سعید سے درخواست کرو۔

فاضل اخوند مُلّا محمّد صادق وہاں سے اُٹھ کر اس خیمہ میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ عالمِ اَمجد جناب سیّد محمّد صاحب سلطان آبادی سَجّادہ پر بیٹھے مشغول دُعا ہیں۔ فاضل اَخوند نے بعد سلام عرض حال کیا۔ سیّد موصوف نے فاضل اخوند کو دعا تعلیم فرمائی۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو دُعا ذہن میں محفوظ تھی اَخوند محمّد صادق، عالم جلیل سیّد محمّد سلطان آبادی سے کچھ کبیدہ خاطر تھے۔ مگر اس واقعہ کے بعد اُن کی خدمت میں پہنچے اوران کو اسی طرح سے سَجّادہ پر مشغول دُعا پایا جس طرح خواب میں دیکھا تھا۔ سلام کیا۔ سیّد جلیل نے مسکراتے ہوئے جوابِ سلام دیا جیسے کوئی واقفِ قضیہ ہو۔

فاضل اخوند نے اپنے کشائش حال کی دُعا چاہی۔

سیّد موصوف نے وہی دُعا جو رات خواب میں تعلیم فرمائی تھی، بتلائی۔ فاضل اَخوند نے اُس دُعا کی برکت سے قلیل عرصہ میں ہی جملہ پریشانیوں سے نجات پائی۔ عالم اجل اَلحاج سیّد محمّد رحمتہ اللہ نے جو فاضل اَخوند کو دُعا خواب و بیداری تعلیم فرمائی تھی اُس کے تین حصّے ہیں۔۔۔!!

اوّل یہ کہ بعد نمازِ فجر (صبح) سینے پر ہاتھ رکھ کر ستّر مرتبہ یافتاحُ کہے۔

دوسرے، پھر یہ دُعا پڑھے جو حبیب کبریا سے مروی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِى لَا يَمُوْتُ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

ترجمہ: کوئی قوت اور طاقت سوائے خدا کے نہیں ہے۔ میرا اُس خدا پر توکّل ہے جو زندہ ہے۔ موت اس کے لیے نہیں اور حمد اس خدا کی جس کا کوئی فرزند نہیں اور نہ کوئی اس کا

شریک ہے اس کے مُلک میں اور وہ ہر ایک کی یاری سے بے نیاز ہے۔ میں اس کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔

تیسرے، پھر یہ دُعا جو اِمام ضامن ثامن حضرت علی رضا علیہ السّلام سے منقول ہے۔ پڑھنی ضرور چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقَهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَامَكَرُوا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَالِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا مَاشَآءَ النَّاسِ مَاشَآءَ اللّٰهَ وَاِنْ كَرِهَ النَّاسُ حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ الْمَرْبُوْبِيْنَ حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ حَسْبِیَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ حَسْبِیَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ حَسْبِیْ مَنْ هُوَ حَسْبِیْ حِسْبِیْ مَنْ لَّمْ يَزَلْ حَسْبِیْ حَسْبِیْ مَنْ كَانَ مُذْ كُنْتُ لَمْ يَزَلْ حَسْبِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

ترجمہ: بنام خدا درود بر محمدؐ و آل محمدؐ۔ میں اپنے کام کو خدا کے سُپرد کرتا ہوں اور اللہ بندوں کے حال سے باخبر ہے۔ شیطان کی بدی اور مکر سے وہ محفوظ رکھے گا۔ نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ذات اور میں اپنے حق میں ظالم ہوں۔ پس ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور غم سے نجات دِلائی اور ہم مومنوں کو اِسی طرح نجات دیتے ہیں۔ خدا ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین نجات دہندہ ہے (معتقدین) نعمتِ خدا اور فضل خدا سے اَیسے مستفید ہوتے ہیں کہ پھر کوئی بدی ان تک نہیں پہنچتی، مگر جو خدا چاہتا ہے اور سوائے اُس کے کوئی صاحبِ قوّت نہیں، اُس کا چاہا ہوتا ہے نہ لوگوں کا اس کا چاہا ہوتا ہے لوگ اگرچہ نہ چاہیں۔ میرا ربّ میرے لیے کافی ہے میرا خالق دوسروں سے میرے لیے کافی ہے۔ میرا رازق دوسروں سے میرے لیے کافی ہے۔ دو عالم کا رَبّ میرے لیے کافی ہے، کافی ہے۔ وہ مجھے کافی ہے، وہ ہمیشہ میرے لیے کافی ہے۔ تاحیات میرے لیے کافی ہے۔ کافی مجھ کو ہے وہ

خدا جس کے سِوا کوئی خدا نہیں۔ میرا اس پر توکّل ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

اِس آخری دُعا میں چار مختلف آیاتِ قرانِ پاک کی آئی ہیں۔ جن کے بعد خداوند کریم نے قبولیتِ دُعا کا وَعدہ فرمایا ہے جن کی توضیح صادقِ آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اِس طرح ایک مقام پر فرمائی ہے کہ مجھے تعجّب ہے اس شخص پر جو چار چیزوں سے ڈرتا ہے وہ کیوں چار چیزوں سے پناہ حاصل نہیں کرتا۔

اوّل یہ کہ اگر دشمن سے ڈرتا ہے تو کیوں نہیں کہتا:

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ''یعنی خدا ہمارے لیے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔'' حالانکہ خدا اِس آیت کے بعد فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ الخ یعنی پھر یہ کہنے والے خدائی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے اور انہیں کوئی بُرائی چھو بھی نہ سکی۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۷۳ و ۱۷۴)۔

دُوم یہ کہ اگر دشمن کے شر اور مکر سے ڈرتا ہے تو اس کلمہ سے پناہ کیوں نہیں حاصل کرتا۔ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔

حالانکہ خدا اِس آیت کے بعد فرماتا ہے۔ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا یعنی'' اپنا کام خدا کو سونپتا ہوں خدا بندوں کے حال سے خوب واقف ہے۔'' دوسری آیت کا مطلب یہ ہے یعنی خدا نے ان کو دشمنوں کی بدی اور مکر سے محفوظ رکھا'' (سورۃ المومن آیت نمبر ۴۴ و ۴۵)۔

سوم یہ کہ اگر غم رکھتا ہے تو کیوں نہیں کہتا۔'' لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔''یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں قصورواروں میں ہوں۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۷)۔

حالانکہ جانتا ہے کہ خدا اِس کے بعد ہی فوراً فرماتا ہے۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ۔ یعنی ہم نے اُن کی دعا قبول کرلی اور انہیں رنج سے نجات دلائی۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۸)۔

چہارم یہ کہ اگر زیادتی مال چاہتا ہے تو کیوں نہیں کہتا۔ مَاشَآءَاللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یہ سب خدا ہی کے چاہے سے ہوا ہے۔ کیونکہ سوائے اس کے اور کسی میں یہ قوت نہیں (سورۂ کہف آیت نمبر ۳۹)۔

حالانکہ دیکھتا ہے کہ خدا اِس کے بعد ہی فوراً فرماتا ہے۔ فعسیٰ ربی ان یوتین خیر اًط یعنی عنقریب میرا خدا مجھے وہ عطا کرے گا جو خیر اور بہتر ہوگا۔(کہف۔ آیت نمبر ۴۰)

مومنین کرام کو وقتِ مشکل چاہیے کہ اِس عمل کے عامل بنیں کیونکہ صرف اِس کی ایک آیت ہی کے واسطے مولائے کائنات اَمیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ یہ مشکل میں مشکل کشاء ہے۔ خدا توفیقات عطا فرمائے۔

بھیجا کرو درود محمدؐ کی آلؑ پر
اپنی دُعا سے پہلے بھی، اپنی دُعا کے بعد
اخترؔ علیؑ اعلیٰ سے جب مانگو تم دُعا
''نادِ علیؑ'' پڑھا کرو ہر مُدّعا کے بعد